

مقامِ سیّدنا حسین علیہ السلام

اور

کردارِ یزید

تالیف

انعام الحق قادری

زاویہ پبلشرز
C-8 داتا دربار مارکیٹ ، لاہور

مقامِ سیّدنا حسین علیہ السلام

اور

کردارِ یزید

تالیف:
انعام الحق قادری

زاویہ پبلشرز
8-C داتا دربار مارکیٹ ۰ لاہور
Voice:042-37300642 - 042-37112954
Mobile:0300-4505466(Zong)
E-mail:zaviapublishers@gmail.com
zaviashop@gmail.com
Website:www.zaviapublishers.com

2018ء

بار اول..................1000

ہدیہ..................[redacted]

ناشر..................نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز

شوروم

ظہور ہوٹل دکان نمبر 2

دربار مارکیٹ۔ لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

Website: www.zaviapublishers.com

ضیاء القرآن پبلی کیشن 14 انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی 021-32212011

صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 0321-4771504

مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی 021-34926110

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی 021-34219324

مکتبہ گلزار بدیع چھوٹی گٹی حیدرآباد 0316-3663938

احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5558320

اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی 051-5536111

نورانی ورانٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان 0321-7387299

مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف 0301-7241723

مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ 0321-7083119

مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد 041-2631204

مکتبہ رحیمیہ اردو بازار کراچی 021-32744994

مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی 0331-2476512

رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات 0300-6203667

مکتبہ فیضان زم زم آفندی ٹاؤن 'فیضان مدینہ حیدرآباد 0313-4812626

مکتہ یا سخی سلطان چھوٹی گھٹی حیدرآباد 0313-3585615

فہرست

انتساب

فقیر اپنی اس کاوش کو قطب ربانی شہبازِ لامکانی سرتاج اولیاء خلافتِ باطنہ کے امام و ھادی وارث محبوب سبحانی قبلہ و کعبہ حضرت پیر سید عالم شاہ صاحب گیلانی ؒ (نانا جان قبلہ حضور مفکر اسلام) و اس ہستی کے نام کہ جنہوں نے اس گنہگار کو آج اپنی سالہا سال سے جاری ظاہری و باطنی توجہات سے یہاں تک پہنچایا۔ میری مراد میرے مرشد کامل، علم و معرفت کے بحر بیکراں، شہزادہ غوث الوری، مفکر اسلام، مفسر قرآن ڈاکٹر پیر سید عبد القادر شاہ صاحب جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔ اور پھر مرشد کامل کے سجادہ نشین حضرت پیر سید علی امام شاہ صاحب جیلانی کے نام۔ ان پاک ہستیوں کی بارگاہ میں عاجز تو بس اتنا ہی عرض گزار ہے۔ کہ:

خش خش جنہاں قدر نہیں میرا میرے صاحب نوں وڈیایاں
میں گلیاں دا روڑا کوڑا محل چڑایا سائیاں

منقبت

از

جگر گوشہ وارثِ فیضان مجدد گولڑہ پیر طریقت' رہبر شریعت' حضرت پیر سید مہر فریدالحق مہر شاہ صاحب گیلانی مدظلہ العالی زیب آستانہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

ابن زہرا، کربلا کی خاک پر سجدے میں ہے
ظلمتوں کے درمیاں نورِ سحر سجدے میں ہے

سید لولاک کا لختِ جگر سجدے میں ہے
حیدرِ کرار کا نور نظر سجدے میں ہے

جادۂ مہرِ ووفا کا رہبر سجدے میں ہے
حق ادا وحق نما وحق نگر سجدے میں ہے

اللہ اللہ ! یہ عبادت' یہ ادائے بندگی
نورِ عینِ فاطمہ علیہا السلام باچشم تر سجدے میں ہے

دشمنِ آلِ محمد اے عدوئے دین حق
راکبِ دوشِ محمد، ہوش کر سجدے میں ہے

ہے صدائے ''ارجعی'' کرب وبلا کی دشت میں
''راضیہ'' کے لفظ کی شرح وخبر سجدے میں ہے

راحتِ قلبِ محمد ثانی شیرِ خدا
گرچہ مقتل میں ہے لیکن بے خطر سجدے میں ہے

برسرِ نوکِ سناں' قرآں کے قاری نے کہا
منزلِ عشق خدا کی راہ گزار سجدے میں ہے

جو بنائے لا الہ ہے' وارثِ علمِ علی
بحرِ معنیٰ کا وہ اِک یکتا گوہر سجدے میں ہے

جان کر حق کی حقیقت حر یہ بولا یا حسین
میرا سجدہ بھی اُدھر اب تو جدھر سجدے میں ہے

مہرؔ، ہوں اس پیکرِ صبرو رضا پر سب سلام
جو لٹا کر راہِ حق میں گھر کا گھر سجدے میں ہے

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

تقریظ

جگرِ گوشہ وارثِ فیضان مجدد گولڑہ پیر طریقت، رہبر شریعت، حضرت پیر سید مہر فرید الحق مہر شاہ صاحب گیلانی مدظلہ العالی زیب آستانہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

محترم جناب علامہ انعام الحق قادری کی تالیف: مقامِ امام حسین علیہ السلام اور کردارِ یزید کا مسودہ موصول ہوا۔ مصروفیت کی وجہ سے بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں ہوسکا البتہ بعض مقامات دیکھنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے وقت کے ایک اہم دینی تقاضے کو حسبِ توفیق پورا کرنے کی سعی مشکور کی۔

میرے جدِ اعلیٰ حضرت قبلہ عالم حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ''حُبِ اہل بیت علیہ السلام تُخم ایمان ہے''۔ اللہ کریم ہم سب کو حضور خاتم النبیین رحمتہ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے کامل حُب اہل بیت علیہ السلام نصیب فرمائے اور قادری صاحب کی اس کاوش کو بارگاہ حُسینی میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

دعا گو:

سید مہر فرید الحق مہر گیلانی درگاہِ عالیہ گولڑہ شریف

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت علامہ پروفیسر پیر سید احمد حسین شاہ صاحب ترمذی

صدر مرکزی جماعت اہل سنت یو کے اینڈ اوورسیز ٹرسٹ

فلاتعدل باھل البیت خلقاً فاھل البیت ھم اھل السعادۃ

فبغضھم من الانسان خسر" حقیقی و حبھم عبا د ۃ

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب اوران کی سیرت وعظمت کا موضوع ایک گلشن صدا بہار کی طرح ہے۔ کہ جس لالہ زار میں ہر پھول کی رنگینی وشادابی دامانِ نگاہ کو بھر دینے والی ہے۔ یہ گل چین کا اپنا انتخاب ہے۔ کہ وہ کس پھول کو چنتا اور کس کو چھوڑتا ہے۔ بقول اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مگر ستم بالائے ستم کہ افراط وتفریط کی روش نے اہل بیت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو رفض وتشیع اور اصحابِ رسولؐ کی تعریف کو خارجیت وناصبیت کا نام دے دیا ہے۔ زیر نظر تالیف کے مولف مولانا انعام الحق قادری نے اہل سنت کے متقدمین ومتاخرین، مفسرین ومحدثین، فقہاء امت، اسلافِ ملت، علماء وصوفیاء کے تحقیقی نظریات واقوال کو حوالہ جات کے ساتھ یکجا کر دیا ہے۔ مؤلف موصوف کی موضوع پر گہری نظر محسوس ہوتی ہے۔ ماشاء اللہ کتاب کا اسلوب سادہ، عام فہم مگر خوبصورت تسلسل کے ساتھ مستند اور مدلل بھی ہے۔

مولانا انعام الحق قادری ایک نوجوان سکالر، شہزادہ غوثِ اعظم مفکر اسلام ڈاکٹر پیر سید عبد القادر شاہ صاحب جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ تحقیق وتدقیق اور استدلال واستنباط میں آپ کی تحریر اپنے مرشد کریم کے رنگ اور فیض کا حسن اپنے دامن میں سموئے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔

میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے مسوّدہ کی ورق گردانی کی ہے۔ ماشاء اللہ ! فاضل مولف نے یورپ کے حسین وجمیل، دلکش ودلربا اور آرام طلب ماحول میں بھی قلم کو تھام رکھا ہے اور اہل ایمان کو چشمہء محبت ومودت آل اطہار اور خاندان نبوت سے تمسک کے جام بھر بھر کے پلا رہے ہیں۔

یہ حقیقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ کہ اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت ومودت

ایک وسیع موضوع ہے۔اور محبت کا کوئی خاص پیمانہ ومقیاس نہیں ہوتا۔ ہر کسی کا محبت کرنے کا انداز ومعیار جدا ہوتا ہے۔تاہم مردِ مومن کے لئے آلِ نبی سے محبت ومودت ایک بحرِ بیکراں ہے۔جس کا کنارا ناپید ہے ۔الغرض یہ کتاب فضائل ومناقبِ امام حسین علیہ السلام واہل بیت رسول ﷺ اور یزید لعین کے سیاہ کرتوتوں پر ایک جامع تصنیف اور علمی کاوش ہے۔جو یزید پلید کے اصل کردار کو بے نقاب کرنے کے لئے بڑی مفید ثابت ہوگی ۔امید ہے کہ یہ تصنیف اپنے تحقیقی مواد اور لوازمے،عام فہم اسلوب اور موزوں واقعاتی ترتیب کے باعث محبان آلِ نبی ﷺ میں قبول عام کا درجہ حاصل کرے گی۔

جملہ امت مصطفی ﷺ بالعموم اور اہل سنت وجماعت پر بالخصوص یہ فریضہ عائد ہوتا ہے۔کہ وہ اپنے آقا محمد مصطفی ﷺ کے اس فرمان کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں ۔جو حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے: کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال: حب نبیکم وحب اهل بیته وتلاوة القرآن (الطبرانی)

ترجمہ: اپنے بچوں کو تین باتیں سکھلاؤ: اپنے نبی (ﷺ) کی محبت اور انکے اہل بیت کی محبت اور قرآنِ کریم کی تلاوت

کاش! آج امن وراحت کا متلاشی مسلمان ،فکری وعملی طور پر اپنے صحیح العقیدہ اسلاف سے جڑ جائے ۔اور عہد گزشتہ سے پیوستہ ہوجائے تو اس پر بھی کامیابی وسرفرازی کے دروازے اسی طرح کھل جائیں گے ۔جس طرح صحابہ کرام ،محدثین عظام اور مجاہدین فی سبیل اللہ پر کھل گئے تھے۔ بجا طور پر وہ قلوب لائق تحسین ہیں جن کے اندر مودت اہل بیت کا تلاطم موجزن ہے۔اللہ تبارک وتعالی مولانا انعام الحق قادری کی توفیقات خیر میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔اور ان کو مزید علمی تالیفات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین

خدایا بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من و دست و دامان آل رسولؐ

(سعدی شیرازی)

راقم الحروف

سید احمد حسین ترمذی

۱۸/ مارچ ۲۰۱۸ء

بمطابق ۳۰ جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید صابر حسین شاہ صاحب گیلانی

منتظم اعلی دار العلوم قادریہ جیلانیہ لندن

پنجتن پاک کی وہ پاک ہستیاں ہیں۔ کہ جن کی کرامات و برکات اور فضائل و کمالات وجود ظاہری میں آنے سے بہت پہلے ظاہر ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب سے فرمایا: کہ اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ تو میں کل کائنات کی تخلیق نہ کرتا۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے نکالے جانے کے بعد ان کی توبہ پنجتن پاک کے صدقے میں قبول ہوئی تھی۔ پھر سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا حضرت آدم علیہ السلام کے وجود پاک میں منتقل ہونا۔ اور پھر فرشتوں کا حضرت آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونا۔ پھر اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نار کا گلزار ہونا۔ اور اسی نور کی برکت سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح ہونے سے بچ جانے کے باوجود ذبیح اللہ کا لقب پانا پھر پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ کی پیشانی پر نور کا ظہور ہونا۔ پھر بطن آمنہ سلام اللہ علیہا میں قرار پانا۔ پھر ولادت کے وقت نور کا برآمد ہونا۔ پھر نوری فرشتوں کا نور کی زیارت کے لئے آسمانوں سے اترنا۔ پھر ہر طرف روشنی کا پھیلنا۔ اور ستاروں کا ڈھلک آنا۔ علی ھذا القیاس یہ تمام حالات واقعات قبل از پیدائش اور پیدائش تک کے ہیں۔ مگر وجود ظاہری پانے اور اعلان نبوت کا اعلان کرنے کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی ہی معجز نما ہے

آیت تطہیر ہو یا آیت مباہلہ یا آیت مودت ان تمام آیت قرآنی کے مصداق حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے مطابق پنجتن پاک ہیں۔ جب رب کائنات اپنے پاک کلام میں کسی کے فضائل و کمالات بیان فرما دے۔ اور اسکی تفسیر خود صاحب قرآن کر دیں۔ تو پھر کسی مفسر یا مفکر کی فکر کی ضرورت نہیں۔ پھر فضائل و کمالات کا ذریعہ اور وسیلہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ جو جتنا قریب ہوگا۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ پائے گا۔ وہ اتنا ہی بلند و بالا مرتبے اور فضائل والا ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی۔ اور انکے والدین سے محبت کی۔ وہ قیامت والے دن میرے درجے میں ہوگا۔

اس فرمانِ نبوی سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس جہانِ رنگ و بو میں رہ کر اگر کوئی نیکیوں کا مجسمہ بن جائے۔ اور اعمالِ صالحہ کا مرقع بن جائے۔ تو اسے جنت میں ایک اعلی مقام تو مل سکتا ہے۔ مگر اسے وہ درجہ نہیں ملے گا۔ جو درجہ محبت اہل بیت میں مل سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے محبت کرو۔ کہ وہ نعمتیں عطا کرتا ہے۔ مجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرو اور میری خاطر میری اہل بیت سے محبت کرو۔

حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیہا اگرچہ راتوں کی تنہائیوں میں بارگاہِ رب العزت میں سجدہ ریز رہتیں

۔گھر کے کاموں میں مشغول رہ کر بھی تلاوت قرآن سے غافل نہ رہتیں ۔مگر جو ارفع و اعلی مقام ملا وہ حضور ﷺ کی چہیتی لختِ جگر اور نور نظر ہونے کی وجہ سے ملا۔حضور ﷺ کی بے مثل و بے مثال محبت اور توجہ سے ملا ۔حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیھا سے والہانہ محبت کا یہ عالم تھا۔کہ خلیفہ اوّل امت میں افضل البشر بعد از انبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی تشریف لائیں۔تو حضور ﷺ نہ اٹھیں۔اسی طرح آسمانی قدسی اور قدسیوں کا سردار حضرت جبرائیل امین تشریف لائیں۔تو حضور ﷺ نہ اٹھیں۔مگر جب سیدہ کائنات حضرت خاتون جنت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا تشریف لائیں۔تو حضور ﷺ کا اٹھ کر آگے بڑھ کر استقبال فرمانا۔اور پھر ہاتھوں اور ماتھے کے بوسے لینا۔اور پھر اپنی جگہ پر بٹھانا۔دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے کی غمازی کرتا ہے۔اسی طرح روز محشر جب حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیھا کا ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں چادرِ تطہیر کی بکل مارے پل صراط سے گزر ہوگا۔تو منادی کرنے والا منادی کرے گا۔کہ حضور ﷺ کی پیاری بیٹی شہزادی کونین حضرت خاتون جنت سلام اللہ علیھا کا پل صراط سے گزر ہو رہا ہے۔تمام اہل محشر اپنی گردنیں جھکا کر اپنی آنکھیں بند کر لو ۔یہاں تک کہ خاتون جنت سلام اللہ علیھا گزر جائیں۔وہ منظر کیسا قابل دید ہوگا۔کہ اہل محشر میں بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء و مرسلین موجود ہونگے۔حضور ﷺ کے بڑے بڑے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہونگے۔حضور ﷺ کی امت کے بڑے بڑے ولی اللہ ،غوث ،قطب ،ابدال ،قلندر موجود ہونگے سب کی آنکھیں بند اور گردنیں جھکی ہونگی۔تو تب خاتون جنت سلام اللہ علیھا کے مقام اور مرتبے کا پتہ چلے گا۔

اسی طرح حضور مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالی عنہ کا اللہ کے گھر پیدا ہونا ،پھر آنکھیں بند رکھنا۔اور پھر حضور ﷺ کی آمد پر آنکھیں کھول کر دیدار کرنا ،پھر حضور ﷺ کی زیر کفالت آنا،سب سے پہلے ایمان لانا ،اور سب سے پہلے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا ،ہجرت کے موقع پر دشمن کی تلواروں کے سائے میں حضور ﷺ کے بستر پر سونا ،پھر مواخات کے موقع پر حضور ﷺ کا مولائے کائنات کو دنیا اور آخرت میں اپنا بھائی قرار دینا۔حضور ﷺ کا یہ فرمانا: کہ حق ادھر ہے جدھر علیؓ ہے۔اور علیؓ ادھر ہے جدھر حق ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: علیؓ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔تو خلیفہ اوّل نے اس فرمان پر عمل کر کے دکھایا۔کہ علیؓ کی کیا شان ہے۔حضور ﷺ نے یہ فرمان جاری فرما کر مولا علیؓ کو ایک بلند و بالا مقام پر فائز فرما دیا۔فتح خیبر کے موقع پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ کل جھنڈا میں اس شخص کو دوں گا۔جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔اور اللہ اور اسکا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔اور اسکے ہاتھ پر فتح ہوگی۔دوسرے دن حضرت مولائے کائنات کو جھنڈا عطا کرنا۔اس بات کی واضح دلیل ہے۔کہ حضور مولائے کائنات اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی ہیں۔جنگ خندق کے موقع پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا: کہ عبدود مکمل کفر ہے۔اور مولا علیؓ مکمل اسلام۔ غدیر خم کے مقام پر حضور ﷺ کا یہ فرمانا: جسکا میں مولا اسکا علی مولا۔ظاہر ہے کہ جن تقاضوں کے ساتھ حضور ﷺ کو مولا ماننا جائے گا۔انہی تقاضوں کے ساتھ حضور مولا علیؓ کو مولا ماننا ہوگا۔

اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضور ﷺ کے دلی لگاؤ اور محبت کی کوئی مثال نہیں۔حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی پیدائش کے موقع پر حضور ﷺ کا اپنی گود میں لے کر کانوں میں زبان نبوت سے اذان دینا اور اپنے لعاب دہن سے گھٹی دینا۔پھر جب تک حضور ﷺ موجود رہے بے مثال محبتوں سے نوازتے

رہے۔ اپنے سینہ بے کینہ پر شہزادوں کو لے کر سلانا۔ کندھوں پر بٹھا کر پھرانا۔ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لگاؤ دیدنی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے لئے نماز میں سجدے لمبے فرمادیتے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام آپکے صاحبزادے اور آپکے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ جبریل امین آئے۔ تو انہوں نے عرض کی کہ ان دونوں میں سے ایک کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ تو آپ فیصلہ فرمائیں کس کو چھوڑنا اور کس کو رکھنا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے کو اللہ کے حضور پیش ہونا پسند فرمایا۔ مگر اپنے نواسے کی جدائی کو قبول نہ فرمایا۔ اس مختصر اور اجمالی خاکے کے پیش کرنے کا مقصد صرف یہ کہ جو لگاؤ اور محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چار نفوس سے تھا۔ وہ کسی دوسرے شخص سے نہ تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام ان چاروں میں چوتھے تھے۔ جنکے بارے میں انعام صاحب قادری نے یہ کتاب تالیف کی ہے۔ مسودہ تیار ہونے کے بعد انعام صاحب قادری نے مجھے کہا کہ میں کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات لکھوں۔ چنانچہ میں نے مسودے کا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ اگرچہ انعام قادری صاحب ایک نوجوان سکالر ہیں۔ مگر ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ حضور مفکر اسلام پیر سید عبدالقادر شاہ جیلانی کے غلام اور مرید ہیں۔ اور آپکی صحبت اور مجالس میں بیٹھنے سے ایسا رنگ چڑھا۔ کہ حضرت مفکر اسلام کے ملفوظات کو محفوظ کرنا اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ انعام قادری صاحب کو پنجتن پاک کے فضائل و مناقب میں لکھی گئی کتابوں کا بڑا گہرا اور وسیع مطالعہ ہے۔ کیونکہ کوئی بات بغیر دلیل اور حوالے کے نہیں لکھی۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ کتاب اہل بیت سے کامل محبت اور عقیدت میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔

پنجتن پاک کے فضائل و مناقب اور کمالات کے خوبصورت موتی بے شمار کتب میں بکھرے پڑے تھے۔ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک خوبصورت دلکش اور دیدہ زیب مالا بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پنجتن پاک کی بارگاہ میں پیش کی ہے۔ اب انعام قادری صاحب جانیں اور پنجتن پاک جانیں یا پھر انکے مرشد پاک جانیں۔ انعام صاحب قادری نے یقیناً اپنا راستہ سیدھا کر لیا ہے۔ اور دوسری طرف انعام صاحب قادری نے حدیث قسطنطنیہ کا سہارا لے کر یزید پلید کو جنتی قرار دینے والوں کو اور یزید پلید کو جس نے خانہ کعبہ پر پتھر برسائے اور آگ لگائی، جس نے مسجد نبوی شریف میں گھوڑے باندھے، جس نے تین دن کے لئے اذانیں اور نمازیں معکوف کیں۔ جس نے محرمات کو حلال قرار دیا۔ جس نے مدینے پاک کی عفت مآب بچیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا اور انکی عزتیں لوٹیں، اور اہل مدینہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ جس نے اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور انکے ساتھیوں کو ظلماً شہید کیا۔ اور اہل بیت کی مقدس اور باکباز بیبیوں کو قیدی بنا کر شہر شہر پھرایا۔ اسکے کالے کرتوتوں اور کردار کی روشنی میں جہنم کی راہ دکھائی نہیں۔ بلکہ انگلی پکڑ کر ان کو انکے ٹھکانے تک پہنچا دیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سعی جمیلہ کا اجر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید صابر حسین شاہ گیلانی

۲۵ مارچ بروز اتوار ۲۰۱۸ء

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لئے جو رحمن اور رحیم ہے۔کوئی بھی عبادت عبادت نہیں کہلاتی جب تک اس کا تعلق مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ کے ساتھ نہ ہو جائے۔ جس نے ہر شے کو وجود بخشا ہے۔ جو ابتلا میں ڈال کر اپنے رازوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ سمندروں کی تہوں سے لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور آسمانوں کی بلندیوں تک سب کو بہترین رزق دینے والا ہے۔ کائنات کی ہر شے اپنی اپنی بولی میں اسکی تسبیح کے نغمے الاپ رہی ہے۔ جس کی دی ہوئی توفیق سے ہر ایک شے کو ہر ایک خوبی میسر آئی۔ اور پھر کروڑوں درود وسلام اس محبوبِ رب العالمین، رحمت اللعالمین، نور مجسم ،شافعی محشر، مختار کل، وجہ تخلیق بزمِ ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ کہ جن پر خود مالکِ کون ومکان اپنی شان کے مطابق درود پڑھ رہا ہے۔ جن کی مرضی پر قبلے بدلے گئے۔ اور جنکی مرضی پر محشر میں فیصلے ہونگے۔ اور صلوۃ وسلام آپ کی اہل بیت واصحاب پر۔

قارئین: دوسرے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجر میں ساری ساری زندگی روتے ہیں۔ خواب میں دیدار ہو جائے تو اپنے آپ کو خوش قسمت ترین تصور کرتے ہیں۔ مدینے سے سلام آجائے تو مقدر کے سکندر سمجھتے ہیں۔ پیغام آجائے تو خود کو بادشاہوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ زندگی میں چہرہ مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جائے۔ تو خوشی سے آنکھوں سے نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں کو جنہوں نے بوسے دئے انکا تو پھر کیا ہی کہنا۔ مگر واہ حسن واہ حسین رضی اللہ عنہما آپ کی عظمتوں کا کیا کہنا۔ کہ

کانوں میں پہلی آواز ہی امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان دلنشین سے یعنی آذانِ حبیبِ رب العالمین، پہلا سفر ہی زبان نبوت تک، پہلا قدم ہی سینہ مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ،نام کا چناؤ بھی زبانِ مصطفے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ، پہلی سواری ہی دوشِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر۔ عقیقہ بھی شافع محشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اپنے ہاتھوں سے فرمانا۔ پہلی گود ہی گودِ بتولی اور پھر انکی عظمتوں کا کیا کہنا جن کے لئے نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خطبے دئے اور خطبے چھوڑے تھے۔ فرض نمازوں میں پشت پر سواری کرنے والوں کے لئے سجدوں کی طوالت شہسوار کی مرضی پر چھوڑی۔ جن کی پیاس بجھانے کے لئے دونوں جہانوں کے میر و مختار سرگرداں۔ غرضیکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شدت کے ساتھ حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے بارے میں ارشادات و افعال صادر کئے ہیں وہ درر ہائے نایاب ہیں۔ اور تقریراً دونوں شہزادوں کے ساتھ جو پیار محبت، ادب کیا گیا اسکو آپ نے بے حد پسند فرمایا۔ فضائل و کمالات عطیہ خداوندی ہے۔ حسنین کریمین علیہما السلام کو جو کمالات ودیعت کئے گئے۔ اس سلسلے میں رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پڑھ کر ان کی عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

نحن اهل بيت لا يقاس بنا احد

(ہم اہل بیت ہیں۔ ہمارے برابر کوئی بھی نہیں ہو سکتا)

(مسند الفردوس، للدیلمی: 4_283 / ذخائر العقبی، للا مام محب الدین الطبری۔ س 17، المناقب۔ امام ابن مردویہ/ فرائد السمطین۔ امام جوینی)

اسی لئے شاید حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

عن ابن عمر قال اذا عددنا اصحاب النبی قلنا ابو بکر و عمر و عثمان فقال رجل لابن عمر "فعلی ما هو"؟ قال: ان عليا من اهل

البیت لا یقاس بھم احدًا۔

(ینابیع المودۃ۔سلمان بن ابراہیم قندوزی: ص178 / الریاض النضرۃ، محب الدین طبری شافعیؒ۔ص4۔3/180)

ہم جب اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمار کرتے۔تو ہم کہتے ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ، عمر رضی اللہ تعالی عنہ، عثمان رضی اللہ تعالی عنہ۔ایک شخص نے جناب ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: تو بتاؤ علی رضی اللہ تعالی عنہ کا کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: علی رضی اللہ تعالی عنہ تو اہل بیت میں ہیں۔انکے برابر تو کسی کو بھی نہیں سمجھا جا سکتا......

اور اسی لئے امام عبدالوہاب شعرانی ابن عربی کے اشعار نقل فرماتے ہیں:

فلا تعدل باھل البیت خلقاً

فاھل البیت ھم اھل السعادۃ

اہل بیت کے ساتھ کسی مخلوق کو برابر نہ کر۔کیونکہ اہل بیت ہی اہل سیادت ہیں۔

(نورالابصار فی مناقب آل البیت النبی المختار۔الشیخ مومن بن حسن الشبلنجی)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

یہ ایک دوسرے پر فضیلت کی باتیں اصحابؓ کے درمیان ہیں۔

''واما اھل البیت فھم اخص منھم و حکمھم یغایر ھم''

رہے اہل بیت! تو وہ اصحاب میں مخصوص ترین ہیں۔اور انکا حکم ان سے مختلف ہے۔

(مرقاۃ:11/285)

اسی طرح علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ فرماتے ہیں:

پوری امت مؤدت اہل بیت کی مکلف ہے (روح المعانی۔25/31)

نقشبندیہ سلسلے کے عظیم بزرگ مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقربا کی محبت تمام افرادِ امت پر واجب ہے۔

(مقامات مظہری:461)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں:

1- سلام میں جیسا السلام علیك ایھا النبی اور سلام علی آل یاسین

2- تشہد کی صلوٰۃ میں

3- طہارت میں۔ جیسے اللہ تعالی فرماتا ہے۔یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے: ویطھر کم تطھیرا

4- صدقہ کی تحریم میں

5- محبت میں:

حضرت ابو بکر صدیق افضل الامت، خلیفہ بلا فصل رضی اللہ تعالی عنہ کا کندھوں پر سواری کرانا، شہزادوں کے کہنے پر منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنا اور پھر اپنے ساتھ بٹھانا ،حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی شہزادوں کے کہنے پر ممبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنا اور پھر اپنے ساتھ بٹھانا۔ان سے خط لکھوانا ،انکی پینشن بدریوں والی کرنا، اور اپنے گھر والوں کے مقابلے میں اہل بیت کو ہر معاملے میں ترجیح دینا، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ حضرت عباسؓ کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا اہل بیت کے لئے ایثار فرمانا۔اسی طرح باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کا اہل بیت سے پیار اور تعظیم کرنا بھی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ان ہستیوں کے بعد فقہ کے چاروں اماموں کا محبتِ اہل بیت میں شہید ہونا، جلا وطن ہونا قبول کیا مگر محبت اہل بیت سے باز نہ آئے۔چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی جب حضرت

امام باقرؒ سے ملاقات ہوئی تو

فقال ابو حنيفه : لابی جعفر اجلس مكانك كما يحق لك حتى اجلس كما يحق لی فان لک عندی حرمته كحرمته جدك صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حياته علی اصحابه۔

پس فرمایا: ابوحنیفہ نے ابوجعفر (یعنی حضرت امام باقرؒ) سے تشریف فرما رہیں اسی مقام پر جو آپ کے لائق ہے۔ تاکہ میں بیٹھ سکوں اس مقام پر جو میرے لائق ہے' کیونکہ آپ کی حرمت (تعظیم) میرے نزدیک ویسی ہی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت (تعظیم) آپ کی حیات میں صحابہ پر (مناقب ابی حنیفہ۔ للامام موفق المکی)

امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں جتنے بھی ائمہ اہل بیت حیات تھے۔ آپ ان میں سے ہر ایک کے شاگرد بنے۔

امام موفق المکی لکھتے ہیں۔ کہ جب حضرت جعفر صادقؒ کوفہ تشریف لائے۔ تو امام ابو حنیفہؒ اپنے اکابر شاگردوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں علمی استفادہ اور زیارت کے لئے اس طرح حاضر ہوئے۔ کہ مجلس میں پاؤں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ آپکے شاگردوں نے بھی اپنے استاد کو کاپی کیا۔ تو امام جعفر صادقؒ نے آپکے شاگردوں سے پوچھا۔ یہ کون ہیں۔ جنکی آپ اتنی تعظیم کر رہے ہو۔ کہ جس طرح انہوں نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے دیکھا تم ساروں نے بھی اپنا طریقہ بدل لیا۔ انہوں نے کہا: یہ ہمارے استاد ابوحنیفہؒ ہیں۔ یہ آپ کی پہلی ملاقات تھی، اسکے بعد امام ابوحنیفہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد حسن بن زیاد لولوی بیان کرتے ہیں:

سمعت ابا حنيفه وسئل من افقه من رايت؟

امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا۔ کہ اس پوری روئے زمین پر جتنے اکابر ائمہ علماء کو آج تک آپ نے دیکھا سب سے زیادہ فقیہ کس کو پایا؟ آپ نے فرمایا:

ما رایت افقہ من جعفر بن محمد الصادق

میں نے روئے زمین پر امام جعفر الصادقؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور آپ نے کہا کہ :

لو لا السنتان لھلک النعمان

کہ اگر وہ دو سال (جو امام جعفر صادقؒ کی شاگردی کے) نہ ہوتے تو ابو حنیفہ ہلاک ہو جاتا۔

امام ابو حنیفہؒ نے سید زید بن علیؒ سے بیعت کی اور آپ انکے ساتھیوں میں تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ نے محمد نفس زکیہ بن عبداللہؒ (محض) سے ایام منصور میں بیعت کیں۔ (کتاب الملل والنحل۔ للامام عبدالکریم شہرستانی 1، 158)

اور امام ابو حنیفہؒ نے تیس ہزار درہم انکی خدمت میں بھیجے۔

(شذرات الذھب: للابن حماد حنبلی: ص 159)

اسی طرح امام مالکؒ بھی محبت اہل بیت میں فنا تھے۔ جیسا کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

لا افضل علی بضعۃ من النبی ﷺ احدًا۔

(الخصائص الصغری۔ للسیوطی۔ ص 57)

میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر گوشہ یعنی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ (جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا نے خود بیان کیا ہے۔ کہ

قالت ما رایت افضل عن فاطمۃ غیر ابیھا

(قالت ما رایت افضل عن فاطمۃ غیر ابیھا۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط، مجمع زوائد 9:201)

(میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا فاطمہ سے کائنات میں کسی کو افضل نہیں دیکھا)

حضرت امام مالکؒ بھی ائمہ اہل بیت کے شاگرد تھے۔ چنانچہ جب حضرت امام جعفر

صادقؒ جیسی ہستی کے پاس اگر کوئی مسئلہ پوچھنے جاتا تو آپ فرماتے:

اذھب الی مالك عندہ علمنا (مالک کے پاس چلے جاؤ، ہم اہل بیت کا علم اس کے پاس ہے)۔

اور پھر امام شافعیؒ کے کیا کہنے آپ فرماتے ہیں:

یاآل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

اے اہل بیت رسولؐ تمہاری محبت اللہ تعالی نے قرآن میں فرض کر دی ہے۔ اس قرآن میں جو اس نے نازل کیا ہے۔

کفا کم من عظیم الفخر انکم من لم یصل علیکم لا صلاۃ لہ

اے اہل بیت تمہاری عظمت اور تمہاری شان اور اعلی مقام کی بلندی کے لئے اتنی دلیل کافی ہے۔ کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی اور پھر فرماتے ہیں:

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشھد الثقلان انی رافض

(دیوان امام شافعیؒ)

اگر آلِ محمدؐ سے محبت کرنے کا نام رافضی ہو جانا ہے تو جن وانس گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ جو صحاح ستہ کے بالواسطہ یا بلا واسطہ استاد ہیں۔ وہ بھی محبت اہل بیت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ انکے فرزند عبداللہ بن احمدؒ نے ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا:

یاابۃ ما تقول فی التفضیل؟ قال: فی الخلافۃ ابو بکر و عمر و عثمان فقلت: فعلی بن ابی طالب؟ قال: یا بنی علی بن ابی طالب من اھل بیت لا یقاس بھم احد (مناقب الامام احمد بن حنبل: لابن جوزی ص212)

ابا حضور! مسئلہ فضیلت میں آپ کیا فرماتے ہیں۔؟ فرمایا: خلافت میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہما ہیں۔ میں نے عرض کیا: پھر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا بیٹا! حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالبؓ اہل بیت سے ہیں۔ انکے برابر کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔ (یعنی انہوں نے وہی بات فرمائی جو نبی پاکؐ کا قول مبارک ہم اوپر لکھ چکے ہیں)

اہل بیت اطہار سے حضرت ابو بکر صدیق یار غار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و مودت کی مثالیں ہمارے سامنے آشکار ہو چکیں۔ ائمہ اربعہؒ یعنی فقہ کے چاروں اماموں کی لازوال وفاداری، اور بے مثل عقیدتوں کی داستانِ وفا پڑھنے کے بعد کیا اب ہمیں اہل سنت والجماعت کے طور پر سوچنے کی اشد ضرورت نہیں؟ کہ کیا آج ہمارا عقیدہ اور عمل ہمارے اسلاف سے ملتا ہے؟ آج ہمارے درمیان وہ لوگ کہاں ہیں۔ جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ کی تقلید میں اہل بیت کے لئے اپنی جانیں قربان کی ہوں۔؟ امام شافعیؒ کی طرح محبت اہل بیت میں جلاوطنی قبول کی ہو اور محبت اہل بیت میں اس قدر ڈوبے ہونے کی وجہ سے رافضی ہونے کے طعنے سنے ہوں؟ امام احمد بن حنبلؒ کی سوچ اسکے فکر و نظر میں گھر کر گئی ہو؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی طرح یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو دُرے مروائے ہوں؟ افسوس! آج تو زمانے نے کیسی کروٹ لی کہ یزید (جس پر امام احمد بن حنبلؒ نے سب سے پہلے لعنتِ شخصی کی) کو جنتی، امیر المومنین، شہزادہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے القابات سے نوازنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور کربلا کے اس واقعہ سے ہی انکار کی تگ و دو زوروں پر ہے۔ جس کی اطلاع رب کریم نے جبریل کے ذریعے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین علیہ السلام کے بچپن میں ہی دے دی تھی۔ آج لوگ ذکر اہل بیت کرنے سے ڈرتے ہیں۔ کہ کہیں شدت پسند خارجی، شر پسند لوگ ہمیں شیعہ یا رافضی نہ کہہ دیں۔ اسکے علاوہ بھی بہت سی وجوہات ہیں۔ جیسا کہ رئیس المجددین حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ اپنے

وقت کے حالات پر تبصرہ فرماتے ہیں:

اور یہ سمجھا جانے لگا ہے۔ کہ اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے ضروری ہے۔ کہ انسان اہل بیت کرام کے خلاف بغض اور بنی امیہ کے ساتھ محبت رکھے۔ حالانکہ اہل سنت کبھی بھی اس شقاوت میں ملوث نہیں ہوئے۔ اور ان کے عقائد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے دوستی ومودت مدارِ ایمان اور فرض مانی گئی ہے۔ اس نئے رجحان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہمارے علمائے کرام نے بمقابلہ اہل تشیع اپنے مواعظ ونصائح کی مجالس میں صرف دفعِ ملاعن ومطاعن کی طرف ہی رخ کیا۔ اور اہل بیت علیہم السلام کے فضائل ومناقب بیان کرنے کی طرف کم توجہ فرمائی۔

(تصفیہ مابین سنی وشیعہ، ص: ج (بعنوان: وجہ تالیف)

اصل میں نبی پاک صاحب لولاک، نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا سفر نامکمل رہتا ہے جب تک بندہ حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت میں کامل نہیں ہوجاتا۔ کیونکہ حسنین کریمین علیہما السلام ظاہراً اور باطناً شبیہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اور پھر سرکارِ دوجہاں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان عظمتِ انتہا، قربِ انتہا ہے۔ کہ "حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔"

اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ ہوا۔ کہ جب فی زمانہ کھلے عام یزید کے فضائل بیان کئے جانے لگے، اسے جنتی اور اپنا امیر کہا جانے لگا، رضی اللہ تعالی کے ٹائیٹل دیئے جانے لگے، اسکی حمایت میں ورق سیاہ کئے جانے لگے۔ اور خاص کر انٹرنیٹ پر اسکے حق میں مواد دیکھ کر اپنی کم علمی، کم صلاحیتی کے باوجود (بس اپنی طرف سے ویسی ہی کوشش کر رہا ہوں۔ جیسی کوشش ایک ننھی چڑیا اپنی چونچ میں پانی کا قطرہ لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی) اشد ضرورت محسوس کی۔ کہ اہل بیت کے گھر کا کمی ہونے کے ناطے امام حسین علیہ السلام کے فضائل کے نغمے

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے چھیڑوں، اور ایسی آوازِ حسینی لگاؤں کہ امام پاک علیہ السلام سے محبت رکھنے والوں کی محبت میں اضافے کا باعث ہو۔ اور بغض وعناد رکھنے والوں کے بغض وعناد کو تار تار کر کے چھوڑ دے۔ اور کل قیامت کے دن امام حسین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہرہ، ملکہ کائنات، جنتی عورتوں کی سردار، جگر گوشہ رسولؐ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بس یہ فرمادیں۔ کہ تو نے ہمارے گھر کا سگ ہونے کے ناطے ہمارے گھر کی رکھوالی خوب نبھائی تھی۔ جن کے بارے میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں:

قالت: ما رایت احداً کان اشبه کلاماً و حدیثاً من فاطمة برسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و کانت اذا دخلت علیه رحب بها وقام الیها فاخذ بیدها فقبلها واجلسها فی مجلسه۔ (المستدرک للحاکم 154:3)

(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی کو فاطمہ سے بڑھ کر مشابہ نہیں پایا۔ اور حضرت فاطمہؓ جب کبھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آتیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ خوش ہو جاتے۔ اور (استقبال کے لئے) کھڑے ہو جاتے۔ حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اسکو بوسہ دیتے اور پھر اپنی جگہ پر آپ کو بٹھاتے۔)

آل اولاد تیری دا منگتا میں کنگال زیانی
پاؤ خیر محمد تائیں صدقہ شاہ جیلانی

اب بالخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں فخر السادات، مناظر اہل سنت پیر سید مظہر حسین شاہ صاحب گیلانی کا جنہوں نے قدم بہ قدم راہنمائی فرمائی اور نہایت محنت سے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی۔ محقق اہل سنت حضرت پیر سید عظمت حسین شاہ صاحب گیلانی کی نوازشات کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں اور صاحبزادہ پیر سید انعام الحسنین شاہ صاحب زنجانی کی کاوشوں کا بھی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اور ان تمام احبابِ طریقت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس بندۂ عاجز کی مختلف معاملات میں حوصلہ افزائی اور معاونت فرمائی۔ جن میں بیرسٹر منیب حسین صاحب قادری، خلیفہ راجہ فخر الدین صاحب قادری، علامہ قاری عزیز حیدر صاحب قادری، خلیفہ حافظ اشتیاق علی صاحب قادری، حافظ مسعود صاحب قادری، سابقہ میئر والتھم سٹو چوہدری ندیم احمد صاحب قادری، راجہ ارسلان فاروق صاحب قادری، ملک انصر احمد صاحب قادری، ملک عابد اکرم صاحب قادری۔ دعا ہے رب تعالی تمام احباب کو دنیوی اور اخروی نعمتوں سے مالا مال فرمائے

دعا ہے صدقہ پنجتن پاک علیہ السلام' اللہ تعالی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ سعی مقبول و منظور فرمائے۔ اور میرے لئے اور میرے خاندان کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء و المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلواۃ واکمل التسلیم

فقیر

انعام الحق قادری

rinamuk@hotmail.com

۷۸۶

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ ؕ بَلۡ اَحۡیَآءٌ وَّلٰکِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَرَحۡمَۃٌ ۟ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

(سورۃ البقرۃ۔آیت 154۔155۔156۔157)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔اور ضرور تمہیں ہم آزمائیں گے، کچھ ڈر سے، کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے۔اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں: ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا۔یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

سب سے پہلے عرض خدمت ہے۔کہ قرآن عظیم کی مندرجہ بالا آیت جو عنوان کلام ہے۔اس کو ایک کلیہ کے طور پر ذہن میں رکھ لیں۔کلیات وہ ہوتے ہیں جن میں شخصیات کا نام نہیں لیا جاتا۔بلکہ قاعدہ بیان کیا جاتا ہے۔اور قاعدے کے نتائج بیان

کردیئے جاتے ہیں۔ جس کو کبری (Major Premesis) کہا جاتا ہے۔

قرآن عظیم کا فرمان ہے:

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ

(یقیناً ہم تمہیں آزمائیں گے۔ خوف کے ذریعے اور بھوک سے)

وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ (مال کے تھوڑے سے نقصان سے)

وَالۡاَنۡفُسِ (اور جانوں کے تھوڑے سے نقصان سے)

یعنی تسلی دی ہے کہ اتنا گھبرانے والی کوئی بات نہیں کہ نقصان تھوڑے تھوڑے ہونگے۔ انعامات بڑے بڑے ہونگے

وَالثَّمَرٰتِ (اور تھوڑے تھوڑے ثمراتی نقصان پر آزمائیں گے۔)

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیۡنَ (اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری ہو)

پھر صبر کرنے والوں کی تعریف کی۔

صابرین کی تعریف قرآن کی بولی میں یہ ہے کہ

الَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِیۡبَةٌ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ

جس وقت کوئی مصیبت انہیں آ پہنچے تو پھر چیخنے چلانے کے بجائے کہتے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ (ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم نے لوٹ کر جانا ہے) جب جان چلی گئی، کس نے عطا کی ہوئی تھی، جس نے دی ہوئی تھی اس نے لے لی۔ جب مال ضائع ہوگیا۔ تو یہ سمجھیں جس نے دیا ہوا تھا۔ اس نے واپس لے لیا، حتی کہ یہ جان بھی اللہ تعالی کی امانت ہے۔ یہ واپس کرنی ہے۔ جب ہم خود بھی لوٹ کر جانے والے ہیں، تو پھر مال کا کیا غم؟

اللہ کریم انکے بارے میں فرماتے ہیں:

اُولٰٓئِکَ عَلَیۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ

ان پر پروردگار کی طرف سے صلواتیں بھی ہیں اور رحمتیں بھی ہیں۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

(وہی لوگ صیح ہدایت یافتہ ہیں)

ان کے علاوہ کوئی قوم یہ سمجھے ہم ہدایت یافتہ ہیں تو وہ غلطی پر ہے

اب قرآن مجید کے اس کلیے کی منطقی شکل کچھ یوں بن جائے گی:

ہر وہ شخص جو مصیبت اٹھا کے خدا کی رضا پر راضی رہنے والا ہے۔ وہ ہدایت یافتہ ہے۔ اور ہر ہدایت یافتہ پر ہماری صلوات اور رحمتیں ہوتی ہیں۔ وہ Major (Premesis) کبری ہے۔ یہ (Miner Premesis) صغری ہے۔

اب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مصیبت اٹھائی اور اس پر اظہار رضا کیا۔ لہذا ہدایت یافتہ ہیں اور خدا کی صلوات اور رحمت کے مستحق ہیں۔ یہ اسکا نتیجہ منطقیہ (Logical conclusion) ہے۔

تو یہ بات اچھی طرح سمجھ آئی۔ کہ (Major Premesis) کبری نے بطور کلیے کے کردار ادا کیا۔ اور (Miner Premesis) صغری، یعنی امام حسین علیہ السلام کے کردار اور عقیدے کو اسکے سامنے رکھا۔ تو نتیجہ نکل آیا کہ

امام جنت مقام امام حسین علیہ السلام ہدایت یافتہ بھی ہیں اور اور آپ پر اللہ کی صلواتیں اور رحمتیں بھی ہیں۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہیں گے کہ جس بات کو واقعہ کربلا کہا گیا ہے اس میں یہ Elements (مشتملات) پائے جاتے ہیں۔ کہ نہیں؟ یعنی کیا امام حسین علیہ السلام نے جانی، مالی اور خاندانی نقصانات برداشت کئے یا نہ کئے؟ ان پر وہ مصائب جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ گزرے ہیں یا نہیں؟

تو جب امام حسین علیہ السلام نے اپنا وطن (مدینہ) چھوڑا ہوگا۔ تو وہ پہلی آزمائش ہوئی ہو

گی کہ ہم تمہیں تھوڑے مالی نقصان سے آزمائیں گے۔ یعنی اگر آپ کا مکان آپ سے چھن جائے۔ تو آپ اسے مالی نقصان تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں۔ تو آپ ہی پھر بتائیں۔ کہ امام پاک ؓ کا مالی نقصان ہوا کہ نہیں؟ پھر گھر کا سامان اتنا ساتھ لے کر جا سکے جتنا مسافر لے کر جاتا ہے۔ تو مالی نقصان ہوا کہ نہیں اور جب ایک بیمار بیٹی سیدہ صغریٰ ؓ کو مدینہ شریف میں چھوڑا اور خود روانہ ہوئے بایں صورت بچوں والا نقصان بھی آپ ؓ نے قبول کیا کہ نہیں؟ اور پھر قرآن نے جو مضمون بیان کیا نقصان والا۔ وہ سارے کے سارے نقصان مدینہ چھوڑنے کے یکے بعد دیگرے شروع ہو جاتے ہیں کہ نہیں؟ بلکہ آپ ؓ نے قرآن کی مندرجہ بالا آیتوں کی ایسی تفسیر فرمائی کہ قیامت تک مثالِ بے مثال بنا کے چھوڑ دیا۔ اور امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اپنا سارا کچھ رب تعالیٰ کی رضا کے لئے قربان کر دیا۔ اور پیغمبر نہ ہو کر کے پیغمبروں والا کام کر دکھایا۔

نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے جہاں فضائل بیان فرمائے ہیں۔ وہاں انکو پیش آنے والی تکلیفوں، سختیوں کا بیان بھی نہایت واشگاف انداز میں پہلے ہی فرما دیا تھا۔ چنانچہ حدیثِ پاک ہے:

میرے اہل بیت کو ستایا جائے گا:

عن عبد اللہ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ اذا اقبل فتیۃ من بنی ہاشم فلما رآھم النبی ﷺ اغرورقت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت ما نزال نری فی وجھک شیأ نکرھہ فقال انا اھل بیت اختار اللہ لنا الاخرۃ علی الدنیا وان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاءً وتشریدا وتطریدا ....

حضرت عبد اللہ ابن مسعود ؓ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ بنو ہاشم کے چند نوجوان آئے۔ نبی پاک ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں مبارک (آنسوؤں سے) بھر آئیں۔ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم مسلسل آپ ﷺ کے چہرہ انور میں ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ کہ جو کہ ہمیں پسند نہیں۔ (یعنی دل دکھتا ہے) فرمایا: ہم اس گھرانے کے افراد ہیں۔ جس کے لئے اللہ تعالی نے دنیا کے بجائے آخرت کو پسند فرما لیا ہے۔ اور میرے اہل بیت میرے بعد عنقریب ہی آزمائش اور سختی و جلاوطنی کا سامنا کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ۔ الرقم 962)

☆ یعنی اہل بیت وہ ہیں۔ جن کے لئے اللہ تعالی نے دنیا کے بجائے آخرت کو پسند فرمایا۔ مطلب اہل بیت رسول ﷺ کی اپنی پسند نہیں ہے بلکہ انکی پسند وہی ہے۔ جو انکے رب نے انکے لئے پسند فرمایا ہے۔

☆ بے شک نبی پاک ﷺ ''نور نبوّت'' کی قوت سے واقعہ ہونے سے پہلے ہی جانتے تھے۔ کہ میرے اہل بیت کے ساتھ کیا کیا ظلم و ستم کئے جائیں گے۔ اور کن کن دل کو چیر دینے والی آزمائشوں سے انھیں گزرنا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی واقعہ سامنے رونما ہو تو سمجھ میں آتا ہے کہ کسی کی آنکھوں میں سے آنسو جاری ہو جائیں۔ مگر نبی پاک ﷺ کی اہل بیت کے ساتھ انتہائی گہری وابستگی کا یہ عالم ہے کہ واقعات ابھی رونما ہوئے نہیں اور پہلے ہی دونوں جہاں کے میر و مختار کی پاک آنکھیں موتیوں کی لڑیاں برسانا شروع کر دیتی ہیں۔

امام پاک رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے وقت سے شہادت کی خبر

امام بیہقی کی دلائل النبوۃ میں مذکور ہے:

عن ام الفضل بنت الحارث، انها دخلت على رسول الله ﷺ فقالت: يارسول الله، انى رايت حلما منكرا الليلة قال: وما هو؟ قالت: انه شديد قال: وما هو؟ قالت: رايت كان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فى حجرى. فقال رسول الله ﷺ: رايت خيرا، تلد فاطمة ان شاء الله غلاما فيكون فى حجرك فولدت فاطمة الحسين فكان فى حجرى كما قال رسول الله ﷺ، فدخلت يوما على رسول الله ﷺ فوضعته فى حجره ثم حانت منى التفاتة، فاذا عينا رسول الله ﷺ تهريقان الدموع. قالت: فقلت: يانبى الله، بابى انت و امى، مالك؟ قال: اتانى جبرائيل عليه السلام فاخبرنى ان امتى ستقتل ابنى هذا، فقلت: هذا؟ قال: نعم، واتانى بتربة من تربته حمراء.

(دلائل النبوۃ للبیہقی۔ حدیث نمبر 2805۔ مشکوۃ المصابیح۔ حدیث نمبر 6180)

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے آج رات ایک خوف ناک خواب دیکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ نے کیا خواب دیکھا؟ عرض کرنے لگیں۔ وہ بہت ہی فکر کا باعث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ کیا ہے؟ عرض کرنے لگیں: میں نے دیکھا آپ کے جسد اطہر سے ایک ٹکڑا کاٹ دیا گیا

۔اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اور اسکو آپ کی گود میں دیا جائے گا۔ وہ فرماتی ہیں: چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر امام حسین پیدا ہوئے اور وہ میری گود میں آئے۔ جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی۔ پھر ایک روز میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ پھر کیا دیکھتی ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان اقدس اشک بار ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان! اشکباری (رونے) کا سبب کیا ہے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے میری خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: عنقریب میری امت کے کچھ لوگ میرے اس شہزادے کو شہید کریں گے۔ میں نے عرض کیا: سرکار کیا وہ اس شہزادے کو شہید کریں گے؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں!

اور جبرائیل امین علیہ السلام نے اس مقام کی سرخ مٹی میری خدمت میں پیش کی۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں

1- حضرت اسمعیل علیہ السلام کی شہادت کی خبر خواب میں دی گئی اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر خود جبریل امین لے کر آئے۔ اور باقی لوگوں نے شہادت سے زینت حاصل کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو زینت بخشی۔ اوروں کی شہادت شہید ہونے کے بعد مشہور ہوتی ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی شہرت اپنے نانا جان کی گود سے ہی تھی۔ امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کے پاک ٹکڑے ہیں۔

2- نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے علم عطائی سے پیدائش سے پہلے خبر دیدی کہ بیٹا پیدا ہوگا۔

3- اور یہ بھی کہ اے چچی جان آپ کی گود میں آئے گا۔

4- شہادت امام پاک علیہ السلام کی صرف خبر پر ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان نازنین سے موتیوں کی بن ساون کے برساتیں شروع ہوگئیں۔معلوم ہوا ذکر شہادت امام عالی مقام پر رونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

5- اگر امام پاک رضی اللہ عنہ کے سامنے ہونے کے باوجود صرف خبر شہادت پر اتنی تکلیف پہنچی ہے تو ذرا اندازہ کیجئے۔کہ جس وقت یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا ہوگا۔اس وقت دونوں جہاں کے میر ومختار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچنے والی اذیت کی کیفیات کیا ہوئی ہونگی؟

6- جنت کے سردار کی شہادت کی خبر دینے کے لئے بھی فرشتوں کے سردار کی ڈیوٹی لگی۔اور اس مقام (یعنی کربلا) کی مٹی بھی پیش کر کے جگہ کا تعین بھی کر دیا گیا۔(اب جو لوگ گمراہ کرتے ہیں کہ یہ ایک حادثہ تھا۔انکو چاہیے اپنی عقل پر ماتم کریں)۔

7- اگر یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچی جان کو معلوم تھی تو یقینا امام حسین علیہ السلام کے والدین ماجدین کو بھی ضرور معلوم تھی۔اب ذرا انکے صبر واستقلال کا بھی اندازہ لگائیں۔کہ وہ روزانہ جب جب امام عالی مقام کو دیکھتے ہونگے۔اندر سے غموں کے کون کون سے بحر بے کنار موجزن ہوتے ہونگے۔

8- اس حدیث پاک سے یہ بھی پتہ چلا کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔اور پھر انکی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے لئے تو پہلے ہی فرما دیا تھا: فاطمة بضعة منی۔ بخاری (فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے) اور والد گرامی کے لئے بھی فرمایا:

هذا علی ابن ابی طالب۔ لحمه لحمی ودمه دمی فهو منی۔

المعجم الکبیر رقم 12341 / مجمع زوائد۔ج 9 ص 111، رقم 14654

(یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔اسکا گوشت میرا گوشت اسکا خون میرا خون)

اسی لئے اعلیٰ حضرت، رئیس المجد دین پیر سید مہر شاہ صاحب گولڑوی فرماتے ہیں:

حبّ نبی ہے مہر علی اور مہر علی ہے حبّ نبی
لحمک لحمی جسمک جسمی کچھ فرق نہیں مابین پیا

☆ میرے شیخ طریقت قبلہ حضور مفکر اسلام، شہزادہ غوث اعظم ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر جیلانی شاہ صاحب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو گرنے پر بہت ہی خوبصورت استدلال فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جس جگہ حسینؓ نے گرنا ہے۔ جبریل امین نے اس جگہ کی مٹی لاکر کے مجھے پیش کی ہے۔ اس مٹی کا رنگ سرخ ہے۔'' یہ حدیث معتبر کتابوں میں آپؓ کے قتل کے معاملے کا انکشاف کر رہی ہے۔ اسکا جو ''اثر'' نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا ہے وہ کیا ہے۔؟ کہ جو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس power of law (قانون سازی کا حق ہے) کہ جب کسی معاملے کا علم کسی قانون ساز ادارے کو حاصل ہو جائے۔ تو اس پر اس کا Attitude (رویہ)۔ کہ جائز اور ناجائز کا فیصلہ کرتا ہے کہ نہیں کرتا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''آنسو اور طبیعت'' کا جو عالم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھڑا کس طرف ہے۔ جس کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو گرتے ہیں۔ اسکے لئے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت ملتی ہے۔ کہ نہیں؟ تو پھر آج کیوں فیصلہ کرنا چاہتے ہو یزید باطل پر ہے یا حق پر ہے؟ شرم نہیں آتی یہ بات کہتے وقت۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت سے پہلے اس امر کا فیصلہ کر دیا ہوا ہے۔ اور جب قیامت کی گرمی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی آنسو گریں گے تو پروردگار عالم فرمائیں گے کہ محبوب روتا کیوں ہے؟ روتا تو وہ ہے۔ جس کی کوئی بات نہ مانی جائے۔ جہاں تک تیری انگلی اُٹھ جائے۔ وہاں تک بخشش کی برسات ہو جائے۔ اعلیٰ حضرت اسی پر فرماتے ہیں:

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا

رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

آپ قانون کے پروجیکٹر پر اس کو چڑھائیں اور دیکھیں۔ کہ واقعہ کربلا میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کس طرف ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو ''آنسو گرے'' وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون پر گرے یا یزید کی تلوار کند ہونے کی صورت میں گرے۔؟ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں گرے۔ تو ثابت ہوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھڑا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ تو جسکی طرف سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں تو اسکے بعد بھی یہ پوچھنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ کہ کون حق پر ہے؟

عن عبداللہ بن نجی عن ابی انہ سار مع علی ۔وکان صاحب مطہرتہ ۔فلما حاذی نینوی وھو منطلق الی صفین فنادی علی : اصبر ابا عبداللہ ، اصبر ابا عبداللہ بشط الفرات ،قلت: وما ذا ؟ قال : دخلت علی النبی علیہ السلام ذات یوم وعیناہ تفیضان ،قلت : یانبی اللہ، اغضبك احد ؟! ماشان عینیك تفیضان ؟ قال: بل قام من عندی جبریل قبل فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات قال : ھل لك ان أشمك من تربۃ ؟ قال: قلت : نعم ۔فمد یدہ فقبض قبضۃ من تراب فأعطانیھا ،فلم املك عینی ان فاضتا

مسند احمد حدیث 648۔معجم الکبیر حدیث 2743۔دلائل النبوۃ للبیھقی ج6ص 468۔سیر اعلام النبلا ج3ص 288۔مسند ابی یعلی ج1ص 298۔مجمع الزوائد۔190/9)

(امام احمد نے کثیر شواہد کی روشنی میں اس حدیث کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور بہت سے محدثین نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے)

اسی طرح عبداللہ بن نجی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

وہ سیدنا علیؓ کے ساتھ چل رہے تھے۔ وہ حضرت مولا علیؓ کے لئے طہارت کا پانی اُٹھاتے تھے۔ جب وہ صفین کو جاتے ہوئے مقام نینوی پر پہنچے۔ تو حضور مولا کائناتؓ نے پکار کر فرمایا: اے ابو عبد اللہ! فرات کے کنارے پر صبر کرنا۔ اے ابو عبد اللہ! فرات کے کنارے پر صبر کرنا۔ میں نے عرض کیا: حضور کیا بات ہے؟ فرمایا: ایک دن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان کرم سے آنسو جاری تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کسی نے آپ کو ناراض کیا ہے؟ آپ کی مقدس آنکھوں سے آنسو کیوں رواں ہیں۔؟ فرمایا: نہیں بلکہ ابھی ابھی میرے پاس سے جبریل علیہ السلام اٹھ کر گئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے۔ کہ حسینؓ کو فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔ پھر انہوں نے کہا کیا میں آپ کو حسینؓ کی شہادت گاہ کی مٹی سونگھاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا: میں نے کہا: ہاں۔ تو جبریل نے ہاتھ بڑھایا اور مٹی کی ایک مٹھی بھر کے مجھے پیش کی۔ پس اس وجہ سے میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا۔ تو ان سے آنسو رواں ہو گئے۔

☆ اس سے پہلی یہ بات پتہ چلی کہ جو اہل بیت کا غلام (جیسے کہ اوپر عبد اللہ بن نجی کے والد کا ذکر ہے کہ وہ مولا علی علیہ السلام کے لئے وضو کے پانی کا بندوبست کرتے تھے) بن جاتا ہے۔ اسکا ذکر بھی اہل بیت کے ذکر کے ساتھ زندہ رہتا ہے۔

☆ جب حضور مولا کائنات سیدنا علیؓ یہ جملے فرما رہے تھے۔ اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام وہاں موجود نہیں تھے۔ اسکا مطلب اہل بیت (جو باطنی نظام کے امام ہیں) کا آپس میں رابطہ ضرور ہوتا ہے ایک دوسرے سے، ورنہ یہ جملہ مہمل ہے۔ کہ جب سننے والا موجود نہیں تو کہنے کی کیا ضرورت؟ اور پھر فرمانے والی مولا علیؓ جیسی شخصیت ہو؟

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جب جب ذکر شہادتِ امام حسین علیہ السلام ہوا۔ تب تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ ناز سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو گئیں۔ معلوم ہوا امام

حسین علیہ السلام کے ذکر شہادت پر رونا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ اب ان لوگوں کو ضرور توبہ کرنی چاہئے۔ جو کہتے ہیں ذکر شہادت امام پاک رضی اللہ عنہ پر رونا نہیں چاہیے۔ پیٹنا اور ہے رونا اور ہے۔ خدا کے لئے فرق کرو۔ اور وہ جو کہتے ہیں ذکر شہادت بیان ہی نہیں کرنا چاہیے۔ انہیں بھی توبہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہاں ذکر شہادت خود جبریل علیہ السلام خدا کے حکم سے اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود (ایک دفعہ نہیں کئی بار) فرما رہے ہیں۔

☆ اور یہ بھی پتہ چلا کہ یہ واقعہ فرات کے کنارے واقع ہوگا۔ اب ذرا غور فرمائیں: کہ جس امام حسین علیہ السلام کے بارے میں بتایا جا چکا کہ وہ شہید ہونگے۔ فرات کے کنارے' کربلا کے مقام پر۔ اس جگہ کی مٹی بھی لا کر دے دی گئی۔ تو کیا جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو شہید کرنا ہے اور کروانا ہے اسکے بارے میں معلوم نہیں تھا۔؟ یقیناً معلوم تھا اسی لئے اسکا نام تک بتا دیا گیا۔ (جیسا کہ آئندہ آنے والی مختلف روایات میں یزید کا نام لیا گیا ہے)

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبریل امین نے مٹی لا کر کیوں دی اور کیوں کہا کہ آپ سونگھنا پسند کریں گے۔؟ اس لئے کہ جبریل امین کو پتہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والی ہر چیز سے شدید محبت ہے۔ اور دوسرا میرا گمان کہتا ہے کہ جبریل امین بھی یہ چاہتے تھے۔ کہ جب جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا قصہ چھڑے۔ اس میں میرا نام بھی آنا چاہیے۔ آج کل ہم لوگ بھی جو شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دن جلسہ کرتے ہیں، کھانا پکا کر تقسیم کرتے ہیں، پانی اور دوسرے مشروبات پلاتے ہیں اور اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے کرتے ہیں تاکہ کل قیامت والے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ کہہ سکیں یارسول اللہ کربلا میں تو موجود نہیں تھے۔ مگر ہر سال اس دن کو (جو کچھ اللہ نے توفیق دی تھی۔ خرچ کر کے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں شریک ہونے کی کوشش ضرور کرتے رہے۔

جنّتی پھول کے کان میں محبوب خداؐ کا اذان کہنا:

چنانچہ روایت میں ہے۔ کہ

عن ابی رافع ، ان النبی ﷺ : اذن فی اذن الحسن و الحسین حین ولدا

" جب آپ کی ولادت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے کان میں اذان کہی۔ (معجم الکبیر طبرانی ، حدیث :2515)

☆ جب بھی کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے۔تو اہل خانہ کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی بزرگ شخص سے اسکے کان میں اذان کہلوائی جائے۔اب کسی کے کان میں کسی ولی نے اذان کہی، کسی کے کان میں کسی نبی نے اذان کہی۔مگر واہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما آپ کی شان کا کیا کہنا۔کہ جن کے کانوں میں نبیوں کے امام، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آوازِ دلنشین سے اللہ تعالی کی کبریائی اور یکتائی اور اسلام میں داخلے کی گواہی کے اعلانات کے رس گھولے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے شہزادوں کے نام رکھنا:

امام طبرانی اپنی معجم کبیر کے اندر روایت نقل فرماتے ہیں:

عن علی رضی اللہ تعالی عنہ انہ سمی ابنہ الا کبر حمزۃ، و سمی حسینا جعفرا باسم عمہ، فسما ھما رسول اللہ ﷺ حسنا و حسینا

(المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث 2713۔مسند احمد۔1/159۔مستدرک۔4/277)

حضرت علی المرتضے شیر خدا (رضی اللہ تعالی عنہ) روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بڑے شہزادے (حضرت امام حسنؓ) کا نام مبارک حمزہ اور سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالی عنہ) کا نام مبارک ان کے چچا حضرت جعفر (رضی اللہ تعالی عنہ) کے نام پر رکھا، پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) رکھا۔

امام حاکم لکھتے ہیں کہ

عن علی رضی اللہ عنہ قال: لما ولد حسن سماہ حمزہ. فلما ولد حسین رضی اللہ عنہ سماہ باسم عمہ جعفرًا قال: فدعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال: انی امرت ان اغیر اسم ہذین فقلت: اللہ ورسولہ اعلم. فسما ہما حسناً وحسیناً. رواہ احمد وابو ئعلی والحاکم (وقال حاکم: ہذا حدیث صیح الاسناد)

(مسند احمد: 1/ 159۔ مسند ابو یعلی: 1:384/ المستدرک للحاکم: الرقم: 7734)

حضرت علی علیہ السلام بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت امام حسنؓ پیدا ہوئے۔ تو انہوں نے ان کا نام حمزہ رکھا۔ اور جب حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے تو ان کا نام انکے چچا کے نام پر جعفر رکھا۔ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلا کر فرمایا: مجھے ان کے یہ نام تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) میں نے عرض کیا: اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکے نام حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) رکھے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فضائل صحابہ کے اندر رقم طراز ہیں:

حدثنا عبداللہ قال حدثنی ابی نا حجاج قال انا اسرائیل عن ابی اسحاق عن ہانی بن ہانی عن علی قال لما ولد الحسن جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت سمیتہ حربا قال بل ہو حسن فلما ولد الحسین قال ارونی ابنی ماسمیتموہ قلت سمیتہ حربا قال بل ہو حسین فلما ولد الثالث جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ قلت حربا قال ہو محسن ثم قال انی سمیتہم باسماء ولد ہارون شبر وشبیر ومشبر۔ (فضائل الصحابہ۔ حدیث 1365)

سیدنا علیؓ سے روایت ہے۔ کہ جب میرا بیٹا حسن پیدا ہوا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشریف لائے۔ میرے بیٹے کو دیکھ کر دریافت فرمایا: اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ تو حسن ہے۔ اسی طرح جب حسین پیدا ہوئے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے بیٹے کو دیکھ کر دریافت کیا: اسکا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تو حسین ہے۔ اسی طرح جب میرا تیسرا بیٹا پیدا ہوا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے بیٹے کو دیکھ کر دریافت کیا: اسکا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا۔ میں نے اسکا نام حرب رکھا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بلکہ یہ تو محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے انکے نام ہارون کے بیٹوں کے نام پر شبر، شبیر اور مشبر رکھے ہیں (جو کہ عبرانی میں تھے اور عربی میں حسن، حسین اور محسن ہیں)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کے بے مثل جنتی نام:

علامہ ابن حجر مکیؒ اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں رقمطراز ہیں:

اخرج ابن سعد عن عمران بن سلیمان قال:

الحسن و الحسین اسمان من اسماء اهل الجنة. ما سمت العرب بهما فی الجاهلية

حسن اور حسین یہ دونوں نام اہل جنت کے اسماء میں سے ہیں۔ اور اسلام سے پہلے عرب میں کسی نے یہ دونوں نام نہیں رکھے۔

(الصواعق المحرقہ ص 115، تاریخ الخلفاء: ج 1۔ ص 149)

☆ یعنی اللہ تعالی کی ذات نے وہ نام جو اپنے محبوب کے شہزادوں کے لئے استعمال ہونے تھے۔ ان کو کسی اور کو استعمال ہی نہ کرنے دیا۔ اور جنت کے سرداروں کے لئے نام بھی جنتی اور نام رکھنے والے تمام نبیوں کے امام۔ جنکے ناموں کی یہ شان ہے انکی ذاتوں کی کیا شان ہوگی؟

☆ جس رب کریم نے ان کے ناموں کی حفاظت فرمائی۔ اس رب کریم نے انکی ذاتوں کی حفاظت نہیں فرمائی ہوگی؟

☆ اب یہاں ایک اور بات بھی ذہن میں آتی ہے۔ کہ بخاری شریف میں ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو۔ تو اسکا نام عبداللہ یا عبدالرحمان رکھو۔ مگر جب اپنے بیٹوں کی باری آئی تو انکے نام یہ نہیں رکھے۔ بلکہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما رکھے۔ میرے وجدان کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتانا چاہتے تھے۔ کہ جن لوگوں کا ابھی ابھی کفر سے تعلق ٹوٹا ہے۔ انکو چاہیے کہ وہ لوگ اپنے بچوں کے نام عبداللہ اور عبدالرحمان رکھیں۔ مگر جنہوں نے آنکھ ہی کاشانہ نبوت میں کھولی ہو انکے لئے نام بھی حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ہونے چاہئیں۔

☆ یہ روایت پڑھنے کے بعد مجھے بچوں کے نام رکھنے کا جو مسلمانوں کے ہاں فلسفہ ہے۔ وہ بہت اچھی طرح سمجھ آیا۔ کہ ہر جگہ لوگ اپنے بچوں کے نام محمد، حسن، حسین، علی رکھتے چلے آرہے ہیں۔ اسکی وجہ یقیناً یہی ہوگی۔ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو نام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود رکھے اور دن رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس سے ادا ہوتے رہتے تھے۔ ان ناموں کو اپنے بچوں کے نام پر رکھ کر دو فائدے حاصل کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں روزانہ وہی نام ادا کر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ اور آخرت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں ان ناموں کا صدقہ شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ خود سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ عق عن الحسن و الحسین بکبشین کبشین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

اور امام حسینؓ کے عقیقہ میں دو دنبے ذبح فرمائے۔ (سنن النسائی: حدیث نمبر 4236)

☆ لغت میں ان بالوں کو عقیقہ کہتے ہیں۔ جو نومولود کے سر پر ہوتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں لڑکا یا لڑکی کی ولادت کے ساتویں روز جانور ذبح کرنے کو عقیقہ کہتے ہیں۔ لڑکے کی جانب سے دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکرا یا بکری ہے۔

اصل میں بچے یا بچی کے نام سے خون بہا کر اللہ تعالیٰ سے اس کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس نعمت خداوندی پر خوشی کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اب جن ہستیوں کے عقیقے خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے فرمائے۔ انکو حاصل ہونے والے فوائد کا کیا کہنا۔

امام حسینؓ کا گھوارے میں رونا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچنا:

عن زید بن ابی زیاد قال خرج رسول اللہ ﷺ من بیت عائشة فمر علی بیت فاطمة فسمع حسینا یبکی فقال: الم تعلمی ان بکائه یؤذینی (نور الابصار فی مناقب ال بیت النبی المختار۔ ص 139)

سیدنا زید بن ابوزیادؓ سے روایت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ اور حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے دولت خانہ سے گزر ہوا۔ امام حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی! کیا آپ کو معلوم نہیں! ان کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔

☆ قربان جاؤں امام حسین علیہ السلام پہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر شدید محبت کہ اپنے گھر میں والدہ ماجدہ کے پاس رونے سے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچتی تھی۔ تو ذرا درد دل سے سوچئے کہ جب تن تنہا امام حسین علیہ السلام کے جسم پاک پر برچھیوں، نیزوں اور تلواروں کے وار کئے گئے ہونگے۔ اس وقت دونوں جہان کے

میر و مختار کو پہنچنے والی تکلیف کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ بلکہ اس قدر تکلیف پہنچی کہ آپ ﷺ اپنی قبر شریف سے نکل کر کربلا کی تپتی ریت پر سے امام حسین علیہ السلام اور آپکے ساتھیوں کا خون بوتل میں محفوظ کرتے ہوئے اس حالت میں پائے گئے۔ کہ کربلا کی خاک مبارک آپکے سر کے بالوں اور چہرہ انور کے بوسے لی رہی تھی۔

شہزادوں کو گرمی لگنا بھی سرکار دو جہاں ﷺ کو گوارہ نہیں:

عن فاطمة سلام الله عليها قالت :ان رسول الله ﷺ أتا ها يوماً فقال : اين ابناى ؟ فقالت :ذهب بهما على فتوجه رسول الله ﷺ فوجدهما يلعبان فى مشربة وبين ايدهما فضل من تمر فقال : يا على لا تقلب ابنى قبل الحر (رواه الحاكم المستدرک للحاکم :3/180، الرقم:4774)

حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: کہ ایک روز نبی پاک ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضرت علیؓ ان کو ساتھ لے گئے ہیں۔ نبی پاک ﷺ ان کی تلاش میں متوجہ ہوئے۔ تو انھیں پانی پینے کی جگہ پر کھیلتے ہوئے پایا۔ اور انکے سامنے کچھ کھجوریں بچی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! خیال رکھنا میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔

☆ قارئین: اندازہ لگائیں۔ کہ جن کی تلاش میں نوری فرشتوں کا سردار زمین پر آتا ہے۔ وہ خود حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی تلاش میں ہیں۔ اور والد گرامی حضرت مولا علی مشکل کشاءؓ کو فرمایا جا رہا ہے۔ کہ میرے بیٹوں کو گرمی شروع ہونے سے پہلے واپس لے آنا۔ حالانکہ گرمی تو ہر بچے کو لگتی ہے۔ اور عموماً سب بچے گرمی میں کھیلتے بھی ہیں۔ مگر کہا یہ سب نہیں یہ حسنؓ ہے یہ حسینؓ ہے۔ ان کو گرمی بھی لگے۔ تو مجھے تکلیف پہنچتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے بتانا چاہا کہ اے امام حسینؓ مجھے معلوم ہے۔ کہ تم پر بہت بڑا امتحان

آنے والا ہے۔ میں اس وقت ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرما چکا ہونگا۔ مگر ابھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں بھی ظاہری طور پر موجود ہوں اور تجھے کوئی تکلیف پہنچ جائے؟۔

☆اور یہاں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنے ''بیٹے'' فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا فرشتے کے ذریعے شہزادوں کی حفاظت فرمانا:

ایک دن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پریشانی کے عالم میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبب معلوم کیا۔ تو عرض گزار ہوئیں۔ میرے دونوں لختِ جگر کہیں کھو گئے ہیں۔ نہ جانے اس وقت کہاں ہوں۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا دونوں شہزادے فلاں مقام پر سو رہے ہیں۔ اور انکی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے۔ دیکھا فرشتے نے ایک پر نیچے اور ایک پر اوپر رکھا ہوا ہے۔ اور دونوں شہزادے آرام فرما ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل دیئے۔ سرِ راہ حضرت ابو بکر صدیق غار یار رضی اللہ عنہ ملے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شہزادہ مجھے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ اور فرمایا:

''دیکھیئے ان کے لئے سواری کتنی اعلیٰ ہے۔ اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اعلیٰ ہیں''

جب آپ مسجد شریف میں تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے افراد نہ بتاؤں۔ جو تمام مخلوق سے اعلیٰ ہیں؟

عرض کیا: فرمایئے:

کہا: ان بچوں کے نانا اور نانی۔ صحابہ نے تصدیق فرمائی۔ پھر فرمایا: ان کا نانا میں نانی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ سب سے بہتر ہیں۔ پھر ان کے والدین سب سے بہتر ہیں جو علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ پھر انکے چچا اور پھوپھی سب سے بہتر ہیں۔ چچا

حضرت جعفرؓ اور پھوپھی حضرت ام ہانیؓ ہیں۔ پھر انکے ماموں اور خالہ سب سے بہتر ہیں۔ انکے ماموں عبداللہ طیب وطاہر، قاسم وابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

(نزہت المجالس۔ للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوریؒ۔ ج2،ص547،طبرانی)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر خطبہ کو موقوف فرمانا:

چنانچہ جامع ترمذی۔ سنن ابوداؤد۔ سنن نسائی شریف میں حدیث مبارک ہے:

حدثنی عبدالله بن بريدة قال سمعت ابی : بريدة يقول كان رسول الله ﷺ يخطبنا اذ جاء الحسن و الحسين عليهما السلام عليهما قميصان احمرن يمشيان ويعثران فنزل رسول الله ﷺ من المنبر فحملهما ووضعهما بين يديه ثم قال صدق الله (انما اموالكم واولادكم فتنة) فنظرت الى هذين الصبيين يمشيان ويعثران فلم اصبر حتى قطعت حديثي ورفعتهما

(جامع ترمذی۔ حدیث 4143۔ سنن ابی داود، حدیث 1111۔ سنن نسائی، حدیث 1396)

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت بریدہؓ کو فرماتے ہوئے سنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ کہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرخ دھاری دار قمیض مبارک زیب تن کئے ہوئے آرہے تھے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر شریف سے نیچے تشریف لائے۔ امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھالیا۔ پھر (منبر شریف پر جلوہ افروز ہوکر) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: (تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک امتحان ہے) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے آرہے تھے۔ لڑکھڑا رہے تھے۔ مجھ سے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے اپنے خطبہ کو موقوف کر کے انھیں اٹھالیا ہے۔

☆اس حدیث پاک میں غور فرمائیں۔کہ راوی نے جونقشہ کھینچا ہے۔شہزادوں کے آنے کا۔کہ ''سرخ دھاری دار قمیص مبارک زیب تن کئے ہوئے آرہے تھے''۔سب سے پہلی بات قربان جاؤں ایسی تیاری پہ کہ جس ہستی نے ان کپڑوں کا انتخاب کیا ہے۔اور پھر یہ کپڑے اپنے پاک ہاتھوں سے تیار کئے ہیں۔وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔اور جن شہزادوں کو پہنائے گئے ہیں۔وہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔اور قمیص بھی سرخ ہو اور ہو بھی دھاری دار اور اب اندازہ لگائیں کہ جب اس شان وشوکت کے ساتھ یہ نورانی شہزادے آئے۔تو دونوں جہانوں کے میر ومختار اور رسولوں کے امام نے۔

1۔ اپنا خطبہ مبارک چھوڑ دیا

2۔ نہ صرف اپنا خطبہ چھوڑا بلکہ منبر پہ تشریف فرما تھے۔کھڑے ہو گئے

3۔ نہ صرف کھڑے ہو گئے۔بلکہ منبر شریف سے نیچے تشریف لانا شروع کر دیا۔

4۔ نہ صرف نیچے تشریف لائے۔بلکہ شہزادوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

5۔ نہ صرف چلنا شروع کیا۔بلکہ بیقراری میں تیزی سے شہزادوں تک پہنچے۔اور ان دونوں کو اُٹھالیا۔

6۔ نہ صرف اُٹھالیا۔بلکہ واپس جا کر منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے۔اور دوبارہ خطبہ مبارک کو شروع فرمادیا

اس سے پتہ چلا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتانا چاہا۔

1۔ جب میں منبر پر بیٹھ کر کچھ بولوں تو وہ دین، میں جس ادا سے اٹھ کر آؤں وہ دین۔حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کو اُٹھاؤں اور پیار کرتے ہوئے واپس آکر کے منبر پر بیٹھ جاؤں وہ دین۔اور پھر دوبارہ خطبہ شروع کردوں وہ دین۔

2۔ اور جب میں شروع میں تبلیغ کر رہا تھا وہ خطبہ جب دونوں شہزادوں کی طرف گیا اور پیار کرتے ہوئے اُٹھا کر واپس منبر پر آیا۔وہ بھی خطبہ۔اور دوبارہ سے تبلیغ

شروع کی وہ بھی خطبہ۔اب ذہن میں سوال اُٹھتا ہے۔کہ شروع اور آخر میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ فرمائی وہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ خطبہ ہے۔مگر یہ منبر کو چھوڑ کر جانا۔شہزادوں کو اُٹھانا۔پیار کرنا۔واپس آکر اپنے پہلوؤں میں بٹھانا۔یہ کیسے خطبہ ہوا۔کہا ضروری نہیں جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے وہ بات کچھ ہوتی نہیں۔اصل قصہ یہ ہے۔کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ نبوت دیکھ رہی ہے۔کہ آپ کا ایک بیٹا خطبے کو اُس طرح جاری رکھے گا۔کہ مسلمانوں کے خون اس کے خطبے کی وجہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔اور دین کو بڑے نقصان سے بچالے گا۔اور دوسرا بیٹا اُس وقت ایسے ایسے عظیم خطبے دے گا اور حق و باطل کو روز روشن کی طرح واضح کر کے چھوڑ دے گا۔کہ جب باطل اپنی پوری قوت کے ساتھ دین کو مٹانے کے لئے میدان میں سرگرم ہو چکا ہوگا۔اور پھر دنیا میں لوگوں نے تب تک ہی خطبے دیئے ہیں۔جب تک ان کی جان بدن میں ہوتی ہے۔مگر اے دنیا والو یاد رکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے کی جان اسکے بدن سے نکل چکی ہوگی۔سر اسکا نیزے پر چڑھا دیا گیا ہو گا۔تب یہ قرآن کی ایسی تلاوت کرے گا۔قرآن کی ایسی تفسیر بیان کرے گا۔ایسا خطبہ دے گا۔کہ جسکی مثال نہ کبھی پہلے تھی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی۔

☆ قارئین غور فرمائیں: شہزادے ہر دفعہ مسجد میں ہی تشریف لاتے ہیں۔کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ انکی والدہ ماجدہ کی کیا ارفع و اعلیٰ تربیت ہے۔کہ بچپن سے ہی شہزادوں کو مسجد کی طرف بھیج دیا کرتی تھیں اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی کرامت نہیں کہ صحیح طرح چل نہیں سکتے مگر معلوم ہے۔کہ جانا مسجد میں ہے۔اور جانا بھی کسی اور کے پاس نہیں بلکہ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے۔

☆ اس حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''رفعتھما'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔اب جن کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفعت عطا فرما رہے ہوں۔اپنے ساتھ منبر پر بٹھا

رہے ہوں۔ ان کا مرتبہ کون گھٹا سکتا ہے، کون نیچا دکھا سکتا ہے۔؟

☆ یہ بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے تشریف لائیں۔ تو انکی تعظیم کے لئے اگر منبر پر بھی ہو تو نیچے اتر آؤ۔ اور پھر ان کو اپنی مجالس میں باقی لوگوں سے اونچے مقام پر بٹھاؤ۔ اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اگر کوئی ضروری سے ضروری کام بھی کر رہے ہو۔ تو اسکو چھوڑ کر پہلے انکی ضرورت کا خیال کرو۔

☆ اور یہ بھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹوں کو ساتھ بٹھا کر بتا دیا۔ کہ منبر میرا یا میرے بیٹوں کا ہے۔ اسی لئے اس سنت پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے شہزادوں کے کہنے پر منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیچے اتر آئے تھے۔ اور اسی طرح انکو اٹھا کر اپنے ساتھ منبر پر بٹھا لیا تھا۔ (یہ واقعہ آئندہ آنے والا ہے)

☆ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین نے یہ کیوں نہیں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے اتنے ضروری رکن کو چھوڑ کر۔ ہم سب کو انتظار میں چھوڑ کر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کی طرف کیوں تشریف لے گئے۔؟ دین کے مقابلے میں شخصیت پرستی کی راہ ہموار ہو رہی ہے (جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے)؟۔ انہوں نے اس لئے نہیں کہا۔ کہ وہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھنے والے لوگ تھے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ اس میں بھی بے شمار راز چھپے ہوئے ہیں۔ جو کے وقت آنے پر ظاہر ہونگے۔ اور پھر واقعی جس حسین علیہ السلام کے لئے خطبے چھوڑے گئے۔ انہوں نے ثابت کر دیا:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاطر سجدوں کو لمبا کرنا:

عن عبداللہ بن شداد عن ابیہ قال: خرج علینا رسول اللہ ﷺ فی احدی صلاتی العشاء وھو حامل حسناً او حسیناً فتقدم رسول اللہ ﷺ فوضعہ ثم کبر للصلاۃ فصلی فسجد بین ظھر انی صلاتہ سجدۃ أطالھا قال ابی فرفعت رأسی واذا الصبی علی ظھر رسول اللہ ﷺ وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ ﷺ الصلاۃ قال الناس یا رسول اللہ ﷺ انک سجدت بین ظھر انی صلاتک سجدۃ أطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر او انہ یوحی الیک ،قال کل ذلک لم یکن الغانہ الکن ابنی ارتحلنی فکرھت ان أعجلہ حتی یقضی حاجتہ

(سنن النسائی ۔حدیث 1149/ مسند احمد ۔حدیث 16456/المعجم الکبیر للطبرانی۔حدیث 6963/السنن کبری بیھقی۔حدیث 3558/السنن کبری للنسائی۔حدیث 727/مصنف ابن ابی شیبۃ ۔ج7،ص514/ مستدرک علی الصحیحین۔حدیث 6707_4759)

حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے۔وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ۔انہوں نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب یا عشاء کی نماز کے لئے ہمارے پاس تشریف لائے۔اس حال میں کہ آپ حضرت امام حسنؓ یا اما حسینؓ کو اُٹھائے ہوئے تھے۔پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔اور انھیں بٹھا دیا۔پھر آپ نے نماز کے لئے تکبیر فرمائی اور نماز ادا فرمانے لگے۔نماز کے دوران آپ نے طویل سجدہ فرمایا۔میرے والد کہتے ہیں: میں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہیں اور شہزادہ رضی اللہ عنہ آپ کی پشت انور پر ہیں۔

تو میں پھر سجدے میں چلا گیا جب نبی پاک ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے نماز میں سجدہ اتنا دراز فرمایا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں پیش آیا۔ یا آپ پر وحی الٰہی کا نزول تو نہیں ہو رہا تھا؟ تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ سوائے یہ کہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ اور جب تک اسنے اپنی حاجت پوری نہ کر لی میں نے عجلت کرنا پسند نہ کیا۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک ﷺ کے مبارک کاندھوں پر مختلف اوقات میں فرض نمازوں کے دوران سوار ہو جایا کرتے تھے۔۔۔ مزید روایات یہ ہیں:

المعجم الکبیر۔ للطبرانی۔۔ الرقم: 7107، 6259، 6282، 1141

☆ نبی پاک ﷺ کے آنے کا کیا ہی پیارا انداز ہے۔ کہ امام المرسلین شہزادے کو اٹھا کر ساتھ لا رہے ہیں۔ اور اپنے ساتھ انکو مصلی امامت پر بٹھا دیا۔ پھر آپ ﷺ نماز ادا فرمانے لگے۔ دوران نماز راوی فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے نہایت طویل سجدہ فرمایا۔ تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا: کہ سرکار دو جہاں سجدے میں ہیں اور لاڈلا آپ ﷺ کی پشت انور پر سوار ہیں۔

پہلی بات روایت کرنے والے صحابی رسول ﷺ کتنے خوش نصیب ہیں۔ کہ ایسے دلفریب نظارے انکو دیکھنے کو میسر آئے۔ اور پھر کسی نے انکو یہ نہیں کہا۔ کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی کیونکہ تم نے دوران نماز سر اٹھا کر دیکھا۔

☆ صحابہ نے اپنے اجتہاد سے جو سمجھا۔ وہ پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو کوئی حادثہ تو نہیں پیش آیا یا وحی کا نزول تو نہیں ہو رہا تھا؟ آپ ﷺ نے دونوں باتوں کی نفی فرمائی۔ اور فرمایا: اصل میں

''میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ اور جب تک اسنے اپنی'' حاجت'' پوری نہ کر لی

میں نے جلدی کرنا پسند۔ ناپسند نہ کیا"

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاجت کیا تھی۔؟ اسکے لئے آپ کو یاد کراتا ہوں وہ واقعہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضور مولا کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ کو فرمایا تھا۔ کہ اے علی میرے اوپر سوار ہو کر کعبے کے اندر جتنے یہ جتنے بت ہیں۔ انکو گرادو۔ جب وہ یہ کام سرانجام دے رہے تھے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نے پوچھا تھا۔ اے علیؓ کیسا محسوس کر رہے ہو۔ تو جواباً آپ نے فرمایا تھا۔ یا رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری حالت ایسی ہے۔ کہ اگر آپ اجازت دیں تو عرش کا پایا پکڑ لوں۔ لوں۔ اب غور فرمائیں۔ کہ جو ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے مبارک پر سوار ہو۔ اسکی۔ اسکی نظر عرش کے پائے تک پہنچتی ہے۔

تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت نماز میں جب کہ آپ اللہ تعالی سے ہمکلام ہو رہے ہوں اس وقت سوقت سواری کرے۔ تو یقیناً اس کی نظر مالک کے دیدار کے مزے لوٹ رہی ہوگی۔ اور پھ۔ اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان حال سے یہ بھی بتانا چاہا۔ کہ جب دوران نماز میری مرضی تھی کہ قبلہ بدل جائے۔ تو رب تعالی نے فرمایا: میرے یار نماز ہے میری اور قبلے کی تبدیلی کی تبدیلی ہے مرضی تیری۔ ہم کہتے ہیں۔ ہماری نماز کو روک لے اور پہلے تو اپنی مرضی پوری پوری کر لے۔ آج جب میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوا۔ جبکہ میں رب تعالی سے نماز کی حالت میں میں ہمکلام تھا۔ تو میرے بیٹے کی حاجت تھی۔ کہ وہ اللہ تعالی کے دیدار کے مزے لوٹے لوٹے۔ تو رب نے مجھے اجازت دی کہ او میرے یار آج تیرے بیٹے کی مرضی ہے کہ وہ، کہ وہ ہمارے دیدار کے مزے لوٹے۔ تو چونکہ او میرے یار! تو کہہ چکا ہے کہ یہ مجھ سے سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اسلئے آج پھر تیرے جگر کے ٹکڑے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ ہیں کہ نماز ہے ہماری اور تیرے یار کی مرضی ہے دیدار۔ تو ہم کہتے ہیں ہماری نماز کو روک روک لو اور اسکو اپنی مرضی پوری کر لینے دو۔

☆ یہ بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ جب اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فرد آپکے ضروری سے ضروری کام کے دوران آجائے۔تو اپنا کام روک کر پہلے اسکی حاجت کو پورا کرنا چاہیے۔اور اسے اپنی جگہ پہ بٹھانا چاہیے۔

حسین ؓ مجھ سے ہے اور میں حسین ؓ سے ہوں:

حضرت یعلی بن مرہ ؓ فرماتے ہیں کہ

انهم خرجوا مع النبی ﷺ الی طعام دعواله۔ فاذا حسین یلعب فی السکة، قال فتقدم النبی ﷺ امام القوم وبسط یدیه فجعل الغلام یفرهنا وهنا ویضاحکه النبی ﷺ حتی اخذه فجعل احدی یدیه تحت ذقنه والاخری فی فأس رأسه فقبله وقال : حسین منی وانا من حسین ،احب الله من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط (سنن الترمذی۔4/204۔ابن ماجہ۔1/15)

چند صحابہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دعوت پر گئے۔جسکے لئے مدعو کئے گئے تھے۔پس اچانک حضرت امام حسین ؓ گلی میں کھیل رہے تھے۔صحابی کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھوں کو پھیلایا۔حضرت امام حسین ؓ ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگے۔اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ہنسا رہے تھے۔یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پکڑا اور اپنا ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور ایک ہاتھ سر کے پچھلی طرف رکھا اور (رخسار امام پاک پر) بوسہ دیا اور فرمایا:

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔

اللہ تعالی اس شخص سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرتا ہے

حسین بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے

یہ روایت ''حسین منی وانا من حسین، احب اللہ من احب حسینا، حسین سبط من الاسباط'' کے متن کے ساتھ

عبداللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن ابی راشد عن یعلی العامری کی سند سے درج ذیل کتابوں میں موجود ہے۔

(مسند امام احمد و فضائل الصحابة ،مصنف ابن ابی شیبه ،المستدرك للحاكم ، صیح ابن حبان ، المعجم الكبير للطبرانی، سنن ابن ماجه ،سنن الترمذی)

اس کی سند حسن ہے ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور اسے ابن حبان ، حاکم اور ذھبی نے صحیح کہا ہے

☆ قارئین: مذکورہ بالا روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خاص انداز سے امام حسین علیہ السلام کے رخساروں پر بوسہ دیا۔ آج بھی مسلمانوں کے ہاں جب خاندان کی بزرگ خواتین اپنے بچوں سے ملتی ہیں تو وہ اسی طرح ملتی ہیں ۔یعنی وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدنظر رکھتی ہیں۔

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امام حسینؓ سے محبت کی شدت کا اندازہ لگائیے۔ کہ جب جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؓ کو دیکھتے تھے۔تو آس پاس کے ماحول سے بے نیاز ہو جاتے ۔ جب خوب پیار فرما لیتے ۔تو دیکھنے والوں کے ذہنوں میں اس شدید محبت کے بارے میں جو سوال آتے تھے۔ انکے جوابات بھی ساتھ ہی فرما دیا کرتے تھے۔

☆ مذکورہ بالا روایت میں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو پیار فرما لیا۔تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین (اور جو آئیندہ قیامت تک آنے والے لوگ تھے) کو مخاطب کرتے ہوئے اتنا پیار کرنے کی وجوہات بیان فرمائیں: کہ

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

اس فرمان کے جہاں اور بے شمار پہلو ہیں۔ وہاں یہ بھی بتانا چاہا۔ کہ میرے پردہ فرمانے کے بعد ایسے لوگ پیدا ہونگے۔ جو اس بات پر جھگڑے کریں گے۔ کہ یہ میری اولاد میں ہیں کہ نہیں۔ انکے نام کے ساتھ علیہ السلام لکھنا چاہیے کہ نہیں۔ چنانچہ جب اس طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑے تو اس وقت میرا یہ فرمان یاد کرا دینا۔ کہ جب میں نے یہ کہہ کر بات ہی ختم کردی کہ ''حسین مجھ سے ہے'' اور اگر پھر بھی کوئی تردد باقی رہے تو میں اس سے بھی بڑی بات کہہ دیتا ہوں۔ کہ '' میں حسین سے ہوں''۔

☆ ''حسین مجھ سے ہے'' یعنی حسینؓ کی اصل میں ہوں، مصدر حسینؓ ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور (میں حسینؓ سے ہوں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا مظہر ذاتِ حسینؓ ہے۔ پیدائش سے لے کر کربلا تک حسینؓ مجھ سے ہے۔ اور کربلا سے لیکر آج تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسینؓ سے ہیں۔

☆ اللہ کا محبوب بننے کا سب سے آسان طریقہ بھی ارشاد فرما دیا۔ کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا چاہتا ہے۔ اسکو چاہیے کہ وہ امام حسین علیہ السلام (امام حسن علیہ السلام کے بارے میں بھی ایسے ہی ارشاد ہوئے ہیں) سے پیار کرے۔

☆ اس حدیث میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان نبوت سے امام حسین علیہ السلام کو اپنا بیٹا فرمایا۔

لعاب امام حسنؓ امام الانبیاءؑ کے کاندھے پر:

حدثنا عبداللہ قال: حدثنا ابی قثنا وکیع ناحماد بن سلمة عن محمد عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ رایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم حامل الحسن بن علی علی عاتقه ولعابه یسیل علیه (فضائل الصحابة۔ امام احمد بن حنبل۔ حدیث 1370)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ

نے سیدنا حسن بن علیؓ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا تھا۔ اور انکے منہ مبارک کا لعاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر بہہ رہا تھا۔

☆ ذرا سوچئے کہ جس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے کوئی شخص اپنی آواز اگر اونچی کر دے۔ تو اسکے سارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ جس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک عرش بریں پر لگتے ہوں اسکا کندھا مبارک ہو۔ اس پر کوئی سوار ہو۔ سوار نہ ہو بلکہ اسکا لعاب اس کندھے مبارک پر گر رہا ہو۔ پھر اس ہستی کی عظمتوں کا کیا کہنا؟

☆ جن کی آواز سے کسی کی آواز اونچی ہو گئی۔ اسکے سارے اعمال ضائع۔ مگر یہاں تو کسی کا لعاب دہن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر گر رہا ہے۔ کوئی آیت نہیں اتری، کوئی حکم نہیں آیا۔ کہا یہ کوئی نہیں ہے۔ یہ حسنؓ ہے۔ جو جز و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

حضرت امام حسنؓ تاجدارِ انبیاءؑ کے سینہ اقدس پر:

حدثنا عبداللہ قال: حدثنی ابی نا وکیع نا بن ابی لیلی عن اخیہ عیسی بن عبدالرحمن عب ابیہ عبدالرحمن عن جدہ قال: کنا عند النبی ﷺ فجاء الحسن بن علیؓ یحبو حتی صعد علی صدرہ فبال علیہ فابتدرنہ خذہ فقال النبی ﷺ ابنی ابنی ثم دعا بماء فصبہ علیہ

(فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبلؒ۔ حدیث 1385)

عبدالرحمن اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ان کے دادا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو سیدنا امام حسنؓ گھسٹتے ہوئے آکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک پر بیٹھ گئے۔ اور پیشاب کر دیا۔ تو ہم نے ان کو پکڑنا چاہا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (چھوڑو) بیٹا ہے۔ (چھوڑو) یہ میرا بیٹا ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا اور اس پر بہا دیا۔

☆ جس ہستی کے بدن پاک پر رب تعالی کبھی مکھی نہ بیٹھنے دے اس ہستی کے سینہ اقدس پر کوئی پیشاب کر دے۔؟ اسی وجہ سے صحابہ کرام نے جب پکڑنا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ چھوڑ دو۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اور پھر اے امام حسن علیہ السلام آپ کی عظمتوں کے کیا کہنے۔ کہ محبوب خدا، نبیوں کے امام نے خود اپنے اُس دست اقدس سے اسکو صاف فرمایا۔ کہ جو قیامت کی گرمی میں اٹھ جائیں گے۔ تو رب تعالی قیامت کا حساب وکتاب شروع فرمائے گا۔ اور گرمئ قیامت میں جس کے کندھے پر رکھ دیئے جائیں گے۔ اسکے بیڑے پار ہو جائیں گے۔

☆ میرا گمان کہتا ہے۔ کہ آسمانوں میں کتنے ہی فرشتوں نے رب کریم کی بارگاہ میں عرضیاں پیش کی ہونگی کہ مولا کریم ہمیں اجازت دے کہ ہم جائیں اور یہ سعادت ہم حاصل کریں (جیسا کہ ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے ساتھ کوئی شے لگ گئی۔ تو جبریل امین کو بھیجا گیا۔ کہ وہ آپ کو آگاہ فرمائیں)۔ مگر رب کریم نے فرمایا ہوگا۔ او میرے فرشتو بے شک تم سچے ہو۔ مگر یہاں میرے یار کی مرضی حائل ہو گئی ہے۔ کہ وہ شہزادے کے پیشاب کو خود صاف کرنا چاہتے ہیں۔

سواری کی تعریف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی اور سوار کی تعریف سرکار علیہ السلام کی زبانی:

خلیفہ ثانی، دعاء مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: کہ

رایت الحسن والحسین علی عاتقی النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فقلت نعم الفراس تحتکما فقال النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ونعم الفارسان (مجمع الزوائد-9/185)

میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر سوار تھے۔ میں نے کہا: تمہارے نیچے کتنی اچھی سواری ہے۔ (جسکے جواب میں) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: (اگر سواری کمال کی ہے تو) سوار ہونے والے بھی تو کیا ہی اچھے ہیں:

اسی طرح ترمذی میں ہے۔ کہ

عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ حامل الحسن بن علي على عاتقه فقال رجل: نعم المركب ركبت يا غلام فقال نبي ﷺ: نعم الراكب هو

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ حضرت امام حسنؓ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے کہا: اے لڑکے: تو کتنی اچھی سواری پر سوار ہے۔ (تو جواباً) نبی پاک ﷺ نے فرمایا: سوار بھی تو کیا ہی اچھا ہے۔

(ترمذی۔ الرقم: 3784 / حیاۃ الصحابہ ج 3: ص 512)

☆ جب سوار کو مخاطب کر کے کہا گیا۔ تمہارے نیچے سواری کتنی اچھی ہے۔ تو نبی پاک ﷺ کا فرمانا یقیناً سواری تو بہت اچھی ہے۔ مگر سوار بھی تو دیکھو ناں کون ہے۔ اسکا بھی تو ذکر کرو ناں۔ اور پھر نبیوں کے تاجدار ﷺ نے خود زبان نبوت سے سوار کی تعریف فرمائی۔ اور بتانا چاہا کہ سوار اور سواری میں کوئی جوڑ نہ ہو، کوئی مناسبت نہ ہو تو حسن کے، تعریف کے کوئی پہلو بیان کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ مگر یہاں خود حسن کے پاس اور تعریف کے پاس وہ زبان کہاں جو سوار اور سواری کے حسن اور تعریف کو بیان کر سکے۔ سواری امام الانبیاء اور سوار نبی پاک ﷺ کے جسم اطہر کے ٹکڑے، جزو رسول ﷺ

☆ جس ہستی کی اچھائی، شان خود اللہ کے محبوب فرما رہے ہوں۔ آج انکی شان سوائے بد بخت، شقی، بے اصل اور جہنمی کے اور کون گھٹانے کی کوشش کرے گا۔ ہاں البتہ وہ اپنی اصل ضرور ظاہر کر دیتا ہے۔

☆ جس ہستی کے پاؤں مبارک کی تلیوں پر نوری فرشتوں کے سردار کے لب لگ

رہے ہوں۔ تو اس کے کندھوں پر بیٹھنے والوں کی شان کا پھر کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

☆ جس ہستی کے نعلین پاک عرش پہ پڑتے ہیں اس ہستی کے کندھوں کے سوار کا نام حسنؓ ہے۔ اسکی ہستی کے کندھوں کے سوار کا نام حسینؓ ہے۔

☆ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتانا چاہا۔ کہ میں نے اپنے کندھوں پہ بٹھا کر حسن و حسینؓ کو وہ ارفع و اعلیٰ شان عطا کر دی ہے۔ کہ انکی شان اب اوپر کی طرف ہی جائے گی۔ نیچے کبھی نہ آئے گی۔ اور جب بھی میرے شہزادوں کا ذکر کرنے لگو تو پہلے اپنے اپنے چہروں کو اوپر کی طرف حرکت دو اور پھر انکی شان ارفع بیان کرو اعلیٰ سے اعلیٰ بیان کرو۔ کیونکہ انکی شان اب بلندی کی طرف جائے گی پستی کی طرف کبھی نہ جاسکے گی۔ جس کو میں بلندی کی طرف لے کر جانا چاہوں۔ اسکو کون پستی کی طرف لے جاسکتا ہے۔

☆ براق پر سوار ہونیوالی ہستی۔ خود امام حسنؓ کی سواری امام حسینؓ کی سواری۔

☆ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جس سواری پہ ایک دفعہ تشریف فرما ہو جائیں۔ اسکو سواریوں کی صفوں میں بے مثل کر کے چھوڑ دیں۔ جس تلوار کو ایک دفعہ استعمال فرمالیں اسکو تلواروں کی صفوں میں یکتا کر کے چھوڑ دیں۔ تو جسکو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے اوپر سوار فرما لیں۔ اور جو بنا ہی خون رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہو۔ اسکی مثل بھلا کہاں مل سکتی ہے۔

میرے ماں باپ ان پر قربان

امام ابو نعیمؒ اور امام بیہقیؒ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ اچانک امام حسنؓ اور امام حسینؓ آئے۔ وہ دونوں بچے تھے۔ سو جب نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں

گئے۔تو وہ آپ کی پشت پر کودنے لگے۔لوگ ان دونوں کی طرف بڑھے۔تاکہ انہیں ہٹادیں۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ذروھما بابی و امی من احبنی فلیحب ھذین

انھیں رہنے دو! ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے۔تو اسے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے محبت کرے

(حلیۃ الاولیاء ج8ص305 / السنن الکبری للبیہقی ج2ص263)

☆ تمام صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔مگر قربان جاوں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔میرے ماں باپ حسنؓ وحسینؓ پر قربان۔

☆ اور پھر فرمایا جو مجھ سے محبت کا دم بھرنے والے ہیں۔ان کو چاہیے کہ وہ ان دونوں شہزادوں سے بھی محبت کریں۔یعنی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب ذکر کرو تو محبت حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی ذکر کرو۔

حسنین کریمین (رضی اللہ عنہما) کا تختیاں لکھنا اور خدائی فیصلہ:

چنانچہ امام صفوریؒ لکھتے ہیں:

کتب الحسن و الحسین فی لوحین وقال کل واحد منھا خطی احسن الحکم الی الفاطمۃ فدفعت الحکم الی جدھا فقال: لا یحکم بینھما الا جبریل فقال جبریل لا یحکم بینھما الا رب العزۃ فقال: رب العزۃ یا جبریل خذ تفاحۃ من الجنۃ واطرحھا علی اللوحین نحن وقعت علی خطہ فھو احسن فلما القھا قال اللہ تعالی کونی نصفاً نصفاً فوقع نصفھا علی خط الحسن والنصف الاخر خط الحسین

امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے دو تختیوں پر لکھا اور ان میں سے ہر ایک کہنے لگا: میرا خط اچھا ہے۔ پھر اپنے والد گرامی حضرت علیؓ سے فیصلہ چاہا۔ انہوں نے سیدہ فاطمہ ؓ کے پاس فیصلہ کے لئے بھیجا۔ سیدہ فاطمہؓ نے اپنے بچوں کو نانا جان کی بارگاہ میں بھیجا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کا فیصلہ جبریل علیہ السلام کریں گے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا سوائے رب العزت کے ان دونوں شہزادوں کا فیصلہ کوئی نہیں کرے گا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اے جبریل جنت سے ایک سیب لے کر ان دونوں تختیوں پر ڈال دو۔ جسکی تحریر پر وہ گرے۔ وہی بہتر ہے۔ جب جبریل نے سیب لا کر ڈالا۔ تو خدا تعالی نے اسے حکم دیا۔ کہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جا۔ پس وہ آدھا امام حسنؓ کے خط پر اور آدھا امام حسینؓ کے خط پر گر پڑا۔ (یعنی رب کریم کا فیصلہ ہے کہ دونوں کا خط اچھا ہے) (نزہتہ المجالس۔ص193)

☆ جن کی دل آزاری حضور مولائے کائنات علیہ السلام نہیں کرنا چاہتے، سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا نہیں کرنا چاہتیں، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کرنا چاہتے، جبریل امین نہیں کرنا چاہتے بلکہ خود رب ذوالجلال نہیں کرنا چاہتا۔ انکی دل آزاری پھر کسی اور کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے۔؟ اب ذرا اندازہ لگایئے جن لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے بچوں کو شہید کیا۔ ان لوگوں نے صرف دل آزاری نہیں کی بلکہ قیامت آنے سے پہلے ان پاکوں پر قیامت ڈھادی۔

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے روایت بیان فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں

کان الحسن والحسین یصطرعان بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین کریمین ؓ سے بیعت لینا:

حضرت امام جعفر صادق ؓ اپنے والد حضرت امام محمد باقر ؓ سے روایت کرتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن ؓ وامام حسین ؓ ،عبداللہ بن عباس ؓ اور عبداللہ بن جعفر ؓ سے بیعت لی جبکہ یہ نابالغ بچے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سوا کسی بچے سے بیعت نہیں لی۔

(البدایہ والنہایۃ۔8/226)

☆ اسکا مطلب ہے۔کہ وہ بچپنے میں ہوکر کے بھی شعور کی بلندیوں پر تھے۔

شہزادوں کا بیمار ہونا اور انعامات الٰہیہ کی برسات

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن ؓ اور حضرت امام حسین ؓ بیمار ہوگئے۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام انکا حال دریافت کرنے کے لئے تشریف لائے۔تو کچھ صحابہ کرام نے کہا: اے مولا علی ؓ آپ کوئی نذر مانیں۔تو حضرت علی المرتضی شیر خدا ؓ نے فرمایا: میں آج سے ہی نذر مانتا ہوں کہ میں اور میری زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا شہزادوں کو آرام آنے پر تین (۳) روزے رکھیں گے۔شہزادوں کو اللہ تعالی نے شفا دے دی۔اب ان تین روزوں کی نذر پوری کرنی تھی۔چنانچہ جب روزہ رکھ لیا گیا۔تو افطاری کے لئے گھر پر کوئی چیز نہیں تھی۔حضور مولا کائنات ؓ بطور قرض کسی سے کچھ ''جو'' لائے۔سیدہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا نے ان کو چکی میں پیس کر آٹا تیار کیا۔شام کو جب کھانا تیار فرمالیا۔روزہ کی افطاری پانی سے فرمالی۔بعد نماز مغرب جب حضور مولا کائنات ؓ اور سیدہ فاطمہ ؓ اور حسنین کریمین ؓ دستر خوان پر کھانا رکھ کر تناول فرمانے لگے۔تو ابھی ایک لقمہ بھی کسی نے نہیں اٹھایا تھا۔کہ باہر دروازے سے آواز آئی:

اے نبی کے گھر والو: میں مسکین ہوں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دیجئے۔اللہ تعالی

آپ کو جنت کے خوانوں پر کھلائے گا۔

یہ سن کر حضور مولا مرتضیٰ ؓ اور سیدہ فاطمہ ؓ نے فرمایا: تمام دستر خوان کا کھانا اٹھاؤ اور مسکین کے حوالے کر دو۔ ہم پانی پی کر سو جائیں گے۔ معلوم نہیں سائل کتنے دنوں کو بھوکا ہے۔ سب کھانا اٹھالیا اور مسکین کو دے دیا۔ اب دوسرا روز بھی پانی پی کر سحری کا وقت گزار لیا۔ پھر سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا نے جو پیس کر کھانا تیار فرمایا: افطاری پانی سے فرمائی اور اسی طرح بعد نماز مغرب جب کھانا دستر خوان پر رکھا۔ ابھی ایک لقمہ بھی نہیں اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی:

اے نبی کے گھر والو: میں یتیم ہوں اگر کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اے علی مرتضیٰ ؓ ہم تو پانی سے وقت گزار لیں گے۔ خواہ کتنی بھوک لگی ہو۔ تمام کھانا یتیم کو دے آئیں۔ چنانچہ آپ نے وہ سارا کھانا یتیم کو دے دیا۔ سحری کے وقت پھر پانی پی کر روزہ رکھ لیا۔ رات کو سیدہ نے پھر بڑی مشقت سے کھانا تیار فرمایا: نماز مغرب کے بعد جب کھانا دستر خوان پر رکھا۔ تو سب نفوس قدسیہ نے ابھی ایک لقمہ بھی نہ لیا تھا۔ کہ دروازے پر آواز آئی:

اے نبی کے گھر والو: میں اسیر (یعنی غلام) ہوں۔ بھوکا ہوں۔ کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔

سیدہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا: اے علی مرتضیٰ ؓ تین روزوں کی منت تو پوری ہو گئی ہے۔ اور پانی پی کر وقت گزار لیا ہے۔ میرا خیال ہے سب کھانا اسیر کو دے دیں۔ آپ نے سارا کھانا اٹھایا اور اسیر کو دے دیا۔ اب چوتھا روز ہو گیا تھا بھوک کی وجہ سے چلنے پھرنے کی طاقت نہیں تھی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ تو دیکھا کہ آپ شہزادے اور شہزادی اور انکے والد گرامی اتنے دن سے بھوکے ہیں آپ بے قرار ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام خدمت اقدس میں

حاضر ہوئے۔اور صلوۃ وسلام کے بعد عرض کیا مبارک ہوا ے اہل بیت نبوت مبارک ہو۔تمہاری ادا اللہ تعالی کو پسند آ گئی ہے۔تم نے خود پانی پی کر روزے رکھے اور سائلوں کو دروازے سے تین دن تک خالی نہ موڑا۔اور سارا کھانا انکے سپرد کر دیا۔اللہ تعالی نے تمہارے حق میں آیات نازل فرمائی ہیں

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا۔وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔اور اس دن سے ڈرتے ہیں جسکی برائی پھیلی ہوئی ہے‘اور کھانا کھلاتے ہیں۔اسکی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں‘ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں‘تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے‘تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا‘اور انھیں تازگی اور شادمانی دی‘اور ان کے صبر پر انھیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے۔جنت میں تختوں پر تکیے لگائے ہونگے‘نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے‘نہ ٹھٹھر‘اور اس کے سائے ان پر جھکے ہونگے‘اور اسکے گچھے جھکا کر نیچے کر دئے گئے ہونگے‘اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا‘جو شیشے کے مثل ہو رہے ہونگے۔کیسے شیشے چاندی کے۔ساقیوں نے انھیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا‘اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے‘جسکی ملونی ادرک ہوگی‘وہ ادرک کیا ہے۔جنت میں ایک چشمہ ہے۔جسے سلسبیل کہتے ہیں اور انکے آس پاس خدمت میں پھریں گے۔ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انھیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں۔بکھیرے ہوئے۔اور جب تو ادھر نظر اُٹھائے ایک چین دیکھے۔اور بڑی سلطنت اسکے بدن پر ہیں۔کریب کے سبز کپڑے اور قنادیر کے‘اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے‘اور انھیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔ان سے

فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

(تفسیر کبیر ج 8 ص 376: روح البیان ج 6 ص 546: تفسیر خازن و مدارک ج 4 ص 340)

☆ گھر کے بڑوں کا تو سمجھ آتا ہے۔ کہ انہوں نے تین دن بھوکے رہنے کی قربانی کی، مگر بچوں نے بھی اسی طرح کی قربانی کی۔ اسکا مطلب اہلبیت اطہار کے بچوں جیسا کوئی بچہ نہیں۔

☆ اور یہ بات بھی واضح ہوئی کہ انکے در سے کبھی کوئی خالی نہیں گیا، مانگنے والا آئے تو بھی یہ خود بھوکے رہ لیں گے، مگر سائل کو خالی ہاتھ نہیں بھیجیں گے۔

☆ اور پھر صلہ بھی کیا ملا، کہ جبریل امین آکر ان کو مبارک باد دیتے ہیں، اور انکے حق میں قرآن عظیم کی آیت مبارکہ نازل ہونے کی خوشخبری سناتے ہیں۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی خاص گواہی:

محمد بن سعد لکھتے ہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطوط پر کبھی گواہ کا نام بھی لکھواتے تھے۔ کبھی ایک گواہ، کبھی دو گواہ، کبھی زیادہ۔ ایک خط پر امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی گواہی موجود ہے۔

(الطبقات الکبری۔ 1:289)

☆ سب سے پہلی بات کہ گواہی اسکی ہوتی ہے جو کسی چیز کا مالک ہو۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

(بخاری شریف: 540،6426)

اسی لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اسکا مطلب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حبیب ہو کر زمین کے خزانوں کے مالک تو امام حسن اور امام حسین علیہم السلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب ہو کر انہی خزانوں کے مالک کیوں نہیں؟

☆ اور دوسرا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بتانا چاہا۔ کہ خط پر جو باتیں اور معاہدہ میں نے کیا ہے۔ اگر میں موجود نہ ہوں تو میری غیر موجودگی میں میرے بیٹے حسن و حسین علیما السلام ان باتوں اور معاہدے کو پورا کریں گے۔

جنابِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر اور روشنی:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال : كان رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) يصلى صلاة العشاء وكان الحسن و الحسين يثبان على ظهره فلما صلى قال ابو هريرة يارسول الله علیہ السلام ألا اذهب بهما الى أمهما فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : لا فبرقت برقة فما زال فى ضوء ها حتى دخلا الى امها۔

(فضائل الصحابة ۔امام احمد بن حنبل، حدیث 1401 (مسند امام احمد ۔ 2/513) المستدرک 3/167 /مجمع الزوائد۔ حدیث 15076_15072)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء پڑھا رہے تھے۔ اس وقت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر چڑھ اور اتر رہے تھے۔ نماز کے بعد میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انھیں انکی والدہ کے پاس لے جاتا ہوں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اسی دوران اچانک بجلی چمکی، اور وہ مسلسل ان کے سامنے روشنی کرتی رہی یہاں تک کہ وہ دونوں اپنی والدہ کے پاس گھر میں داخل ہو گئے۔

مسند امام احمد میں یوں آیا ہے۔ کہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء پڑھا رہے تھے۔ کہ اچانک حسنین کریمین رضی اللہ عنہما آکر آپ کی پشت پر چڑھ گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سر مبارک اُٹھاتے تو پیچھے سے ان دونوں کو بڑے پیار سے پکڑ لیتے اور زمین پر رکھ دیتے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے۔ وہ پھر سوار ہو جاتے یہاں تک کہ آپ نے نماز مکمل کرلی۔ اور ان دونوں کو اپنی ران مبارک پر بٹھایا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کی میں انھیں گھر چھوڑ آتا ہوں۔ اتنے میں اچانک تیز بجلی چمکی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اپنی والدہ کے پاس چلے جائیں پھر اس وقت تک روشنی رہی جب تک کہ وہ گھر میں داخل ہو گئے۔

☆ سب سے پہلی بات کہ بقول حضرت ابو ہریرہؓ عشاء کی نماز با جماعت ہو رہی تھی۔ تو دوران نماز حضرت ابو ہریرہؓ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالی عنہما کو دونوں جہانوں کے میر و مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر سواری کے مزے لوٹتے ہوئے دیکھ کر خود اس منظر کے مزے لوٹ رہے تھے۔ کہنے والے نے کہا ہوگا۔ کہ اے حضرت ابو ہریرہؓ آپکی نماز نہیں ہوئی؟ تو زبان حال سے انہوں نے جواب دیا ہوگا۔ کہ اے سوال کرنے والے یہ تو بتا جب دوران نماز تو حسن و حسین علیہ السلام پر درود پڑھتا ہے۔ اگر تب تیری نماز نہیں ٹوٹتی تو دوران نماز ان کو دیکھنے سے میری نماز کیسی ٹوٹی ہے۔ بلکہ جو کچھ میں نے نماز میں حاصل کیا ہے۔ وہ تو قسمت کا ستارہ چمک اٹھے تو حاصل ہوتا ہے۔

☆ پھر یہ بات کہ شہزادے کبھی بھی کسی اور کے کندھوں پر جا کر نہیں بیٹھے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین جیسی عظیم ہستیاں بھی ان سے بے حد محبت فرماتی تھیں۔ کہا شہزادے جانتے تھے کہ نانا جان کے کندھوں پہ بیٹھ کر جو پردے ہٹتے ہیں

وہ کسی اور کے کندھے پر کہاں میسر۔ جو راز کھلتے ہیں وہ کسی اور کے کندھوں پر کہاں میسر جو بلندیاں ملتی ہیں وہ کسی اور کے کندھوں پر کہاں میسر اور پھر شہزادوں کی بلندی مرتبہ پر قربان کہ جن کا سواری کے لئے پہلا قدم ہی اس ہستی کے کندھوں پر جا پڑتا ہے۔ کہ جنکے نعلین پاک کو عرش چومتا ہو۔

اور پھر انکی شانوں کا اندازہ کون لگائے۔ کہ سارا زمانہ جنکے پاک قدموں میں بیٹھنے کو ترسے۔ اس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر کسی کے پاؤں ہوں

☆ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے شہزادوں کو گھر لے جانے کی اجازت مانگی۔ تو مدینے والی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں''۔ مطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات جانتی تھی کہ جب رب کائنات میرے بیٹوں کے لئے روشنی کا بندوبست فرمانے لگے ہیں تو میں تمہیں کیوں بھیجوں۔ اور پھر یہ شہزادوں کی کرامت تھی کہ روشنی تب تک ٹھہری رہی جب تک وہ اپنے گھر میں داخل نہیں ہو گئے۔

☆ پھر سوال اٹھتا ہے کہ بجلی کو کسی کے لئے انتظار کرنے کی کہاں عادت ہے۔ یہ کسی کے لئے بھلا کب رکتی ہے۔ تو زبان حال سے اسنے جواب دیا۔ کہ جن کی حاجت کے لئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدوں کو طول دے دیتے ہوں۔ انکے لئے میں اپنی روشنی کو طول نہ دوں تو پھر کیا کروں۔ بلکہ میری تو سعادت ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کے کسی کام آئی۔

سب گھرانہ نور کا

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالی نے مجھے اور علی کو عرش کے پاس دو نور بنا کر تخلیق فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بنائے جانے سے دو ہزار سال قبل ہم دونوں اللہ تعالی کی تسبیح و تقدیس بیان کرتے

تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ تو انکی پشت میں ہمیں ودیعت فرمایا۔ پھر ہم مسلسل پاک پشتوں اور پاک رحموں سے منتقل ہوتے ہوئے۔ عبدالمطلب کی پشت میں پہنچے۔ پھر وہ نور دو ثلث حضرت عبداللہؓ اور ایک ثلث حضرت ابو طالبؓ کی پشت میں رکھے گئے۔ اور پھر نور مجھ سے علیؓ اور فاطمہ سلام اللہ علیھا میں جمع ہوئے۔ پس حسن و حسین رضی اللہ عنہما رب العلمین کے دو نور ہیں۔

(نزہت المجالس۔ للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری شافعیؒ۔ ج 1، ص 541)

اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ لکھتے ہیں:

عن سلمان قال سمعت حبیبی رسول اللہ ﷺ یقول: کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ عزو جل قبل ان یخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذلك النور جزئین فجزء انا وجزء علیؑ

(فضائل الصحابة: للامام احمد بن حنبل۔ رقم: 1130 / مناقب علی بن ابی طالب و ما نزل من القرآن فی علی۔ للامام ابن مردویہ / فرائد السمطین۔ للامام جوینی / میزان الاعتدال۔ للذھبی / ینابیع المودة / لسان المیزان۔ ابن حجر عسقلانی / تاریخ مدینة دمشق)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں اور علیؓ اللہ تعالیٰ کے سامنے نور تھے۔ خلقت آدم سے 41 ہزار سال پہلے۔ جب آدم کو پیدا کیا گیا۔ تو اللہ نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ میں دوسرا علی ہے۔

اسی لئے تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے فرمایا ہے:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور پھر:

نورو بنتِ نورو زَوجِ نورو اُمِ نورو نور
نورِ مطلق کی کنیز اللہ دے لہنا نور کا

اس شعر میں لفظ ''نور'' کا کل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یہ شعر طیبہ طاھرہ حضرت فاطمۃ الزہراہ سلام اللہ علیہا کی شان پاک میں ہے۔ شعر میں لفظ نور سات الگ الگ معنوں میں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا

دوسری مرتبہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک

تیسری مرتبہ سے مراد حضرت مولا مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

چوتھی مرتبہ سے مراد حضرت امام حسن علیہ السلام

پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام

چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تعالی کی نور اور ساتویں مرتبہ جو لفظ نور ہے۔ اسکے معنی ہیں نور ایمان، روشنی چمک وغیرہ۔

اب شعر کے معنی یہ ہوئے کہ: سیدۃ النسا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا نور ہیں۔ اور وہ نور نبی کی بیٹی ہیں۔ اور نور (حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ) کی زوجہ ہیں۔ اور نور (حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ) و نور (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ) کی والدہ ہیں۔ اور نور (اللہ تبارک وتعالی) کی کنیز یعنی بندی ہیں۔

☆ یعنی حضور مولا کائنات علی شیر خدا رضی اللہ تعالی ہم اصل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

☆ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ اگر حضور مولائے کائنات حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہم اصل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو کر بھی نبی نہیں ہو سکتے تو کسی اور کے لئے کیا چانس ہے۔ سوائے جہنم خریدنے کے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے ذکر خیر میں آپکے مقام و مرتبے کے بارے میں

ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ جو اہل محبت کے ذوق کے لئے بہت مفید ہوگا۔ چنانچہ ابن جوزی نے متعدد سندوں کے ساتھ لکھا ہے:

حضرت ربیع بن سلیمان بیان کرتے ہیں۔ کہ امام شافعیؒ نے امام احمدؒ کی طرف ایک خط لکھا اور مجھے فرمایا: اے ابوسلیمان جلدی سے یہ خط عراق لیجاؤ۔ اور اسے کھولنا نہیں۔ میں وہ خط لے کر مصر سے روانہ ہوا حتی کہ عراق میں امام احمد بن حنبلؒ کی مسجد میں پہنچا۔ تو آپ نماز فجر میں مشغول تھے۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور میں نے ایک رکعت نہیں پائی تھی، جب سلام کے بعد وہ رکعت پوری کرنے لگا۔ تو آپ بغور مجھے دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ پہچان لیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا۔ تو آپ کو سلام عرض کیا۔ اور خط پیش کیا۔ آپ خط کھولنے سے پہلے کافی دیر تک امام شافعیؒ کی خیر و عافیت دریافت فرماتے رہے۔ پھر خط کھول کر پڑھنا شروع فرمایا۔ اور ایک مقام پر پہنچ کر رونا شروع کر دیا۔ اور فرمانے لگے: امید ہے کہ اللہ تعالی امام شافعیؒ کے اس خط کو ضرور پورا کرے گا۔ میں نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! اس خط میں کیا مرقوم ہے۔؟ فرمایا: امام شافعیؒ نے اس خط میں لکھا ہے۔ کہ انھیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ آپ نے انھیں فرمایا: اے ابن ادریس! اس نوجوان ابوعبداللہ احمد بن حنبل کو خوشخبری سنادو۔ کہ عنقریب اللہ تعالی کے دین میں اس کا امتحان ہوگا۔ اور اس سے مطالبہ کیا جائے گا۔ کہ وہ قرآن کریم کو مخلوق کہے، پس وہ ایسا نہ کرے، اور اسے دُرے مارے جائیں گے۔ اور اللہ تعالی اس امتحان میں کامیابی کی بدولت اس کے پرچم کو ایسا لہرائے گا۔ کہ قیامت تک لپیٹا نہیں جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ یہ تو بشارت ہے۔ لہذا میرے لئے انعام کیا ہے؟ آپ نے دو کپڑے زیب تن فرما رکھے تھے۔ ان میں سے جو ایک آپ کی جلد مبارک کو چھو رہا تھا۔ وہ مجھے عطا فرمایا۔ اور خط کا جواب بھی دیا۔ میں وہاں سے چل پڑا۔ حتی کہ امام شافعیؒ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مکمل سرگزشت پیش کی۔ تو انہوں نے فرمایا: نہ ہم تم سے یہ خریدتے ہیں اور

نہ ہی تحفتہً مانگتے ہیں۔البتہ تم اسے پانی میں بھگو کر اسکا نچوڑ ہمارے پاس لے آؤ۔میں نے اس کو بھگویا، اور اسکا پانی انکی خدمت میں لایا۔تو انہوں نے اس پانی کو ایک برتن میں محفوظ کر لیا۔میں دیکھتا تھا، کہ وہ روزانہ اس پانی سے کچھ لے کر بطور تبرک چہرے پر ملتے تھے (یاد رہے امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد تھے)۔

(مناقب الامام احمد بن حنبل لابن جوزی ص 552، شذرات الذهب ج 3 ص 188)

سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری پر اور ایک شہزادہ آگے اور ایک شہزادہ پیچھے

لقد قدت بنبی الله (صلی الله علیه وآله وسلم) والحسن والحسین (رضی الله عنهما) بغلته الشهباء حتی ادخلتهم حجرة النبی (صلی الله علیه وآله وسلم) هذا قدامه وهذا خلفه۔ (مسلم، فضائل الصحابہ 2/283)

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں کہ میں نے اس سفید خچر کو چلایا جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ سوار تھے۔یہاں تک کہ انکو حجرہ نبوی تک لے گیا۔ایک صاحبزادے آگے تھے اور ایک پیچھے۔

☆ یہاں صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں کہا: "میں نے"۔یعنی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتانا چاہتے ہیں۔کہ جب یہ حسین منظر تھا۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے۔نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار تھے بلکہ امام حسن علیہ السلام بھی سوار تھے۔نہ صرف امام حسن علیہ السلام سوار تھے بلکہ امام حسین علیہ السلام بھی سوار تھے۔اور جب یہ تینوں بے مثل سوار اس خوبصورت سواری پر خراماں خراماں بیٹھے ہوئے آرہے تھے ناں۔اس سواری کو چلانے والا "میں" تھا۔

شہزادے اس وقت آپ پر سوار جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار زانوں تھے:

عن جابر رضی اللہ تعالی عنه قال دخلت علی النبی ﷺ وهو یمشی علی اربعة وعلی ظهره الحسن و الحسین رضی اللہ تعالی عنهما وهو یقول: نعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما

(المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث 2661، مجمع الزوائد، ذھبی)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ مبارک میں گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار زانوں جھکے ہوئے تھے۔ اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما آپ پر سوار ہیں۔ اور آپ (شہزادوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں) تمہارا اونٹ کتنا اچھا ہے۔ اور سوار بھی کتنے اچھے ہیں۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ سوار کی قدر و قیمت کو سواری کو دیکھ کر پہچانو۔ یعنی جس طرح سواری بے مثل ہے اسی طرح سوار بھی بے مثل ہیں۔ اسی کی تصویر کشی قلندر لاہوری نے کیا خوب فرمائی ہے:

بہر آں شہزادہ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلین نعم الجمل

نبی پاکؐ، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور آپ کے والدین قیامت والے دن ایک ہی مقام پر:

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ

ان رسول اللہ (صلی اللہ علیه وآله وسلم) دخل علی فاطمة ذات یوم وعلی نائم وهی مضطجعة، وابناؤها الی جنبها، فاستسقی علی

الحسن ، فقام رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم) الی لقحة فحلب لهم ، فاتی به ، فاستیقظ الحسین ، فجعل یعالج أن یشرب قبله حتی بکی ، فقال رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم) : ان أخاك استسقی قبلك . فقالت فاطمة : کان الحسن آثر عندك ! فقال : ما هو بآثر عندی منه ، ونما هما عندی بمنزلة واحدة ، انی وایاك وهما وهذا النائم لفی مکان واحد یوم القیامة

(المعجم الکبیر للطبرانی - حدیث 1017 / مسند احمد - حدیث 792 / مجمع الزوائد حدیث 14991 / فضائل الصحابہ حدیث 1183 / مسند البزار حدیث 779 / مستدرک)

ایک روز نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تشریف لائے جبکہ آپ سیدنا علی (رضی اللہ تعالی عنہ) نیند میں تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی تھیں اور ان کے دونوں فرزند ان کے پہلو میں تھے۔ سیدنا امام حسنؓ نے پانی مانگا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی کے طرف گئے۔ اس سے دودھ نکال کر واپس آئے۔ تو سیدنا امام حسینؓ بیدار ہو گئے۔ اور پہلے پینے کا تقاضا کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ رو پڑے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی نے پہلے مانگا ہے سیدہ فاطمہؓ کہنے لگیں: گویا حسنؓ آپ کو زیادہ پیارے ہیں؟ فرمایا: نہیں، وہ مجھے اس سے زیادہ پیارے نہیں میرے نزدیک انکا مرتبہ برابر ہے۔ میں، آپ، یہ دونوں اور سونے والا (یعنی حضور مولا کائنات علیہ السلام) قیامت کے دن ایک ہی مقام میں ہونگے۔

☆ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی لختِ جگر کے گھر میں اس وقت تشریف لاتے ہیں جب کہ وہ آرام کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر کیا خبر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر بیقرار تھے۔ ان سے ملنے کے لئے۔ اور پھر قربان جاؤں کیا ہی حسین منظر ہے۔ کہ امام حسن علیہ السلام نے پانی مانگا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات خود اونٹنی کی طرف تشریف لے کر گئے اور اس

سے دودھ بھی اپنے دست اقدس سے نکالا۔

اور پھر اپنی لاڈلی کے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ خوشخبری بھی سنائی کہ قیامت والے دن ہم "پانچوں" ایک ہی مقام میں ہونگے۔

☆ واہ مولا مرتضیٰؓ کیا مرتبہ پایا ہے۔ کہ آپ خود محوِ خواب ہیں۔ اور آپ کے بچوں کی پیاس بجھانے کے لئے حبیب خدا تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور پھر آپ جبکہ سوئے ہوئے ہیں۔ عین اس وقت آپ کے بارے میں زبان نبوت سے قیامت کے دن کے مقام و مرتبہ کے اعلان ہو رہے ہیں۔

پنجتن پاک سے محبت کرنے والے نبی پاکؐ کے ساتھ اسی درجے میں ہونگے:

ان رسول اللہ ﷺ اخذ بید حسن و حسین فقال: من احبنی واحب هذین واباهما وامهما کان معی فی درجتی یوم القیامة

(جامع ترمذی۔ مسند احمد، مسند علی 2/2)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور انکے والد اور والدہ سے محبت کی۔ وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا

☆ دنیا میں کوئی ایسا عمل نہیں کوئی ایسی نیکی نہیں کہ انسان کرے تو اسے وہ درجہ ملے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ہوگا۔ مگر "محبت اہل بیت" وہ نیکی ہے کہ جس کے کرنے سے انسان اس درجے میں ہوگا جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونگے۔ جیسے مالک جس جہاز میں سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنے ملازم کو بھی اسی جہاز میں ساتھ سفر کراتے ہیں۔

حسنین کریمین سے محبت سرکارؐ سے محبت اور انکے ساتھ بغض سرکارؐ کے ساتھ بغض:

عن ابی ہریرۃ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ومعہ حسن و حسین ھذا علی عاتقہ و ھذا علی عاتقہ و ھو یلثم ھذا مرۃ ویلثم ھذا مرۃ حتی انتھی الینا فقال: لہ رجل یا رسول اللہ علیہ السلام انک لتحبھما فقال: من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی

(فضائل الصحابہ، امام احمد۔1376)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کو ساتھ لے کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ان میں سے ایک کو کاندھے پر اور دوسرے کو دوسرے کاندھے پر سوار کیا ہوا تھا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کو بوسہ دیتے ۔پھر دوسرے کو بوسہ دیتے۔یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس آکر رک گئے۔تو ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو ان سے محبت ہے۔؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے۔تو وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔اور جو ان سے بغض رکھتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من احبھما فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی یعنی حسن و حسین

(فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبل۔1359/1378۔ابن ماجہ 1/51پ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو حسن و حسین سے محبت کرتا ہے۔تو وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔تو وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

اسی طرح آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی

(سنن ابن ماجہ۔حدیث 117)

جس نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ سے محبت کی۔اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا۔اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

☆ محبت اہل بیت رکھنے والوں کے بارے میں اوپر گزر چکا ہے۔کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجے میں ہونگے۔اب جو حسنین کریمین علیہما السلام اور آپ کی اولاد سے بغض رکھتے ہیں۔وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں،تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے اسکا ٹھکانہ یقینا جہنم ہے۔

اب ذرا یزیدیوں کے بارے میں سوچئے کہ وہ محبت اہل بیت میں تلواریں،نیزے اور تیر امام حسین علیہ السلام اور آپکے اہل بیت پر مار رہے تھے۔یا بغض کی وجہ سے؟یقینا کمال درجے کا بغض وعناد انکے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔مندجہ بالا حدیث کی روشنی میں وہ یقینا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتے تھے۔تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھے اسکا ٹھکانہ جہنم۔اور وہ لوگ جو آج بھی یزید کی حمایت کرتے ہیں۔کیا وہ محبت اہل بیت ہے؟یا بغض اہل بیت؟یقینا جواب بغض اہل بیت ہے۔تو انکو بھی اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم میری وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو:

چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

احبوا اللہ لما یغذو کم من نعمہ، واحبونی بحب اللہ، واحبوا اہل بیتی بحبی

اللہ تعالٰی سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہیں غذا فراہم کرتا ہے۔ اور اللہ کی خاطر مجھ سے محبت کرو۔ اور مجھ سے محبت کے باعث میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

(سنن ترمذی رقم 3789/ مشکوۃ ج 2 ص 519 رقم 6182/ شعب الایمان للبیہقی ج 1 س 366 رقم 408/ المستدرک۔ ج 3 رقم 4770)

شہزادے جنتی جوانوں کے سردار اور والدہ جنتی عورتوں کی سردار:

عن حذیفه قال: سالتنی امی متی عهدك؟ تعنی بالنبی ﷺ فقلت: مالی به عهد منذ کذا و کذا. فنالت منی فقلت لها: دعینی اتی النبی ﷺ فاصلی معه المغرب واسأله ان یستغفرلی ولك. فاتیت النبی علیه السلام فصلیت معه المغرب فصلی حتی صلی العشاء ثم انفتل فتبعته فسمع صوتی فقال: من هذا حذیفة قلت نعم. قال: ما حاجتك غفرالله لك ولامك؟ قال: اما رایت العارض الذی عرض لی قلت بلی بابی انت وامی قال: ان هذا ملك لم ینزل الارض قط قبل لیلة استاذن ربه ان یسلم علی ویبشرنی بان فاطمة سیدة نساء أهل الجنة وان

(فضائل الصحابۃ، امام احمد بن حنبل۔ 1406/ سنن ترمذی۔ 5،660/ مسند الامام احمد 5،391)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے مجھ سے دریافت کیا: تم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آخری ملاقات کب کی ہے؟ میں نے کہا: اتنی مدت ہو چکی ہے کہ میں ملاقات نہیں کرسکا۔ وہ اس پر ناراض ہو گئیں اور مجھے برا بھلا کہا، میں نے کہا مجھے اجازت دو میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتا ہوں اور عرض کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اور آپ کے

لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ (پھر میں وہیں ٹھہرا رہا) حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر کی طرف چل پڑے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل پڑا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آواز سنی تو فرمایا: کون؟ ''حذیفہؓ ہے'' میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا کیا کام ہے' اللہ تعالی تیری اور تیری ماں کی مغفرت کرے' اور فرمایا: کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں ۔فرمایا: یہ فرشتہ ہے جو آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھ پر سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسنؓ اور حسینؓ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

☆سب سے پہلی بات ایسی والدہ پر قربان کہ جو اپنے بیٹے سے نہ صرف ناراض ہوتی ہیں بلکہ برا بھلا بھی کہتی ہیں۔ کہ تم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے کتنے عرصے سے نہیں گئے۔؟ اور پھر بیٹا اپنی والدہ کو خوش کرنے کے لئے عرض کرتا ہے' کہ مجھے اجازت دیں۔ تا کہ میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز بھی پڑھوں اور آپ کے لئے اور اپنے لئے بخشش کی دعاء بھی کراؤں۔ قارئین: انقلاب کا اندازہ لگائیے ۔کہ جس معاشرے میں عورت کے ساتھ جانوروں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ اور اسکے کوئی حقوق نہیں تھے۔ آج نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی وجہ سے اسی معاشرے میں ایک عورت اپنے بیٹے کو برا بھلا کہہ رہی ہے۔ اور وہ آگے سے اف تک نہیں کہتا۔ بلکہ ماں کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پھر ڈانٹ بھی کس بات پر پڑتی ہے کہ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کیوں نہیں گیا۔ یعنی صحابیہ بتانا چاہتی ہے' کہ بیٹے کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجنا میرا کام ہے اور پھر میرے بیٹے کو نوازنا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام ہے۔ میرے خیال کے مطابق حضرت حذیفہؓ کے اندر

یقینا بہت خوبیاں ہونگی۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو منافقین کے بارے میں علم عطا کرتے وقت انکی ماں کے اس کردار کو یقینا سامنے رکھ کر یہ نوازش کی بارش ہوگی۔ اوراس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ اپنے بچوں کوکسی بزرگ کے پاس بھیجنا، یہ صحابہ کا طریقہ ہے۔

☆ اب ذرا غور کرتے ہیں۔ کہ فوری طور پر ان کے اوپر کونسے انعامات کی بارش ہوئی۔ تو سب سے پہلے!

1۔ حضرت حذیفہؓ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اکیلے ہیں اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور یہ بات تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسی کا محبوب اسکو اکیلے میں میسر آجائے۔ تو اس وقت اس کی کیفیات کیا ہونگی۔

2۔ دوسری بات مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو پیچھے دیکھے بغیر جان لیا۔ کہ یہ حذیفہؓ ہیں۔ نہ صرف پہچان لیا بلکہ جو حاجت گھر سے لے کر آئے تھے۔ وہ بیان کرنے سے پہلے ہی یہ کہہ کر پوری کردی۔ کہ اللہ تعالی تیری اور تیری ماں کی مغفرت کرے۔

3۔ پھر اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل انکے سامنے سے غیب کا پردہ ہٹا دیا۔ اور انہوں نے فرشتے کو بھی دیکھ لیا۔

4۔ اللہ تعالی کی طرف سے جو خوش خبری نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی لاڈلی بیٹی اور بیٹوں کے بارے میں دی گئی تھی۔ اسکو سب سے پہلے سماعت کرنے کا شرف بھی انہی کو ملا۔

☆ قربان جاؤں شان سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کے۔ کہ حریم قدس میں رہنے والے فرشتے

اس بارگاہ کو چھوڑ کر زمین پر کیوں آنا چاہتے ہیں؟ کہا رب کی تسبیح و تحلیل کرنے کی سعادت حاصل کرنے والے اور بھی فرشتے موجود ہیں۔ مگر اللہ کے محبوب کی بارگاہ میں سلام عرض کرنا اور یہ خوشخبری (کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں) پہنچانے والی سعادت ہر کسی کے نصیب میں کہاں۔

☆اور پھر نہ جانے کتنے فرشتوں نے اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے رب العزت کی بارگاہ میں اپنی عرض داشتیں پیش کی ہونگی۔ مگر یہ سعادت ان میں سے کسی ایک کو ملی۔

☆اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اہل بیت کی بارگاہ میں آ کر سلام عرض کرنا اور انکو ملنے والی شانوں کے تذکرے کرنا فرشتوں کی سنت ہے۔

جنت کے ساتھ وعدہ باری تعالی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما:

امام طبرانی کی معجم الاوسط میں روایت ہے: کہ

لما استقر اهل الجنة قالت الجنة :یارب أليس وعدتني ان تزينني بر كنين من اركانك بالحسن و الحسين ؟ فماست الجنة ميسا كما تميس العروس۔

(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث 343 / مجمع الزوائد حدیث 15096 / جامع الاحادیث للسیوطی حدیث 1331 / کنز العمال حدیث 34290)

جب جنتی لوگ جنت میں سکونت اختیار کریں گے تو جنت معروضہ کریگی۔ پروردگار: کیا تو نے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو دو ارکان سے مجھے آراستہ فرمائیگا: تو رب العزت ارشاد فرمائیگا: کیا میں نے تجھے حسن و حسین (رضی اللہ تعالی عنہما) سے مزین نہیں کیا؟ یہ سن کر جنت دلہن کی طرح فخر و ناز کرنے لگے گی۔

اما طبرانی نے قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی اس کو روایت کیا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال: رسول اللہ ع فخرت الجنة النار فقالت: انا خیر منك ، فقالت النار : بل انا خیر منك ۔فقالت لها الجنة استفهاماً:وممه ؟ قالت : لان فی الجبابرة ونمرود وفرعون فاسکتت :فاوحی الله الیها: لا تخضعین، لا زینن رکنیك بالحسن والحسین، فماست کما تمیس العروس فی خدرها

(الطبرانی فی المعجم الاوسط:7/148۔الرقم:7120)

حضرت انس بیان کرتے ہیں۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ جنت نے دوزخ پر فخر کیا اور کہا میں تم سے بہتر ہوں۔دوزخ نے کہا: میں تم سے بہتر ہوں جنت نے دوزخ سے پوچھا کس وجہ سے؟ دوزخ نے کہا: اس لئے کہ مجھ میں بڑے بڑے جابر حکمران فرعون اور نمرود ہیں۔اس پر جنت خاموش ہوگئی۔اللہ تعالی نے جنت کی طرف وحی کی اور فرمایا: تو عاجز و لاجواب نہ ہو۔میں تیرے دوستونوں کو حسنؓ اور حسینؓ کے ذریعے مزین کردوں گا۔پس جنت خوشی اور سرور سے ایسے شرما گئی جیسے دلہن شرماتی ہے۔

☆ جس کو جنت کا پروانہ مل جائے اسکی شان کے کیا کہنے۔تو پھر جسکو جنت کی سرداری مل جائے اسکی شان تو بیان سے باہر۔

☆ قیامت میں جس کو جنت ملے گی وہ اس پر فخر کرے گا۔مگر حسنؓ و حسینؓ وہ ہیں جن کے ملنے پہ خود جنت فخر کرے گی۔

شہزادوں کا رونا اور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیقراری اور شہزادوں کا آپؐ کی زبان کے مزے لوٹنا:

حضرت ابو ہریرہؓ مرض، الموت میں شدید علیل تھے۔تو آپ کے پاس مروان

بن الحکم (گستاخ اہل بیت) آیا۔ اور کہنے لگا جب سے تم کو دیکھا ہے کوئی قابل اعتراض بات نہیں دیکھی سوائے یہ کہ حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ محبت کرتے ہو۔ یہ سننا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بستر سے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور گواہی دیکر فرمانے لگے۔ کہ ایک دن ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ انکے پاس پہنچ گئے۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی والدہ ماجدہ (سلام اللہ علیھا) سے پوچھا میرے بیٹوں کو کیا ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ایک پرانی مشک میں پانی دیکھا ۔ جب وہاں سے کچھ نہ ملا تو لوگوں سے فرمایا کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے۔ تو سب لوگوں نے اپنی مشکوں میں پانی تلاش کیا۔ مگر کسی کو ایک قطرہ بھی نہ ملا ۔ (کیونکہ ان دنوں پانی کی بہت قلت تھی ۔)۔ پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی سے فرمایا بچے کو مجھے پکڑاؤ۔

فاخذ فضمه الى صدره وهو يضغو ما يسكت فادلع لسانه فجعل يمصه حتى هدا وسكن فلم يكن له بكاع والآخر يبكى كما هو ما يسكت ثم قال ناولينى الآخر فنا ولته اياه ففعل به كذالك فسكتا فلم اسمع لهما صوتاً ثم قال سيروا فصد عنا يميناء وشمالاً عن الظعائن حتى لقيناه على قارعة الطريق فانالا احب هذين ؟ وقد رايت هذا من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

(تھذیب التھذیب 2/299۔ مجمع الزوائد 9/183)

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے کو پکڑ لیا تو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ درآں حال کہ وہ رو رہا تھا۔ اور چپ نہیں ہو رہا تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک نکالی تو بچہ

اس زبان کو چوسنے لگا۔اور حتی کہ وہ چپ ہو گیا۔اور رونا بند کر دیا۔دوسرا بچہ بھی اسی طرح رو رہا تھا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوسرا بھی مجھے پکڑاؤ۔تو انہوں نے دوسرا بچہ بھی آپ ﷺ کو دے دیا۔تو آپ ﷺ نے پہلے کی طرح کیا۔تو دونوں چپ ہو گئے۔پھر میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا: چلو، تو پھر ہم سوار عورتوں کہ وجہ سے دائیں بائیں ہو کر بکھر گئے۔یہاں تک کہ راستے میں پھر آپ ﷺ سے جا ملے (میں ان شہزادوں سے محبت کیسے نہ کروں جبکہ میں نے امام الانبیاء ﷺ کو یہ سلوک کرتے دیکھا ہے)

☆ سب سے پہلی بات کہ مروان کی گستاخی کا اندازہ لگائیں۔کہ جن ہستیوں سے اللہ اور اسکا رسول ﷺ محبت فرماتے ہوں۔اس خبیث کو ان ہستیوں سے محبت پہ اعتراض ہے۔اور آج بھی دنیا میں مروانی عقیدے کے لوگ پائے جاتے ہیں۔کہ جونہی اہل بیت کا ذکر خیر کرو تو انکے چہروں پہ خباثتوں کے بادل امڈ امڈ کر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

☆ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بستر مرگ پر ہونے کے باوجود مروان جیسے دشمن اہل بیت کے سامنے حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کے فضائل بیان کر کے یہ بتا دیا۔کہ محبان اہل بیت کے لئے سبق ہے کہ اگر تمہارا وقتِ آخرین بھی آجائے تو اس وقت بھی اگر دشمنان اہل بیت میں سے کوئی سامنے آجائے۔تو فضائل اہل بیت بیان کرنے سے باز نہیں آنا چاہیے۔کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد قبر میں جن سے ملاقات ہونی ہے، وہ انکے نانا جان ہیں۔لہذا جب جاؤں تو عرض کروں یا رسول اللہ ﷺ جب سانس بدن سے نکل رہی تھے۔اس وقت بھی دشمن اہل بیت کے سامنے آپکی اہل بیت کا ذکر میری زبان پر جاری وساری تھا۔

☆ جو لوگ ہر وقت سنت رسول ﷺ کا درس دیتے رہتے ہیں۔ان سے پوچھتا ہوں۔ایسی بھی سنت تلاش کرو ناں۔کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینی سفر پر ہیں۔ اور کسی مقصد کے لئے جا رہے ہیں۔ حسنؓ و حسینؓ خود نہیں آتے بلکہ انکے رونے کی آواز آتی ہے۔ تو دونوں جہانوں کے میر و مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر رک جاتا ہے۔ جانا آگے تھا مگر پیچھے کی طرف تیز تیز قدم مبارک اُٹھاتے شہزادوں کی جانب چل پڑتے ہیں۔ اور بیقراری میں کبھی مشکیزوں میں پانی تلاش فرماتے ہیں۔ کبھی لوگوں میں سے کسی ایک سے پوچھتے ہیں کبھی دوسرے سے۔ جب کسی طرف سے پانی میسر نہیں آتا۔ تو سرکار ابد قرار، دونوں جہانوں کے مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُس زبان مبارک سے شہزادوں کی پیاس بجھاتے ہیں۔ کہ جس زبان اقدس سے رب ذوالجلال سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ جس زبان مبارک سے رب کا کلام سناتے ہیں۔ جس زبان شیریں سے فرشتوں سے راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔

☆ اس واقعہ پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مشیت الٰہی یہ تھی۔ کہ اے میرے محبوب آج شہزادوں کی پیاس عام پانی سے نہیں بجھانی بلکہ اپنی زبان شیریں گفتار سے بجھانی ہے۔ کیونکہ کل ایک شہزادے کو کربلا میں پیاس کا سامنا کرنا ہے۔ لہٰذا ابھی اسے اتنا پلاؤ کہ کل اسے تکلیف نہ ہو۔ پیاس نہ لگے۔

☆ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ اہل بیت اطہار کے کسی فرد کو جب کسی بھی تکلیف میں دیکھو۔ تو فوراً اس کو دور کرنے کی سعی کرنی چاہیے۔ اور اگر سفر میں ہو تو سفر کو تب تک موخر کردو۔ جب تک انکی تکلیف دور نہیں ہوتی۔

☆ جس زبان مبارک سے پڑھ کر حضرت ابوہریرہؓ کی چادر میں کچھ ایسا ڈالا۔ کہ اسکے بعد حضرت ابوہریرہؓ کبھی کچھ نہیں بھولے۔ اور مکثرین صحابہ کرام میں پہلے درجے پر ہیں۔ تو ذرا سوچئے کہ وہی زبان مبارک روزانہ شہزادوں کے منہ مبارک میں ڈالی جاتی تھی۔ پھر انکے علم و فضل اور حافظے کا کیا کہنا۔

بعض لوگ حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے۔! انکے لئے

ایک اور بات بھی نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ ابن عساکر ابو المہزم سے روایت کرتے ہیں : کہ انہوں نے بیان کیا:

ہم ایک خاتون کی نماز جنازہ میں تھے۔ اور ہمارے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ تو حضرت سیدنا امام حسینؓ سے ملاقات ہوئی۔ وہ تھک کر راستے میں بیٹھ گئے تھے۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ اپنے کپڑے (میرے خیال ہے کہ وہ آپ کا سر پر باندھنے والا کپڑا تھا) سے ان کی جوتی مبارک صاف کرنے لگے۔ تو سیدنا امام حسینؓ نے فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! کیا آپ ایسا کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: آپ ہمیں یہ کرنے دیں، آپ کا جو مرتبہ میں جانتا ہوں اگر لوگ جانتے تو آپ کو کندھوں پر اٹھا لیتے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج7 ص128)

امام حسنؓ کی زبان مبارک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک میں صحابی رسولؐ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللہ علیہ السلام یمص لسانہ او قال شفتہ یعنی الحسن بن علی صلوات اللہ علیہ (مجمع الزوائد 9/180۔ مسند احمد 13/80)

میں نے دیکھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسنؓ کی زبان مبارک اور ہونٹوں مبارک کو چوس رہے تھے۔

☆ قارئین پہلے آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کو چوس رہے تھے۔ مگر قربان جاؤں امام حسن علیہ السلام کی رفعت وشان کے کہ محبوب خدا خود امام حسن علیہ السلام کی زبان مبارک اور ہونٹوں مبارک کو چوس رہے تھے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھول فرمانا اور انکو سونگھنا:

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں:

دخلت علی رسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم) والحسن و الحسین یلعبان علی بطنه فقلت اتحبهما یارسول الله (صلی الله علیه وآله وسلم)؟

فقال: ومالی لاأحبهما وهما ریحانتای من الدنیا اشمهما

(مجمع الزوائد 9/184)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا۔ تو حسنین کریمین آپ کے پیٹ پر کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیسے محبت نہ کروں یہ میرے دنیا کے پھول ہیں میں ان کو سونگھتا ہوں۔ اسی طرح کے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ بخاری اور ترمذی شریف میں ہیں۔

هما ریحانتای من الدنیا

حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

(بخاری 7/95۔ ترمذی 5/657۔ مسند احمد۔ معجم الکبیر)

اور پھر حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے مچھر کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر محرم انسان اسکو قتل کردے تو کیا سزا ہے۔؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر ؓ نے فرمایا:

ممن انت قال: من اهل العراق قال: انظروا الی هذا یسالنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله اقد سمعت رسول الله ﷺ:

هما ریحانتی من الدنیا رضی الله تعالی عنهما

(البخاری 7/95: الترمذی 5/657: فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ 1390)

تو کہاں سے ہے؟ اسنے کہا میں اہل عراق سے ہوں۔تو انہوں نے فرمایا: دیکھو اس عراقی کو! انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو شہید کر ڈالا۔اور اب یہ مجھ سے مچھر کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔اور میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سناتھا۔کہ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

1۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پھول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر سونگھنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

2۔ جسکو آج بھی خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش ہے اسے چاہیے۔آل رسول کو تلاش کرے۔

3۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے۔کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہمیشہ اعلی و ارفع الفاظ کا ستعمال کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اور انکے لئے اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ کا استعمال کرنا فرمان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت ہے۔

4۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین کریمین کو سونگھا کرتے تھے۔اسکا مطلب کوئی خوشبو آتی تھی۔تو سونگھا کرتے تھے ناں؟یعنی جس دل میں محبت آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گی ، اسکو یقینا انکے پاک جسموں سے خوشبو بھی آئے گی۔جہاں تک تعلق ہے کہ کیا کسی کے جسم سے خوشبو آسکتی ہے یا نہیں۔تو اسکے لئے عرض ہے۔کہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پچھنے (جسم اقدس سے خون نکلوا رہے تھے) لگوا رہے تھے۔جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ: اس خون کو ایسی جگہ چھپا دو۔کہ کوئی شخص دیکھ نہ سکے۔لیکن انہوں نے پی لیا۔جب واپس حاضر ہوئے۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے کہاں چھپایا؟ عرض کیا: میں نے ایسے

[illegible] مخفی [illegible] نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لعلك شربته'' شاید تم نے اسے پی لیا؟ عرض کی 'ہاں' فرمایا:

ویل للناس منك وویل لك من الناس

تم سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اور لوگوں سے تم کو تکلیف ہوگی

(المستدرک ج 3، الرقم: 6400 / السنن الکبری للبیہقی: ج 7 الرقم: 13407 / سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 366 / مجمع الزوائد ج 8 الرقم: 14010)

محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق اس خون مقدس کی بدولت حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے جسم مبارک میں دو برکتیں پیدا ہوگئیں

1۔ ایک یہ کہ ان کے اندر غیر معمولی قوت آگئی اور قلب و دماغ میں جرات پیدا ہوگئی۔

2۔ دوسرا انکے جسم سے مشک کی طرح خشبو آنے لگی۔ اور وہ خوشبو بعد از وفات ان کی قبر سے بھی آتی تھی۔

چنانچہ اما قسطلانی رقمطراز ہیں:

لما شرب عبدالله بن الزبیر رضی اللہ عنہ دمه صلی اللہ علیہ وسلم تضوع فمه مسكاً وبقيت رائحته موجودة فى فمه الى ان صلب رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خون مبارک پی لیا۔ تو انکے جسم سے مشک کی خوشبو مہکنے لگی۔ اور یہ خوشبو انکی شہادت تک انکے دہن مبارک میں باقی رہی۔ (المواہب اللدنیۃ گ 2 ص 317 / زرقانی علی المواہب ج 5 س 548)

اور ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

وذكروا انه كان يشم من عنده قبره ريح المسك

علماء کرام نے ذکر کیا ہے۔ کہ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

قارئین انصاف سے سوچئے: کہ خون کا ایک پیالہ پینے کی یہ برکتیں ہیں۔ تو پھر ان اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ جن کا خمیر ہی خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ جنکو گھٹی ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پلائی ہو۔ جنکے کانوں میں اذانیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہوں۔ جنکی زبانوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوسا ہو۔ پھر انکی قوت و بہادری کے کیا کہنے، پھر انکے جسمان مقدس سے آنے والی خوشبوؤں کے کیا کہنے۔ اسی لئے اعلحضرت فاضل بریلویؒ لکھتے ہیں:

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
انکی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

حسب ونسب میں سب سے بہتر کون؟

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایها الناس ،الا اخبر کم بخیر الناس جدًا وجدةً؟ الا اخبر کم بخیر الناس عماً و عمةً؟ الا اخبر کم بخیر الناس خالاً وخالةً؟ الا اخبر کم بخیر الناس اباً واماً؟ هما الحسن والحسین، جدهما رسول اللہ علیہ السلام وجدتهما خدیجة بنت خویلد، وامهما فاطمة بنت رسول اللہ علیہ السلام ،وابو هما علی بن ابی طالب وعمهما جعفر بن ابی طالب ،وعمتهما ام هانی بنت ابی طالب وخالهما القاسم بن رسول اللہ وخالتهم زینب ورقیة وام کلثوم بنات رسول اللہ علیہ السلام. جدهما فی الجنة وابو هما فی الجنة وامهما فی الجنة عمهما فی الجنة وعمتهما فی الجنة وخالاتهما فی الجنة وهما فی الجنة۔ رواه الطبرانی

(الطبرانی فی المعجم الکبیر:3/ 66،الرقم 2682،وفی المعجم الاوسط،6/ 298:الرقم:6462)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو: کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو (اپنے) نانا، نانی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو (اپنے) ماموں اور خالہ کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں۔ جو (اپنے) ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔

انکے نانا جان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

انکی نانی جان خدیجہ بنت خویلدؓ

ان کی والدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کے والد علی بن ابی طالبؓ

ان کے چچا جعفر بن ابی طالبؓ

ان کی پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالبؓ

ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور انکی خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں: حضرت زینبؓ، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثومؓ انکے نانا، نانی، والد، والدہ، چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ (سب) جنت میں ہونگے۔ اور وہ دونوں (حسنین کریمین رضی اللہ عنہما) بھی جنت میں ہونگے۔

حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کا رتبہ نگاہِ حضرت عمر فاروقؓ کی نظر میں:

علامہ محب الدین طبری اپنی کتاب "ریاض النضرہ فی مناقب عشر مبشرہ" میں رقمطراز ہیں:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں اللہ تعالی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے ہاتھوں پر مدائن فتح فرمایا۔ تو حضرت عمر

فاروق ؓ نے مسجد میں کپڑا بچھوا کر مالِ غنیمت جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت امام حسن علیہ السلام آپ ؓ کے پاس تشریف لائے۔ آپ ؓ نے فرمایا: مرحبا! حضرت امام حسن ؓ نے فرمایا: اے امیر المومنین ہمارا حق وظیفہ دے دیں۔ حضرت عمر ؓ نے حکم دیا۔ کہ آپ کی خدمت میں ایک ہزار درہم پیش کر دیئے جائیں۔ پھر حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے۔ تو آپ نے فرمایا: مرحبا! امام عالی مقام نے فرمایا: اے امیر المومنین ! غنیمت سے ہمارا حق دے دیں۔ حضرت عمر ؓ نے حکم دیا۔ کہ آپ کی خدمت میں ایک ہزار درہم پیش کر دیئے جائیں۔

پھر حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا: خوش آمدید۔ حضرت ابن عمر ؓ نے عرض کی۔ اے امیر المومنین ! غنیمت سے میرا حق عطا فرمائیں ۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اسے پانچ سو درہم دے دیئے جائیں

حضرت ابن عمر ؓ نے عرض کی ! اے امیر المومنین میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں مضبوط مرد تھا۔ اور تلوار چلایا کرتا تھا۔ جبکہ حضرات حسنین کریمین ؓ مدینہ منورہ کے نوجوانوں میں دو چھوٹے بچے تھے۔ آپ نے انھیں ایک ایک ہزار درہم عطا کیا ہے۔ اور مجھے پانچ سو درہم عطا کئے ہیں۔

حضرت عمر ؓ نے (کیا ہی خوبصورت جواب) فرمایا: جا کر میرے پاس ایسا باپ لا جوان دونوں کے باپ جیسا ہو۔ اور ایسی ماں لا جوان دونوں کی ماں جیسی ہو۔ اور ایسا نانا لا جو انکے نانا جیسا ہو۔ اور ایسی نانی لا جو انکی نانی جیسی ہو۔ اور ایسا چچا لا جو انکے چچا جیسا ہو۔ اور ایسا ماموں لا جو انکے ماموں جیسا ہو۔ یقیناً تو نہیں لا سکے گا۔

ان دونوں کے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں

ان دونوں کی والدہ حضرت فاطمہ ؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ان دونوں کے نانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ان دونوں کی نانی حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ

ان دونوں کے چچا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ

ان دونوں کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور انکی خالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں : حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ہیں۔

(یہ روایت ابن سمان نے الموافق میں نقل کی اور جو اس ذکر کے ساتھ ملحق ہے)

اللہ تعالیٰ کا فرشتے کے ذریعے شہزادوں کی حفاظت فرمانا:

اسی مضمون کو قدرے اضافے کے ساتھ امام عبد الرحمن صفوریؒ لکھتے ہیں:

ایک دن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پریشانی کے عالم میں حاضر ہوئیں۔ حضور نے سبب معلوم کیا۔ تو عرض گزار ہوئیں۔ میرے دونوں لختِ جگر کہیں کھو گئے ہیں۔ نہ جانے اس وقت کہاں ہوں۔ اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا دونوں شہزادے فلاں مقام پر سو رہے ہیں۔ اور انکی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں پہنچے۔ دیکھا فرشتے نے ایک پر نیچے اور ایک پر اوپر رکھا ہوا ہے۔ اور دونوں شہزادے آرام فرما ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل دیئے۔ سرِ راہ حضرت ابو بکر صدیق (غار یار)ؓ ملے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شہزادہ مجھے دیجیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ اور فرمایا:

دیکھیئے ان کے لئے سواری کتنی اعلیٰ ہے۔ اور یہ دونوں سوار بھی کتنے اعلیٰ ہیں۔

جب آپ مسجد شریف میں تشریف لائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے افراد نہ بتاؤں۔ جو تمام مخلوق سے اعلیٰ ہیں؟

عرض کیا: فرمایئے:

کہا: ان بچوں کے نانا اور نانی۔صحابہ نے تصدیق فرمائی۔پھر فرمایا: ان کا نانا میں نانی خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہیں۔ یہ سب سے بہتر ہیں۔ پھر ان کے والدین سب سے بہتر ہیں ۔جو علی ؓ اور فاطمہ سلام اللہ علیھا ہیں۔ پھر انکے چچا اور پھوپھی سب سے بہتر ہیں۔ چچا حضرت جعفر ؓ اور پھوپھی حضرت ام ہانی ؓ ہیں۔ پھر انکے ماموں اور خالہ سب سے بہتر ہیں۔ انکے ماموں عبداللہ طیب وطاہر، قاسم وابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور خالہ ام کلثوم ؓ، رقیہ ؓ اور حضرت زینب ؓ ہیں۔

(نزہت المجالس۔للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوری ؒ۔ ج2،ص 547)

اہل جنّت کے سردار:

عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول الله علیہ السلام فيقول: نحن ولد عبد المطلب سادة اهل الجنة: انا وحمزة وعلي وجعفر والحسن والحسين والمهدی

(ابن ماجہ فی السنن: الرقم: 4087۔ المستدرک للحاکم: الرقم: 4940)

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

کہ ہم حضرت عبدالمطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں۔ جن میں میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور مہدی شامل ہیں

☆ جو لوگ کہتے ہیں نسب کوئی چیز نہیں۔ وہ مذکورہ بالا دونوں روایتوں پر غور کریں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان رسالت سے خود اپنا نسب بیان فرما رہے ہیں۔ اور جنت کے سات سردار ہیں۔

چادر نبوت میں حسن اور حسین (رضی اللہ تعالی عنہما):

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ

طرقت النبی ﷺ ذات لیلة فی بعض الحاجة فخرج النبی علیہ السلام وھو مستمل علی شئی لا ادری ماھو فلما فرغت من حاجتی قلت: ماھذا الذی انت مشتمل علیه فکشفه فاذا حسن و حسین علی ور کیه فقال: ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔ (ترمذی۔4/ 200،201)

میں ایک رات کسی حاجت کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے۔ جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا۔ تو عرض کیا اس چادر میں کیا ہے۔؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر اٹھائی تو آپ کے دونوں کولھوں (میں سے ایک پر) حضرت حسنؓ اور (دوسرے کولہے پر) حضرت حسینؓ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت فرما۔ اور ہر اس شخص سے محبت فرما جو ان دونوں سے محبت رکھے۔

قارئین: غور فرمائیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی زبانِ نبوت سے حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کو اپنا بیٹا فرمایا۔ لیکن اسکے باوجود بعد میں آنے والے لوگ جو بغض اہل بیت سے مالا مال تھے۔ وہ اسکا انکار کرتے چلے آئے۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

امام ابن ابی حاتمؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوحرب بن ابی الاسودؒ نے کہا ہے کہ حجاج نے یحی بن یعمرؒ کی طرف پیغام بھیجا۔ اور کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم یہ نظریہ رکھتے

ہو۔ کہ امام حسن ؓ و امام حسین ؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں۔ حالانکہ میں نے اول سے آخر تک سارا قرآن پڑھا ہے۔ لیکن مجھے کہیں نہیں ملا۔ تو انہوں نے جواب دیا: کیا سورہ الانعام کی یہ آیات نہیں پڑھتے ہو۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ ...... وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى (سورہ الانعام:84_85)

اور اس (ابراہیم) کی اولاد میں سے داود اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی اور زکریا اور یحی اور عیسی (علیہم السلام) کو ہدایت دی۔

حضرت یعمر نے فرمایا: کیا حضرت عیسی علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں تھے؟ حالانکہ انکا کوئی باپ نہیں؟ (یعنی وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے) اس نے کہا تم نے سچ کہا ہے۔ (تفسیر الدر المنثور: ج3: ص96)

امام حاکم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ کہ

پس اللہ تعالی نے خبر دی کہ حضرت عیسی علیہ السلام فقط ماں سے جنم لینے کے باوجود ذریت آدم (و ابراہیم) علیہم السلام سے ہیں۔ تو حضرت امام حسن ؓ اور امام حسین ؓ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہونے کے باوجود ذریت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں اس پر حجاج نے کہا تم نے سچ کہا۔ مگر بھری مجلس میں تمہیں مجھ کو جھٹلانے کی جرات کیسے ہوئی؟ حضرت یعمر ؒ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اہل کتاب علماء سے عہد لیا۔ کہ وہ لوگوں پر حق کر ظاہر فرمائیں۔ چھپائیں نہیں۔ لیکن انہوں نے نے تھوڑی قیمت کے عوض اس فرمان الہی کو پس پشت ڈال دیا (ہم امت محمدیہ ہیں ہم سے یہ گھناونی کاروائی نہیں ہو سکتی)

(المستدرک۔ ج3 ص163 ۔ تفسیر ابن کثیر ج2 ص160)

رئیس المجدین فاتح قادیانیت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ؒ فرماتے ہیں: بنی امیہ میں سے کسی نے ایک روز تعریضاً حضرت امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا: کہ آپ کو ''ابن رسول'' کیوں کہتے ہیں۔ ابن علی ؓ کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے جواب

دیا۔ کہ ہمارا یہ لقب قرآن سے ثابت ہے تمہیں چونکہ قرآن کی سمجھ نہیں۔ اسلئے یہ اعتراض لائے ہو۔ آیت مباہلہ ''قل تعالوا ندع ابنائنا وابناءکم (کہیے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو لاتے ہیں۔ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ) میں ابنائنا (ہمارے بیٹے) اور کون تھے؟ کیا اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹوں کی سلک میں میرے اور میرے بھائی حسین علیہ السلام کے سوا کسی اور کو میدان مباہلہ میں لے کر گئے تھے؟ (مہر منیر ص 477،476)

پھر جب آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹوں کی تفسیر میں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور اپنی عورتوں کی تفسیر میں اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی کو اور اپنے نفس کی تفسیر میں حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالی کو ساتھ لے کر گئے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

لما نزلت هذه الآية '' ندع ابناءنا وابناءكم ... '' دعا رسول الله علیہ السلام علياً وفاطمة وحسناً وحسيناً فقال: اللهم هؤلاء اهلي

جب یہ آیت نازل ہوئی ''ہم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو'' تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔

(صحیح مسلم: رقم 6220/ سنن ترمذی: 2999، 3724/ مسند احمد: ج 1 ص 185 رقم 1608 / المستدرک: ج 3، رقم 4773/ سنن الکبری البیہقی: ج 7، رقم: 13392......)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نفوس مقدسہ کو حکم فرمایا: کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ جب یہ پانچ نفوس قدسیہ (بشمول) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کے سامنے آئے۔ تو عیسائیوں کا بڑا پادری پکار اُٹھا:

يا معشر النصارى انى لارى وجوها لو شاء الله ان يزيل جبلا من مكانه لأزاله بها فلا تباهلوا فتهلكوا ولا يبقى على وجه الارض

نصرانی الی یوم القیامۃ

اے گروہ نصاری بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں۔ کہ اگر اللہ تعالی چاہیے تو ان کے طفیل پہاڑ کو اس کے مقام سے ہٹادے۔ پس تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں رہے گا۔

(التفسیر الکبیر۔ ج 7 ص 71 / روح المعانی۔ ج 3 ص 301 / تفسیر خازن۔ ج 1 س 254 / التفسیر المظہری۔ ج 2 ص 65)

اسی لئے امام سیوطی فرماتے ہیں

اس آیت سے مباہلہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ اور حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کا ابناء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت ان دونوں کے علاوہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ امام شافعیؒ کا مذہب یہی ہے:

(الاکلیل فی استنباط التنزیل للسیوطی ص 69)

اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ ذیل دو احادیث سے بات اور واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ ، وان اللہ تعالی جعل ذریتی فی صلب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

بے شک اللہ تعالی عزوجل نے ہر نبی کی ذریت اس کی پشت سے پیدا کی۔ اور میری ذریت کو علی بن ابی طالبؓ کی پشت سے پیدا فرمایا۔

(الجامع الصغیر للسیوطی رقم 1717 / المعجم الکبیر ج 3 ص 43،44 رقم 2630 / جواہر العقدین للسمہودی ص 279)

☆ ہارون رشید نے حضرت موسی کاظمؒ سے دریافت کیا۔ آپ اپنے آپ کو ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ حضرت علیؓ کی اولاد ہیں۔ تو آپ

نے یہ آیت پڑھی:

وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ ۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسی علیہ السلام پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسی علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی۔ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علیؓ، حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت حسنؓ و حسینؓ دونوں بیٹے ہوئے۔

(الصواعق المحرقہ۔ 467)

اور پھر صحابہ کرام بھی حسنین کریمین کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا سمجھتے تھے۔ اور برملا اسکا اظہار بھی فرماتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مچھر کے بارے میں پوچھا گیا کہ اگر محرم انسان اسکو قتل کر دے تو کیا سزا ہے۔؟ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا:

ممن انت قال: من اهل العراق قال: انظروا الى هذا يسالنى عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله قد سمعت رسول الله ﷺ: هما ريحانتى من الدنيا رضى الله تعالى عنهما

(البخاری 7/95: الترمذی 5/657: فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ 1390)

تو کہاں سے ہے؟ اسنے کہا میں اہل عراق سے ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا: دیکھو اس عراقی کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے "بیٹے" کو شہید کر ڈالا۔ اور اب یہ مجھ سے مچھر کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ اور میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ کہ حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كل بنى ام ينتمون الى عصبة الا ولد فاطمة فانا وليهم و عصبتهم

ہر ماں کی اولاد انکے ددھیال کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ سوائے اولاد فاطمہؓ کے

ان کا ولی اور عصبہ میں ہوں۔

(استجلاب ارتقاء الغرف للسخاوی ج2 س501، المعجم الکبیر ج3 ص44 رقم 2632)

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت صرف اور صرف حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کے صاحبزادوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد ہے۔ اور حضور مولاء کائنات شیر خدا رضی اللہ عنہ کی باقی غیر فاطمی اولاد ذریت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے۔ بلکہ علوی ہیں۔

اب جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ تو یہ بات بھی یادرکھنی چاہیے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کا جزو بدن ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے کہا:

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا (سورۃ الزخرف: آیت 15)

اور لوگوں نے اسکے بندوں (ملائکہ) کو اسکا جز قرار دیا:

یعنی ملائکہ جو رب تعالی کے بندے ہیں انکو مشرکین نے اللہ تعالی کی بیٹیاں قرار دیا پس ثابت ہوا اولاد صاحب اولاد کی جزء ہوتی ہے۔ اور اسکے حکم میں ہوتی ہے ۔جیسا کہ اصول سرخسی میں ہے کہ: جو حکم اصل کا ہے وہی حکم فرع کا ہے۔

اور پھر قرآن میں ہے۔ کہ

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (سورۃ الزخرف۔ آیت 81)

کہہ دیجیے: اگر اللہ کا بیٹا ہوتا۔ تو سب سے پہلے میں اسکی عبادت کرتا:

یعنی بیٹا اپنے والد کا جز و ہوتا ہے۔ اسلئے رب تعالی کا اگر کوئی بیٹا ہوتا تو وہ اسکا جزو ہونے کی وجہ سے پوجا جانے کے قابل ہوتا۔ یعنی جو حکم کل کا ہے وہی حکم جز کا ہے۔

(جز المرء فی معنی نفسہ) اور جزو کا جزو دو دفعہ جزو ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کا ٹکڑا ہیں۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے بدن کے ٹکڑے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالی نے فرمایا: اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کو انکے اہل بیت (اولاد) میں ڈھونڈو۔ اسکے تحت علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں اس سے مراد سیدہ کائنات حضرت فاطمہؓ، حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہیں۔

چنانچہ علامہ مومن بن حسن شبلنجی لکھتے ہیں کہ:

سیدی علی الخواصؒ فرماتے ہیں سیدزادے کا ہم پر حق ہے کہ ہم اپنی جانیں ان پر قربان کریں اس لئے کہ اس میں گوشت اور خون نبوی موجزن ہے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مقدس کا حصہ ہے اور اجلال تعظیم وتوقیر میں جو حکم کل کا ہے۔ وہی جز کا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کے کسی حصہ کی جو تعظیم اور حرمت آپ کی (ظاہری) حیات میں تھی وہی تعظیم اور حرمت اب بھی برابر ہے۔

(نورالابصار للشبلنجی ص129)

اور امام شعرانی رقمطراز ہیں: کہ

اور سیدزادے کے بضعہ نبوی (جسم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ) ہونے کی وجہ سے میں اس پر سبقت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جزو کی حرمت اور تعظیم وہی ہے۔ جو کل کی ہے۔ اور یہ وہ ادب ہے۔ جس سے آج کل کے اکثر مشائخ واقف نہیں ہیں

(لطائف المنن للشعرانی۔ص343)

چادر تطہیر کے نیچے کون:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

خرج النبی ﷺ غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ، ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جائت فاطمۃ

فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال: "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا." (مسلم شریف۔2/383)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کالی چادر تھی۔جس پر کجاووں کی تصویریں تھیں۔پس امام حسن رضی اللہ عنہ آئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں چادر میں داخل کرلیا۔پھر امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور داخل ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وحضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بھی اپنی چادر میں داخل فرمایا۔پھر آپ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ناپاکیزگی کو دور رکھے۔اے گھر میں رہنے والو اور تمہیں خوب پاک رکھے۔جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔(الاحزاب۔33)

امام طبری (التوفی 310ھ) نے اپنی مشہور تفسیر،تفسیر طبری (تفسیر بالماثور میں قدیم ترین تفسیر ہے۔اور عالم اسلام میں اسکو پہلے درجے کی تفسیر مانا گیا ہے) میں اس آیت (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا) کے بارے میں مرفوع روایتیں (یہ احادیث "تفسیر در منثور۔امام سیوطی" کے اندر بھی موجود ہیں) بیان کی ہیں۔جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہیں۔ان میں سے ایک روایت یہاں نقل کی جاتی ہے:

عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ،قال: قال رسول اللہ "نزلت ھذہ الایۃ فی خمسۃ: فی و علی رضی اللہ عنہ،وحسن رضی اللہ عنہ،وحسین رضی اللہ عنہ،وفاطمۃ رضی اللہ عنہا

(تفسیر طبری۔ج10:ص500)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خود فرماتے ہوئے سنا: یہ آیت پانچ کے بارے میں نازل ہوئی۔یہ میرے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،حضرت علی رضی اللہ عنہ،حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ،حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

عن انس ان رسول اللهﷺ کان یاتی بیت فاطمة ست اشهر اذا خرج من صلاة الفجر یقول یا اهل البیت الصلاة الصلاة یا اهل البیت اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

نبی پاک ﷺ فجر کی نماز کے لئے نکلتے وقت روزانہ تقریباً چھ (6) مہینے سیدہ فاطمہؓ کے دروازے پر جا کر فرماتے رہے یا اهل البیت: نماز نماز یا اهل البیت: بے شک اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ناپاکیزگی کو دور رکھے۔ اے گھر میں رہنے والو اور تمہیں خوب پاک رکھے۔ جیسا پاک کرنے کا حق ہے۔

(فضائل الصحابۃ۔ امام احمد بن حنبل۔ رقم 1340، 1341)

بزار نے حضرت حسنؓ سے بیان کیا ہے۔ کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا۔ اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تو آپ نے خطبہ میں فرمایا: اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں۔ اور ہم وہ اہل بیت ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔

(الصواعق المحرقہ۔ ص 342)

حضرت شاہ عبد الحق محدث دھلویؒ فرماتے ہیں:

اہل بیت کی تفسیر میں مفسرین کو اختلاف ہے۔ اکثریت اس پر ہے۔ کہ اہل بیت سے مراد حضرت فاطمہؓ، حضرت حسن و حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ جس طرح کہ بہت سی روایات سے اس پر دلالت ہوتی ہے۔

(مدارج النبوت۔ ج 1۔ ص 465)

مگر یہ بات بھی صحیح ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت سے ہیں۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بھی فرمایا۔ کہ وہ بھی اہل بیت سے ہیں یا دوسرے لوگوں کے بارے میں بھی ارشادات عالیہ ملتے ہیں۔ ان اقوال میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح تطبیق فرمائی ہے:

اہل بیت کی چار قسمیں ہیں۔ اہل بیت نسب دوسری اہل بیت سکنی اور تیسری اہل بیت ولادت اور اہل بیت خدمت۔ حضرت عبدالمطلب کی ساری اولاد اہل بیت نسب ہے۔ ازواجِ نبوی اہل بیت سکنی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے خادم اہل بیت خدمت ہیں۔ اور آنحضرت کی اولاد پاک اہل بیت ولادت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گو اولاد سے نہیں ہیں۔ لیکن وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے باعث اہل بیت ولادت سے ملحق ہیں۔ (مدارج النبوت۔ ج1۔ ص464)

کونسے اہل بیت کی محبت کا قرآن میں حکم:

جب یہ آیت مبارکہ

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

آپ فرمائیں: میں اس پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا مگر اپنی قرابت کی محبت نازل ہوئی۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرشِ پناہ میں عرض گزار ہوئے:

يارسول الله من قرابتك هؤلاء الذين وجبت علينا مودتهم قال علي وفاطمة وولداهما:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ آپ کے قریبی کون ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب فرمائی گئی ہے؟ فرمایا: علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں بیٹے (حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ)

(الطبرانی فی معجم الکبیر: رقم 2661/ تفسیر در منثور ج 6 ص 7/ زرقانی علی المواہب ج 7 س 20)

ابن جریر ابی الدیلم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ: جب علی بن حسینؓ (حضرت امام زین العابدین) کو گرفتار کر کے لایا گیا اور (بغرض رسوائی) دمشق کے (بازار میں) سٹیج پر کھڑا کیا گیا، تو ایک شامی باشندہ کھڑا ہوا اور بکنے لگا۔:

اللہ کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کر دی

اس پر امام زین العابدینؓ نے فرمایا:

کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

بولا: ہاں

پوچھا: الحم پڑھی ہے؟

بولا: ہاں

پوچھا: کیا تم نے "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى" نہیں پڑھا؟

بولا: تو کیا وہ لوگ تم ہو؟

فرمایا: ہاں۔ (روح المعانی: 31/25، الصواعق المحرقہ)

☆ حضرت امام زین العابدینؓ نے بہت ہی واضح تفسیر فرما کر تمام ابہام کو صاف فرما دیا۔ اور آپکے تفسیر فرمانے کے بعد کسی اور چیز کی حاجت نہیں رہتی۔ (وہ اسلئے کہ امام جلال الدین سیوطی نے علم المصطلح کی مشہور اور چوٹی کی کتاب "تدریب الراوی شرح تقریب النواوی" میں آپکی سند کو "اصح الاسانید" قرار دیا ہے۔؟ کہتے ہیں حضرت امام زین العابدینؓ روایت فرمائیں حضرت امام حسنؓ سے یا حضرت امام حسینؓ سے اور وہ روایت فرمائیں حضرت علی مرتضی شیر خدا سے۔ وہ روایت فرمائیں سید الانبیاء سے۔)

اسی طرح امام سخاوی نے اہل بیت ہی کی سند سے حضرت حسنؓ کا ارشاد نقل کیا ہے:

امام حسن رضی اللہ تعالی نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کہ بیشک ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ جن سے محبت اور مودۃ اللہ نے ہر مسلمان پر فرض کر دی ہے۔ پس اللہ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ومن يقترف حسنة نزدله فيها حسنا

پس اقتراف الحسنہ سے مراد اہل بیت سے محبت ومودت ہے۔

(الاستجلاب 59، الذریۃ الطاہرہ للدولابی 74)

اسی بات کو امام ابن حجر مکی نے اس طرح ذکر کیا ہے: کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے ایک خطبہ میں فرمایا:

جو مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے۔ کہ میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی :واتبعت ملة آبائى ابراهيم واسحاق۔ پھر فرمایا: میں بشیر کا بیٹا ہوں، میں نذیر کا بیٹا ہوں۔ پھر فرمایا: میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے محبت اور مودت کرنا اللہ تعالی نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔

کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل ہوئی۔

(الصواعق المحرقہ۔ ص 403)

حضرت امام فخر الدین رازیؒ اپنی مشہور تفسیر ''تفسیر کبیر'' میں آیت مودۃ کے تحت لکھتے ہیں:

لما نزلت هذه الاية قيل يارسول الله من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم فقال: على و فاطمة و ابناهما

جب یہ آیت (قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى) نازل

ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کے وہ کونسے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کر دی گئی ہے۔ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (امام حسن وامام حسین) رضی اللہ عنہما ہیں۔

(تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون۔ص:166)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت امام فخر الدین رازیؒ مزید لکھتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا:

پہلا انعام:

من مات علی حب آل محمد مات شهيدا

جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے شہادت کی موت پائی

دوسرا انعام:

مزید فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ (گناہوں سے بخشا ہوا مرا)۔

تیسرا انعام:

مزید فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہو کر مرا

چوتھا انعام:

مزید فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان

خبردار ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا

پانچواں انعام:

پھر فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات بشره ملك الموت بالجنة ثم منکر ونکیر

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا، اسے ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

چھٹا انعام:

پھر ارشاد فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما یزف العروس الی بیت زوجها

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا۔ جیسے دلہن کو اسکا شوہر گھر لے جاتا ہے

ساتواں انعام:

اور فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبره بابان الی الجنة

.....مات علی السنة والجماعة

آگاہ ہو جاؤ: جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا اسکی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

(تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشر ون۔ ص:165۔166 /تفسیر کشاف: ج3ص 467)

یہاں پر بہت سے بے مہارے لوگ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ نسب وغیرہ کوئی شے نہیں ہے۔ اور اسکے لئے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے مثالیں دیتے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا پیغبر کا بیٹا ہوتے ہوئے غرق ہو گیا، عبداللہ بن ابی ابن سلول کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص کوئی فائدہ نہیں دے گی وغیرہ۔

یہاں یہ بات یادرکھنی چاہیے۔ کہ کفر سے نسب کٹ جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اطہار میں تو اسکا شائبہ تک نہیں۔ اور یہ تو ایسا پاک نسب ہے کہ قرب قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کیونکہ امام مہدی علیہ السلام آپ کی اولاد میں سے ہی ہونگے۔ قرآن تو بتاتا ہے کہ نیک مومنین کی اولاد اچھے اعمال نہ کرنے کے باوجود اپنے نیک والدین کے ساتھ ملادی جائے گی۔ تو دونوں جہانوں کے میر ومختار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے بارے میں فتوی لگاتے وقت قرآنی تعلیم کیوں مدنظر نہیں رہتی۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (سورہ طور۔ آیت 21)

جو ایمان لائے اور انکی اولاد نے ایمان کے ساتھ انکی پیروی کی۔ ہم نے انکی اولاد ان سے ملادی اور انکے عمل میں انھیں کچھ کمی نہ دی۔

آگے آپ پڑھیں گے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب قیدی بن کر آتے ہیں تو رات کو روتے

ہیں ۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے اتنی اذیت پہنچتی ہے۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو نہیں سکتے ۔حالانکہ اس وقت حضرت عباس نے کلمہ بھی نہیں پڑھا ہوا تھا۔تو سوچئے کہ کل قیامت والے دن ایسے لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جب پیش ہونگے تو اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ میں اپنے چچا (جو اس وقت مسلمان نہیں تھے۔) کی تکلیف برداشت نہیں کر سکا۔اور جب ابولہب کی بیٹی درہ کو لوگوں نے شعلے کی بیٹی کہا۔تو میں برداشت نہیں کر سکا۔تو میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی تکلیف کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ کوئی کلمہ بھی میرا ہی پڑھے اور فتوے بھی میری اولاد پر لگائے۔حالانکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد باقی لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔جیسا کہ مشہور ہے۔کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک سیدزادے کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک فرمایا۔تو کسی نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے۔مجھے یقین ہے کہ انکے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وجہ سے انکی والدہ مجھ سے ضرور خوش ہونگی۔(جیسا کہ احادیث میں ہے)اور امید کرتا ہوں کہ کل قیامت والے دن میری شفاعت کریں گے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ اور صدقہ:

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ علیہ السلام یؤتی بالتمر عیب النداصرام النخل فیجیء ھذا بتمرہ وھذا من تمرہ حتی یصیر عندہ کوما من تمر فجعل الحسن و الحسین (رضی اللہ عنھما) یلعبان بذالك التمر فاخذ احدھما تمرۃ فجعله فی فیه فنظر الیه رسول اللہ علیہ السلام فأخرجھا من فیه فقال: أما علمت أن آل محمد علیہ السلام لا یاکلون الصدقة

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔کہ انہوں نے فرمایا: (موسم کی پہلی) کھجوریں اتاری جاتیں ۔تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جاتی تھیں۔کبھی

کوئی لاتا کہ یہ اس کی کھجوریں ہیں۔اور کبھی کوئی لاتا کہ یہ اسکی کھجوریں ہیں۔یہاں تک کہ آپ کے پاس ڈھیر لگ جاتا۔حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما ان کھجوروں سے کھیلا کرتے۔ایک مرتبہ ان میں سے کسی ایک نے کھجور اُٹھا کر منہ میں ڈال لی۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ لیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے منہ سے نکال دی اور فرمایا: کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھاتے۔

(البخاری۔الرقم:1414)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے۔کہ

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ : ان الحسن اخذ تمرة من تمر الصدقه فجعلها فی فيه، فقال له رسول الله علیہ السلام: كخ كخ، القها، اما شعرت انا اهل بيت لا نأكل الصدقه

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سیدنا امام حسنؓ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کخ کخ اسے نکال دو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اہل بیت صدقہ نہیں کھاتے

(مسلم۔رقم1069 / بخاری۔رقم3072 / مسند احمد۔رقم9297)

یعنی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہیں اور امت اور ہے۔چنانچہ

1۔حضرت عائشہؓ صدیقہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

عن عائشه و عن ابی هريرة ان رسول الله (صلی الله عليه وآله وسلم) كان اذا اراد ان يضحی اشتری كبشين عظيمين سمينين اقرنين املحين موجوا ين فذبح احدهما عن امته لمن شهد لله بالتوحيد وشهد له بالبلا غ وذبح الاخر عن محمد و عن آل محمد (صلی الله عليه وآله وسلم)

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے۔ تو دو بڑے، فربہ، سینگ والے، چتکبرے، خصی مینڈھے خریدتے اور ایک اپنی امت کی جانب سے ان لوگوں کے لئے ذبح فرماتے۔ جنہوں نے اللہ کے لئے توحید کی گواہی دی۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے تبلیغ رسالت کی گواہی دی۔ اور دوسرا خود اپنی جانب سے اور آل محمد کی جانب سے ذبح فرماتے۔ (ابن ماجہ۔ رقم 3113 / شعب الایمان ج 2۔ رقم 1591)

☆ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل ہے۔ کہ لفظ آل خاص قرابت داروں کے لئے ہیں۔ عامتہ المومنین کے لئے نہیں۔ (شعب الایمان ج 2 ص 225)

2۔ حضرت زید بن ارقمؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فریضہ حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے باہر غدیر خم کے موقع پر تشریف فرما ہوئے۔ جہاں سے مختلف اطراف کو راستے جاتے تھے۔ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے اصحاب کو الوداع کہنے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا: اے میرے ساتھیو! میں اپنے فرائض کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکا ہوں۔ سنت الٰہیہ کے موافق کسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آجائے۔ اور مجھے اسکی تکمیل کرنا پڑے اسلئے میں تمہاری ہدایت ونجات کے لئے آخری بات کہہ دینا چاہتا ہوں تاکہ تم ھدایت صراط مستقیم سے بھٹک نہ جاؤ۔

انی تارك فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ النور والھدیٰ فخذو ابکتاب اللہ واستمسکو بہ وقال: اھل بیتی اذکر اللہ فی اھل بیتی وقالہ ثلاثاً۔

میں تم میں دو بے مثل عمدہ نفیس چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) جو نور ھدایت سے بھرپور ہے اس کو بہت مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ دوسری گرانقدر اور بزرگ چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں

اپنے اہل بیت کے معاملے میں۔ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے معاملے میں۔ اور یوں ہی تین بار اس کا تکرار فرمایا۔

(مسلم شریف ج2۔رقم 2408/ المعجم الکبیر رقم 4888/مشکواۃ ص 725)

☆اس میں قرآن اور اہل بیت کا ذکر ہے ۔قرآن ناطق نہیں ہے اور اہل بیت ناطق ہیں ۔یعنی قرآن علم ہے تو اہل بیت اسکی عملی تفسیر ہیں ۔اسکا مطلب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لئے قرآن اور اہل بیت کو چھوڑا۔یعنی امت اور ہے اور اہل بیت اور ہیں۔اگر امت اور اہل بیت ایک چیز ہوتے تو اوپر کا فرمان کبھی نہ فرمایا ہوتا۔ مذکورہ بالا حدیث پر شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے بہت ہی محققانہ تبصرہ فرمایا ہے۔چنانچہ آپ (مدارج النبوت ج1۔ص 464) پر رقمطراز ہیں:

اب تدبر لازم ہے کہ ان دونوں سے کس طرح مخالفت کی جاسکتی ہے۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

آلِ محمد کو پہچان لینا دوزخ کی آگ سے چھٹکارے کا باعث ہے ۔اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب رکھنا صراط سے گزرنا ہے۔اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت رکھنا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے امان پانا ہے۔اور پہچاننے سے مراد ہے ان کا مرتبہ اور مقام سمجھنا۔یعنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کا تعلق کیسا ہے۔اور جس وقت ان کی یہ نسبت پہچان لی جائے جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔تو پھر یہ بھی پتہ چل جائے گا۔کہ ان کی مخالفت سے گمراہی کس طرح لازم آتی ہے ۔اور ان کی پیروی اور احترام کیا جائے تو کس طرح گمراہی سے نجات اور عذاب سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔

3۔ عن زید بن یثیع عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ علیہ السلام بعث ببراءۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ،ثم اتبعہ بعلی، فقال لہ: خذ الکتاب،فامض بہ الی اھل مکۃ قال: فلحقہ ،فاخذ الکتاب منہ ،فانصرف ابو بکر

وھو کیب ،فقال لرسول اللہ [یارسول اللہ علیہ السلام] انزل فی شیء" ؟ قال: لا ، الا ، انی امرت ان ابلغه انا اور جل من اھل بیتی

(مسند احمد رقم 1287 / السنن الکبری للنسائی رقم 846 / فضائل الصحابۃ رقم 1203 / مجمع الزوائد رقم 11039 / الریاض النضرۃ ج4ص 114)

☆ عمدۃ القاری شرح بخاری، علامہ بدالدین عینیؒ نے زیادہ تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو لکھا ہے۔ حضرت زید بن یثیع حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سورۃ براۃ دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور فرمایا: تم وہ مکتوب ان سے لے لو اور اہل مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ حضرت علی مرتضیٰؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچ گئے۔ اور ان سے مکتوب لے لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ غمگین حالت میں واپس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا میرے خلاف کوئی وحی اتری ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، مگر مجھے حکم کیا گیا ہے۔ کہ یہ ذمہ داری میں خود نبھاؤں یا میرے اہل بیت کا کوئی شخص نبھائے۔

اگر امت مسلمہ کی افضل ترین شخصیت، اعلیٰ ترین متقی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرما دیا کہ آپ چونکہ میرے اہل بیت میں سے نہیں۔ اس لئے آپ یہ اعلان نہیں کر سکتے۔ مجھے جو حکم ہوا ہے اسکے مطابق اسکا اعلان میں یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرسکتا ہے۔ علیؓ چونکہ میرے اہل بیت میں سے ہے اسلئے اسکا اعلان وہ کرسکتا ہے۔ تو وہ لوگ جو کہتے ہیں ہر متقی بھی اہل بیت میں سے ہے۔ ذرا سوچیں!

4۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ

عن ابی بکر الصدیق انه قال: یا ایھا الناس ارقبوا محمدا فی اھل بیته

(البخاری۔ 7/95_78 / فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ رقم 971)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے فرمایا: اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کو انکے اہل بیت میں ڈھونڈو۔

☆ خلیفہ بلا فصل، یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی نے جہاں یہ بتادیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت چاہتے ہو۔تو اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے جاؤ۔وہاں یہ بات بھی سمجھادی۔کہ اہل بیت اور امت اگر الگ نہ ہوتے۔تو امت کو کیوں حکم فرماتے: کہ تم اہل بیت میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کو ڈھونڈو۔اسکا مطلب ڈھونڈنے کا کام امت کرے اور جنکو ڈھونڈے وہ اہل بیت ہیں۔اور پھر آپؓ نے خود حضرت امام حسنؓ کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر (حالانکہ آپؓ نے کسی اور کے بچے کو کبھی کندھوں پر نہیں بٹھایا) واضح کردیا کہ میں خود بھی کس طرح اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرتا ہوں۔

''محبت اہل بیت'' مومن ہونے کی شرط

عن عبد الرحمان بن ابی لیلی عن ابیه قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم:
لا یومن عبد حتی اکون احب الیه من نفسه واهلی احب الیه من اهله وعترتی احب الیه من عترته ۔وذاتی احب الیه من ذاته رواه الطبرانی و البیهقی ۔(الطبرانی فی معجم الکبیر 7/75 الرقم: 6416۔البیہقی فی شعب الایمان: الرقم 1505۔والھیثمی فی مجمع الزوائد 1/8)

حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلیؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی

جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں ۔اور میرے اہل بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں ۔اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے ۔اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔

☆ یعنی مومن ہو سکتا ہی نہیں جب تک میں اور میری اہل بیت اسکو اپنی ذات ،گھر والوں اور اولاد سے محبوب تر نہ ہو جائیں۔

☆ پھر کیا وہ لوگ مومن ہیں؟ جو اہل بیت کو اُٹھتے بیٹھتے برا کہتے رہتے ہیں ۔انکے بارے میں بغض وعناد کے بازار ہر وقت گرم رکھتے ہیں۔

انکو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

☆ اور اس حدیث کی روشنی میں یزید اور اسکے حواری کسی صورت مومن نہیں ہو سکتے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اللہ کی پناہ میں دینا:

کان النبی ﷺ یعوذ الحسن والحسین، ویقول: ان ابا کما کان یعوذ بھا اسماعیل و اسحاق "اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لئے پناہ طلب کیا کرتے تھے ۔اور فرماتے تھے ۔کہ تمہارے دادا (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام کے لئے مانگا کرتے تھے۔" میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے پورے کلمات کے ذریعے ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔(صحیح البخاری ۔الرقم:3371)

☆ پہلی بات جو لوگ یہ کہتے ہیں نسب کوئی چیز نہیں ۔وہ غور کریں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹوں کو اپنے باپ دادا کے بارے میں پہلے بتا کر پھر انکی دی ہوئی تعلیم کے بارے میں بتایا۔

☆ دوسری بات کہ جن ہستیوں کو امام الانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی پناہ میں دیں۔تو یقینا انھیں اللہ تعالی نے اپنے حفظ و امان میں رکھا۔اب جنکی تربیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں اور اللہ تعالی انکی حفاظت فرمائے۔انکے بارے میں کوئی ناپاک ہرزہ سرائی کرے،انکی ذاتوں میں کیڑے نکالے۔انکے عیب تلاش کرے۔اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے؟

محبوب مصطفی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ومحبوبِ خدا:

عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ اللهم انی احبهما فأحبهما

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔تو بھی ان سے محبت فرما

(فضائل الصحابۃ۔امام احمد۔الرقم:1371/السنن زلترمذی:5۔661)

☆ اب جن سے اللہ تعالی مالکِ کون ومکان محبت فرمائے اور اسکا محبوب محبت فرمائیں یا یوں کہہ لیجئے کہ جو اللہ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہو۔اسکے ساتھ بغض رکھے۔تو اس کو قیامت والے دن اپنا ٹھکانہ تلاش کرنے میں دقت کا سامنا نہیں ہونا چاہیے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما شبیہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

عن علی رضی اللہ عنہ قال:الحسن اشبه الناس برسول الله علیہ السلام ما بین الصدر الی الرأس والحسین رضی اللہ عنہ اشبه الناس بالنبی ﷺ ما کان اسفل من ذلك

سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: سینے سے لے کر سر تک لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور اس سے نچلے حصے

میں سیدنا امام حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لوگوں میں سب سے زیادہ مشابہہ ہیں۔

(فضائل الصحابۃ۔امام احمد الرقم:1366 / السنن الترمذی 5:660)

اسی طرح حضرت انسؓ سے روایت ہے۔کہ

قال اخبرنی انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال لم یکن فیھم احد اشبه برسول الله ﷺ من الحسن بن علی

حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا: حسنؓ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (شکل وصورت میں) مشابہہ کوئی نہ تھا

(الفضائل الصحابۃ:امام احمد۔الرقم:1329 / المستدرک 3:157)

اور پھر حضرت ابو جحیفہؓ اپنا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان الحسن رضی اللہ عنہ بن علی یشبه میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تھا۔یقیناً سیدنا امام حسنؓ ان کے مشابہ ہیں

(الفضائل الصحابۃ۔امام احمد۔الرقم:1348 / مسند احمد۔4:307 / المعجم الکبیر للطبرانی۔3:11۔10)

جو اس دنیا میں جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ:

عن بن سابط قال دخل حسین بن علی المسجد فقال جابر بن عبدالله من احب ینظر الی شباب الجنة فلینظر الی هذا سمعته من رسول الله ﷺ

ابن سابطؒ سے روایت ہے کہ امام حسینؓ بن علی مسجد میں داخل ہوئے۔تو حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

جو جنتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا پسند کرتا ہو۔تو وہ ان کو دیکھ لے۔میں نے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

(فضائل الصحابۃ:امام احمد۔الرقم:1372 / المطالب العالیۃ لابن حجر 4:71)

☆یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چہرہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی تڑپ اُٹھتی ہوگی۔تو وہ سارے کے سارے حسن وحسین علیہ السلام کی گلی میں جاتے ہونگے۔اور حسنین کریمین ؓ فرماتے ہونگے:

مجھی کو دیکھ لیں اب تیرے چاہنے والے

مجھے حسن بن علی ؓ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن ؓ کو سینے مبارک سے لگالیا اور یوں دعا فرمائی:

الھم انی احبه فاحبه واحب من یحبه ثلاث مرات

اے اللہ! بے شک میں اس کو محبوب رکھتا ہوں۔تو بھی اس سے محبت فرما۔اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما، یہ دعا تین بار فرمائی۔حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں۔کہ اس ارشاد نبوی کے بعد مجھے حضرت حسن بن علی ؓ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔

(البخاری: رقم 5884 / الصحیح مسلم۔الرقم: 6258،6256 / ابن ماجہ۔الرقم: 142)

☆یعنی جو بندہ حسن وحسین رضی اللہ تعالی عنہما سے محبت کرے گا۔وہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب بن جائے گا۔اسلئے صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں ۔مجھے حسن ؓ بن علی ؓ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔

قاتل بھی حسنِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر پکار اُٹھا:

جب ابن زیاد لعین کے سامنے امام عالی مقام امام حسین ؓ کا سر انور لایا گیا۔تو دیکھ کر بے اختیار پکار اُٹھا:

مارأیت مثل هذا حسنا

میں نے ان سے بڑھ کے حسین کسی کو نہیں دیکھا

(المعجم الکبیر للطبرانی۔135:3 / فضائل الصحابۃ: امام احمد۔الرقم: 1394)

☆ واہ مولا کریم تو نے اُس منہ اور زبان سے امام حسین علیہ السلام کی تعریف کروائی۔ کہ جو اہل بیت کی دشمنی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

میرا یہ بیٹا سیّد ہے

عن ابی بکرة قال رایت رسول الله ﷺ علی المنبر وحسن معه وهو یقبل علی الناس مرة وعلیه مرة ویقول ان ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فتین من المسلمین

حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے دیکھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اور حضرت امام حسنؓ آپ کے ساتھ تھے۔ تو رسول اللہ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے کبھی حضرت امام حسنؓ کی طرف اور فرماتے: یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالی اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروائے گا۔

(البخاری۔5:307 / سنن الترمذی۔5:651 / فضائل الصحابۃ۔امام احمد۔الرقم 1354)

☆ واہ کیا خوب نظارہ ہے۔ کہ مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی سب لوگوں کی طرف ایک نظر ڈالتے اور کبھی صرف امام حسن علیہ السلام پر ایک نظر ڈالتے

☆ پھر آپکی سرداری کا اعلان فرمایا۔ کہ اے امام حسنؓ تم کہیں بھی ہو کسی حالت میں ہو سرداری تمہاری ہے۔ اور سرداری دینے کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ آنے والے وقت میں میرا یہ بیٹا، میرا یہ سردار مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کروائے گا۔ اور مدت خلافت ختم ہونے پر اقتدار کو ٹھوکر مار دے گا۔ پھر بھی سردار یہی ہو گا۔

☆ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خطبوں میں ذکر اہل بیت کرنا، انکے اوصاف بیان کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

امام حسن علیہ السلام نبی پاکؐ کے مشابہ:

اخبرنی عقبہ بن الحارث قال خرجت مع ابی بکر من صلاۃ العصر بعد وفاہ النبی ﷺ بلیال و علی یمشی الی جنبہ فمر بحسن بن علی یلعب مع غلمان فاحتملہ علی رقبۃ وھو یقول بابی شبہ النبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم لیس شبیھا بعلی قال و علی یضحک

حضرت عقبہ بن حارثؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے کچھ راتوں بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ نماز عصر کے بعد نکلا اور حضرت علی مرتضی علیہ السلام بھی انکے پہلو میں چل رہے تھے۔ پس وہ سیدنا امام حسن بن علیؓ کے پاس سے گزرے۔ جو کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر فرمایا: میرے باپ آپ پر قربان۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شکل ہیں۔ علیؓ کے نہیں اور سیدنا علیؓ مسکرا رہے تھے

(فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ الرقم: 1351)

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے شہزادے کو گلی میں اپنے کندھوں پر بٹھا کر بتانا چاہا کہ لوگو اگر شان، مرتبہ۔ عزت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو میری طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہزادوں کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے پھرو جیسے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ اور پھر یہ کیوں فرمایا: کہ میرے باپ آپ پر قربان؟ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ جن شہزادوں پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ماں باپ قربان کرتے تھے۔ ان پر میں اپنے والدین کیوں نہ قربان کروں۔

☆ پھر آپ نے امام حسن علیہ السلام کی تعریف کی۔ اسکا مطلب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتانا چاہا کہ ایک وقت آنے والا ہے۔ جب لوگ مجھ سے محبت کے دعویدار ہونگے

۔مگر دوسری طرف اہل بیت کے خلاف بدزبانی کرنے ،بغض کرنے والے ہونگے ۔انکا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ محب اہل بیت اور بغض اہل بیت رکھنے والے ایک جگہ اکھٹے نہیں ہو سکتے۔

☆اور پھر یہ فرمانا کہ یہ علیؓ کے مشابہ نہیں۔ جس پر حضور مولا کائنات مسکرا رہے تھے۔سب سے پہلی بات کہ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دونوں ہستیوں کے درمیان دوستانہ تھا۔اور دوسری بات کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتانا چاہا کہ اے لوگو: میں نے امام حسن علیہ السلام کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو تشبیہ دی ہے۔اس سے مراد یہ ہے ۔کہ جب ہم سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کرتے تھے تو رب یاد آتا تھا۔اور اب امام حسن علیہ السلام کی زیارت کرتے ہیں۔تو ایک تو رب یاد آتا ہے۔اور دوسرا ایسا لگتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات ہوگئی ہے۔ کیونکہ یہ ہیں ہی ہم شکل مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

عرش کی تلواریں:

طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

حسنؓ اور حسینؓ عرش کی تلواریں ہیں۔(الصواعق المحرقہ۔446)

یہ میرے بابا کا منبر ہے:

دار قطنی کی روایت ہے۔کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما تھے۔کہ امام حسنؓ آگئے اور فرمایا:

میرے ابا کے منبر سے اتر جاؤ!

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: آپ نے ٹھیک فرمایا: واللہ یہ آپ ہی کے ابا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منبر ہے۔پھر (نیچے اترے) انھیں اُٹھایا۔اور اپنی گود میں بٹھالیا۔اور رو پڑے ......

اسی طرح امام حسنؓ نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی اسی طرح کہہ دیا تھا

(جبکہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے)۔ انہوں نے بھی اُٹھا کر پہلو میں بٹھالیا۔ اور فرمایا: یہ آپ کے ہی ابا کا منبر ہے۔ واللہ! میرے ابا کا تو منبر تھا ہی نہیں۔ تو مولا علیؓ نے فرمایا: میں ہرگز ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں ہرگز آپ کو الزام نہیں دیتا۔ ابن سعد نے یہاں اضافہ بھی ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو پکڑ کر پہلو میں بٹھالیا اور یہ فرمایا: (آپ منبر کی بات کرتے ہیں) میرے تو سر کے بال بھی آپ کے باپ کی وجہ سے ہیں۔ یعنی ہم خود کسی بلندی تک نہیں پہنچتے۔ اگر آپ کے باپ نہ ہوتے۔

(الصواعق المحرقہ۔ 177)

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے امام حسن اور حسین علیہم السلام کے لئے بدر والی پنشن مقرر فرمائی تھی۔ چنانچہ البدایہ میں ہے۔ کہ

عن موسی بن محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی۔ عن ابیہ۔ ان عمر لما عمل الدیوان فرض للحسن و الحسین مع اھل بدر فی خمسۃ آلاف درھم۔ (البدایہ والنہایہ۔ ج 8، ص 202، کتاب الاموال)

حضرت موسیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

جب حضرت عمر فاروقؓ نے وظائف کا رجسٹر بنایا تھا۔ اس وقت انہوں نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے لئے اہل بدر کے برابر 5000 ہزار درہم پنشن مقرر کی تھی۔

☆ یہ بات بھی اچھی طرح سے یاد رکھنی چاہیے۔ کہ اہل بیت سے پیار کرنے والا صحابہ کرام سے بھی پیار کرنے والا اور ان پر طعن کرنے والا نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ۔

میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے مثل سونا خرچ کرے تب بھی ان کے مٹھی دیئے ہوئے ''جو'' کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

(الصواعق المحرقہ۔ امام ابن حجر مکی۔ ص20)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مدا حدهم ،ولا نصيفه

(البخاری۔ الرقم 3470۔ الترمذی: الرقم 3861 وابوداود الرقم: 4658)

میرے صحابہ کو برا مت کہو، پس اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے۔ تب بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

چکی چل رہی تھی مگر چلانے والا کوئی نہیں تھا:

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔ مگر کوئی اسے چلانے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالی کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے۔ کہ وہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کریں۔ (الصواعق المحرقہ۔ امام ابن حجر مکی۔ ص415)

قرآن اور میرے اہل بیت کے بارے میں میری کیسی جانشینی نبھاتے ہو:

عن ابی سعید خذری رضی اللہ عنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشك ان ادعی فاجیب وانی تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتی اهل بیتی وان

اللطیف الخبیر اخبرنی انهما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا ایما تخلفونی فیهما۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب مجھے بلاوا آجائے گا۔ تو میں اسے قبول کرلوں گا۔ چنانچہ میں تم میں دو بھاری چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرا میرے اہل بیت ہیں۔ اور لطیف وخبیر (ذات) نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ یہ دونوں ہرگز الگ نہ ہونگے۔ یہاں تک کہ دونوں حوض کوثر پر آئیں گے دیکھو! تم ان دونوں کے بارے میں میری کیسی جانشینی نبھاتے ہو۔ (فضائل الصحابۃ: الرقم 1383 / المستدرک: 3/157)

☆ یہاں یہ لفظ "لن یتفرقا" قابل غور ہے۔ کہ "ہرگز جدا نہیں ہونگے"۔ اور پھر فرمایا: میری کیسی جانشینی نبھاتے ہو۔ کیا آج ہم میں وہ لوگ ہیں جو اہل بیت کے ساتھ اسی طرح کا پیار کرتے ہیں جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کریں گے:

چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

کیف انتم اذا ابن مریم فیکم وامامکم منکم

اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی۔ جب ابن مریم علیہ السلام تمہارے درمیان اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ (بخاری۔ الرقم: 3449 / صحیح مسلم۔ الرقم: 394،923)

حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے متعدد احادیث صحیحہ اور حسنہ مروی ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اقتدا میں نماز ادا فرمائیں گے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔

منا الذی یصلی عیسی بن مریم خلفه

وہ شخص ہم میں سے ہوگا۔ جس کے پیچھے عیسی بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔

(الحاوی للفتاوی ص 471 / اشراط الساعۃ ص 255)

ائمہ اہل بیت اور انکے ناموں کی برکت:

امام ابن حجر مکی تاریخ نیشاپور سے نقل فرماتے ہیں: کہ

حضرت امام علی الرضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے اور بازار میں داخل ہوئے۔ تو حافظ ابوزرعہ رازی اور حافظ محمد بن اسلم طوسی بے شمار طلبہ علم و حدیث کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؓ بند پالکی میں تشریف فرما تھے۔ حافظ رازی اور حافظ طوسی دونوں نے نہایت عاجزی سے درخواست کی کہ حاضرین کو چہرہ انور کے دیدار کا شرف بخشئے اور آبائی سلسلے سے کوئی حدیث روایت کیجئے

آپ نے سواری ٹھہرانے اور خدام کو پردہ اٹھانے کا حکم دیا۔ خلق خدا نے آپؓ کے روئے مبارک کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ آپؓ کے دو گیسو تھے۔ جو کندھوں پر لٹک رہے تھے۔ وارفتگی کی کیفیت یہ تھی۔ کہ لوگوں کی آہیں تھمتیں نہ تھیں۔ نالہ و بکار کتا نہیں تھا۔ کچھ لوگ مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اور کچھ بے خودی میں سواری کے پاؤں چوم رہے تھے۔ علماء پکار رہے تھے: لوگو چپ ہو جاؤ!

جب خاموشی چھا گئی تو حافظ رازی اور حافظ طوسی نے املائے حدیث کی استدعا کی۔ اس پر یوں آپ محو روایت ہوئے۔

مجھے حدیث بیان کی میرے اپنے والد (امام موسی کاظم) نے

انہوں نے اپنے والد امام جعفر بن محمد صادقؓ سے

انہوں نے اپنے والد (امام محمد الباقرؓ) سے

انہوں نے اپنے والد امام علی بن حسینؓ (زین العابدین) سے۔

انہوں نے اپنے والد (امام حسین علیہ السلام) سے۔

انہوں نے اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے۔

انہوں نے فرمایا: مجھے بیان فرمایا میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مجھے جبریل امین نے بیان کیا۔

کہ میں نے رب العزت کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جس نے یہ کلمہ پڑھا۔ وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا۔ اور جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا۔ وہ میرے عذاب سے بچ گیا۔

پس آپؓ نے یہ حدیث روایت کی۔ پردہ گرانے کا حکم دیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ان لوگوں کو شمار کیا گیا۔ جو باقاعدہ قلم دوات لائے۔ اور لکھ رہے تھے۔ تو تقریباً بیس ہزار (20000) تھے (یعنی باقی لوگ اسکے علاوہ تھے)

(الصواعق محرقہ:205)

اسی طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے مذکورہ بالا سند کے بارے میں فرمایا:

اگر یہ سند مجنون پر پڑھی جائے تو اس کا جنون دور ہو جائے گا۔ (الصواعق الحرقہ:205)

اسی طرح ابن ماجہ میں ہے۔ کہ:

حدثنا سهل بن ابی سهل ،ومحمد بن اسماعيل قالا: حدثنا عبد السلام بن صالح ابو صلت الهروی: حدثنا علی بن موسی الرضا ،عن ابيه، عن جعفر بن محمد، عن ابيه ،عن علی بن الحسين، عن ابيه، عن علی بن ابی طالب ،قال : قال رسول الله (صلى الله عليه وآله وسلم) :الايمان معرفة بالقلب وقول باللسان و عمل بالاركان قال ابو صلت :لو قرئ هذا الاسناد على مجنونٍ لبرا۔

(ابن ماجہ،65۔تاریخ اصبھان۔تہذیب الآثار، مسند ابن عباس:1029۔شعب الایمان،امام بیہقی:17۔معجم

الاوسط: 8580،6254۔ العربعون، امام آجری: 12۔ معجم ابن اعرابی: 10576۔)

امام عبد السلام بن ابو صلت الھروی، امام علی رضا علیہ السلام سے۔

وہ اپنے والد (امام موسی کاظم) سے۔

وہ امام جعفر بن محمد سے۔

وہ اپنے والد (امام محمد الباقر) سے۔

وہ امام علی بن حسین (زین العابدین رض) سے۔

وہ اپنے والد (امام حسین علیہ السلام) سے۔

وہ اپنے والد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایمان دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکان پر عمل کرنے کا نام ہے۔

(امام ابن ماجہ کے شیخ) امام ابو صلت ہروی فرماتے ہیں کہ اگر یہ سند

(عن علی بن موسی الرضا ،عن ابیہ، عن جعفر بن محمد،عن ابیہ ،عن علی بن الحسین ،عن ابیہ ،عن علی بن ابی طالب علیھم السلام ،حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کسی مجنون (پاگل) پر پڑھ کر دم کیا جائے۔ تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

قطب الاقطاب فقط فاطمی سادات سے ہوگا

اکثر صوفیہ وعلماء کے نزدیک مسلم ہے کہ خلافت باطنیہ اور ولائت باطنیہ کی سرداری قیامت تک اہل بیت کے پاس ہے۔ چنانچہ علامہ سمہودیؒ فرماتے ہیں:

وقد اعطی ابراھیم صلوات اللہ علیہ انبیاء من اھل بیتہ صلوات اللہ علیھم واکرم نبینا ﷺ بکونہ خاتم النبین اقضی انتفاء ذلک فعوض ﷺ عن ذلک کمال طھارۃ اھل بیتہ فنال منھم درجۃ الوراثۃ والولایۃ خلق لا یحثون.....

بل ذھب بعضھم الی انہ لما لم یتم للحسن رضی اللہ عنہ امر الخلافۃ، لانھا صارت ملکاً، وقد قال ﷺ : انا اھل البیت اختار اللہ لنا الآخرۃ علی الدنیا عوضو امن ذلک التصرف الباطن فصار قطب الاولیاء فی کل زمان من اھل البیت النبوی۔

حضرت ابراہیم صلوت اللہ علیہ کو ان کے اہل بیت میں انبیاء کرام علیہم السلام عطا کئے گئے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الانبیاء کے اعزاز سے نوازا گیا۔ جس سے سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے عوض جو چیز دی گئی۔ وہ آپ کے اہل بیت اکرام علیہم السلام کی کمال طہارت ہے۔ اس طہارت کی بدولت اہل بیت میں سے ایک خلقت مرتبہ وراثت وولایت پر فائز ہوئی۔۔۔۔

بلکہ بعض علماء حق اس طرف گئے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا معاملہ اس لئے آگے نہ چل سکا۔ کہ آگے ملوکیت کا دور شروع ہو گیا تھا۔ اور بیشک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ ہم اہل بیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بدلے میں آخرت کو پسند فرمایا ہے۔ پس اہل بیت کو اس کے بدلے میں تصرف باطنی عطا فرمایا گیا، سو ہر زمانے میں قطب الاولیاء اہل بیت نبوت سے ہوتا ہے۔

(جواہر العقدین: ص205،206)

اسی طرح علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ لکھتے ہیں:

ولذا نجد عباد اهل البيت اتم حالاً من سائر العباد المشار كين لهم فى العبادة الظاهرة، واحسن اخلاقاً، واز كى نفساً، واليهم تنتهى سلاسل الطرايق التى مبناها كما لا يخفى على سالكيها التخلية والتحلية اللتان هما جناحان للطيران الى حظائر القدس، والو قوف على او كار الانس حتى ذهب قوم الى ان القطب فى كل عصر لا يكون الا منهم خلافاً للا ستاذ ابى العباس المرسى ،حيث ذهب كما نقل عنه تلميذه التا ج بن عطاء الله الى انه قد يكون من غير هم۔

ورايت فى مكتوبات الامام الفاروقى الربانى مجدد الالف الثانى قدس سره ما حاصله : ان القطبية لم تكن على سبيل الاصالة الا لائمة اهل البيت المشهور ين ، ثم انها صارت بعدهم لغير هم على سبيل النيابة عنهم حتى انتهت النوبة الى السيد الشيخ عبدالقادر الكيلانى قدس سره النورانى، فنال مرتبة القطبية على سبيل الا صالة فلما عرج بروحه القدسية الى اعلى علين نال

من نال بعده تلك الرتبة على سبيل النيابة عنه ،فاذا جاء المهدی ینالها اصالة کما نالها غیره من الائمة رضوان الله تعلای علیهم اجمعین ،اه وهذا مما لا سبیل الی معرفته والو قوف علی حقیقته الا بالکشف وانی لی به

والذی یغلب علی ظنی ان القطب قد یکون من غیر هم ،لکن قطب الاقطاب لا یکون الا منهم ۔لانهم از کی الناس اصلاً واو فرهم فضلاً ،وان من ینال منهم لا ینالها الا علی سبیل الاصالة دون النیابة والو کالة ،وانا لا اعقل النیابة فی ذلك المقام

یہی وجہ ہے کہ ہم اہل بیت کے عبادت گزاروں کے مقام کو ظاہری عبادت میں دوسرے عبادت گزاروں سے بڑھ کر کامل، سب سے بڑھ کر حسین اخلاق اور سب سے بڑھ کر پاکیزہ پاتے ہیں۔ اور انہیں کی طرف تمام سلاسل طریقت کی انتہا ہوتی ہے۔ جیسا کہ ان حضرات پر مخفی نہیں جو تخلیہ (برائیوں سے کنارہ کشی میں) اور تحلیہ (عبادت کے زیور) کو اپنانے کی منزل کے راہی ہیں۔ اور یہ دونوں چیزیں حریم قدس میں اڑان کے لئے روحانی پروں کی اور سکون کے گھونسلوں میں قرار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حتی کہ ایک قوم اس طرف گئی ہے۔ کہ ہر زمانہ میں قطبِ وقت فقط اہل بیت سے ہوتا ہے۔ بخلاف استاد ابو العباس المرسی کے، ان کے شاگرد تاج الدین بن عطا اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا: غیر اہل بیت سے بھی قطب وقت ہوتا ہے۔

اور میں نے امام ربانی الفاروقی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مکتوبات میں پڑھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ: اہل بیت کے مشہور ائمہ کے علاوہ قطبیت براہ راست نہیں چلی۔ پھر ان کے بعد غیر اہل بیت کے لئے انہیں سے نیابت کے طور پر چلتی رہی حتی کہ سیدنا شیخ عبد القادر گیلانی قدس سرہ النورانی کی نوبت آئی۔ تو وہ اصالۃ (براہ

راست) قطبیت کے مقام پر فائز ہوئے ۔ پھر جب وہ اپنی روح مقدس کے ساتھ اعلیٰ علیین کی طرف محو پرواز ہوئے تو بعد والوں کو یہ رتبہ ان کی نیابت میں ملا ۔ پھر جب امام مھدی علیہ السلام جلوہ گر ہونگے ۔ تو وہ دوسرے ائمہ اہل بیت کی طرح اصالۃ اس مرتبہ پر فائز ہونگے ۔ (مکتوبات کی عبارت مکمل ہوئی)

(امام آلوسی فرماتے ہیں:) اور اس بات کی معرفت اور اسکی حقیقت تک رسائی کشف کے بغیر نہیں ہوسکتی ۔ اور مجھے کشف کہاں حاصل؟ اور جو چیز میرے گمان پر غالب ہے ۔ وہ یہ ہے کہ قطب وقت اہل بیت کے علاوہ بھی ہوتا ہے ۔ لیکن "قطب الاقطاب" فقط اہل بیت سے ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ اپنی اصل (نسب) میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور فضیلت میں سب سے وسیع ہیں ۔ اور ان میں سے جو بھی اس مقام پر فائز ہوتا ہے ۔ اصالۃ ہوتا ہے ۔ نیابۃً یا وکالۃً نہیں، اور مجھے اس مقام میں نیابت سمجھ نہیں آتی ۔

(تفسیر روح المعانی ۔ ج 12 جزء 22 ص 28)

باب مدینۃ العلم کے لختِ جگر کا خطبہ بے مثال:

ابن عساکر اپنی کتاب "تاریخ دمشق" میں لکھتے ہیں ۔ کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ لوگوں میں بیٹھے حدیث بیان کررہے تھے ۔ کہ نافع بن ازرق کھڑا ہوا ۔ اور کہنے لگا اے ابن عباس آپ لوگوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے مسئلے بیان کرتے رہتے ہو ۔ ذرا اپنے اس الٰہ کا حال تو بیان کرو ۔ جس کی عبادت کرتے ہو!

سوال کی بیباکی اور شدت سے ابن عباس ؓ نے اپنا سر جھکالیا ۔ حسین بن علی ؓ بھی ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے ۔ فرمایا:

نافع بن ازرق میرے پاس آؤ ۔ کہنے لگا میں نے آپ سے نہیں پوچھا

ابن عباس ؓ نے فرمایا: ابن ازرق! یہ اہل بیت نبوت کے فرد ہیں اور یہی تو علم کے

وارث ہیں۔

وہ امام حسینؓ کی طرف متوجہ ہوا تو آپ نے اسے فرمایا:

نافع! جس نے اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھی، ہمیشہ التباس میں پڑا رہے گا۔ جب گرے گا اوندھے منہ گرے گا۔ منہاج کے بارے میں پوچھتا ہی رہے گا۔ جب گرے گا، اندھے منہ گرے گا۔ کجی کے ساتھ سفر کرے گا۔ راستے سے بھٹکا رہے گا۔ فضول باتیں کہتا رہے گا

ابن ازرق! میں اپنے الہ کی وہی شان بیان کرتا ہوں۔ جو اس نے خود بیان کی۔ اور میں اس کی وہی تعریف کرتا ہوں جو اس نے خود اپنی تعریف کی۔ اس کا حواس سے ادراک نہیں ہوسکتا۔ اسے لوگوں سے قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ وہ قریب ہے لیکن چمٹا ہوا نہیں۔ دور ہے۔ لیکن سمٹا ہوا نہیں۔ وہ اکیلا ہے اجزا سے پاک ہے۔ اسے آیات سے پہچانا جاتا ہے اور علامات سے بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے سوا کوئی الہ نہیں، بڑا ہے اور بلند ہے"

ابن ازرق رو پڑا اور بولا:

حسینؓ! کتنا حسین ہے تیرا کلام!

فرمایا: مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہ تو میرے والد گرامی، میرے بھائی اور میرے بارے میں کفر کی شہادت (نعوذ باللہ) دیتا ہے؟

ابن ازرق بولا: حسینؓ! واللہ میں یہ بات کہتا تھا۔ لیکن تم لوگ تو اسلام کے مینارے اور احکام کے ستارے ہو

امام حسینؓ نے فرمایا: میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ بولا پوچھئے

امام حسینؓ نے سورۃ الکھف کی (آیت 82) تلاوت کی

ترجمہ: اور وہ جو دیوار تھی۔ سو دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ اس شہر میں۔ اور اسکے نیچے انکا خزانہ گڑھا تھا اور انکا باپ صالح تھا (حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے یہ دیوار

سیدھی کردی تھی تا کہ خزانہ محفوظ رہے)

حضرت امام حسینؓ نے پوچھا ان لڑکوں کی حفاظت کس وجہ سے ہوئی؟

ابن ازرق نے جواب دیا: باپ کی وجہ سے

فرمایا: تو ان کا باپ بہتر تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

(یقیناً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یتیم بچوں کے باپ سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔ تو کیا اللہ ہمارے والد کی وجہ سے ہماری اور ہمارے ایمانی خزانے کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔)

امام حسین علیہ السلام سے روایت کردہ احادیث:

حضرت امام حسین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جودت طبع اور ذکاوت و فطانت سے خوب خوب بہرہ مند فرمایا۔ چنانچہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی

بخیل ہے وہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو۔ پھر مجھ پر صلوٰۃ نہ بھیجے۔

(مسند احمد، سنن ترمذی)

اسی طرح طبرانی میں آپ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: میں کم حوصلہ اور کمزور ہوں!

فرمایا: ایسے جہاد کی طرف آجاؤ جس میں کانٹا نہیں، "حج"

مسند احمد میں آپ سے مروی ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ

حسین مسلمان وہ ہے جو لایعنی کام ترک کردے۔

سرکارؑ کی عترت کی حرمت کو پامال کرنے والے پر اللہ اور اسکے رسولؑ کی لعنت

عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: "ستة" لعنتهم لعنهم الله وكل نبي مجاب:

الزائد في كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز بذالك من اذل الله ويذل من اعز الله والمستحل لحرم الله، والمستحل من عترتي ما حرم الله والتارك لسنتي،

(المستدرک للحاکم: حدیث 2154) حاکم نے کہا حدیث معیار بخاری کے مطابق صحیح ہے (، روح المعانی: 26/72، مشکواۃ مع مرقاۃ: 1/180)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

چھ آدمیوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے۔ اور میں بھی ان پر لعنت کرتا ہوں۔ اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے:

1۔ کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والا۔

2۔ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔

3۔ میری امت پر جبر و جور سے مسلط ہونے والا، تا کہ جنھیں اللہ نے عزت مند قرار دیا ہے۔ انھیں ذلیل کرے اور جنھیں اللہ نے ذلیل ٹھہرایا ہے، انھیں معزز بنائے۔

4۔ اللہ کے حرم کو حلال کرنے والا۔

5۔ میری عترت کو اللہ نے جو حرمت عطا فرمائی ہے۔ اسے پامال کرنے والا۔

6۔ سنت کو (معمولی اور غیر ضروری سمجھ کر) ترک کرنے والا۔

☆ اس حدیث کے مطابق یزید اور اسکے حواریوں (کیونکہ جتنا اہل بیت اطہار کی

حرمت کو انھوں نے پامال کیا۔وہ زمین آسمان میں رہنے والے سب جانتے ہیں۔سوائے بد بخت، سرکش جنوں اور انسانوں کے) پر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت ہے۔

یزید کے حمایتی لوگوں کے لئے یزید کے اپنے بیٹے معاویہ بن یزید کی گواہی پیش کرتے ہیں۔کہ کیا اس نے اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کو پامال کیا کہ نہیں؟۔

چنانچہ مشہور محقق کمال الدین محمد بن موسی دمیریؒ نے اپنی کتاب (حیاۃ الحیوان الکبری 1/88،89) میں لکھتے ہیں:

......حقیقت یہ ہے۔کہ میرے ابا یزید اپنے برے کردار اور اسرافِ نفس کی وجہ سے امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خلافت کے اہل نہیں تھے۔چنانچہ وہ اپنی خواہشات پر سوار رہے۔اپنی خطاؤں کو درست سمجھتے رہے۔بڑی دیدہ دلیری سے اللہ کے احکام کو توڑا اور اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت کو اپنی عزت کی خاطر پامال کیا۔

چنانچہ انکا وقت گھٹ گیا، خیر کا سلسلہ کٹ گیا۔اور وہ اپنے عمل کے ساتھ سو گئے۔آج وہ اپنے گڑھے کی آغوش میں اپنے جرم کے گروی ہیں۔اور انکی بدیوں کے نتائج دنیا میں باقی ہیں.........

☆ حرم پاک کے ساتھ عترت پاک کا ذکر عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و فضیلت کو خوب ظاہر کر رہا ہے۔اور یہ بتلا رہا ہے۔کہ اللہ تعالی کی نسبت سے حرم پاک کا احترام لازم ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے عترت پاک کا احترام بھی لازم ہے۔

❀❀❀

حضرت حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور ابن حضرتِ حیدر کرار رضی اللہ عنہ

لا عطين هذا الراية غداً رجلا يفتح الله على يديه يحب الله و رسول و يحبه الله و رسوله۔ (بخاری شریف ج2 ص405، مسلم شریف ج2 ص279)

میں کل جھنڈا اس مرد خدا کے ہاتھ میں دوں گا۔ جو اللہ عز وجل اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اسکے ہاتھ پر فتح عطا کرے گا

اب امام حسین علیہ السلام زبان حال سے فرماتے ہیں۔ اے میرے ابا جان! اِس جگہ تلوار لے کے جانا بڑا آسان ہے کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہوں۔ کہ اے علی تو فتح کے لئے جائے گا۔ اور پھر اب میرے جانے کا وقت ہے۔ تو میرے نانا جان نے فرمایا ہے۔ کہ میرا حسین رضی اللہ عنہ جائے گا لیکن واپس نہیں آئے گا۔ میرے حسین رضی اللہ عنہ کا خون بہا دیا جائے گا۔ میرے حسین رضی اللہ عنہ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ اے میرے ابا جان! اب یہ کٹھن وقت ہے۔

آپ علی سہی، مرتضی سہی، آپ مشکل کشا سہی۔ لیکن جس کو بشارت ملی ہوئی ہو کہ علی رضی اللہ عنہ فتح کرے گا۔ اسکے لئے تو جانا آسان بات ہے۔ مگر اے ابا جی! جس کو یہ بتا دیا جائے تیرے خیمے جلا دئے جائیں گے۔ تیرے بازو کاٹے جائیں جائیں گے۔ تیرے علی اصغر کے حلق سے تیر پار کر دیا جائے گا۔ اور لاشوں کا وارث کوئی نہیں رہے گا۔ اس کا قدم اُٹھے تو دیکھوں؟

ثانی زہرا حضرت زینب سلام اللہ علیھا:

قارئین: ذرا سوچئے کہ ایک خاتون ہو۔ اپنے بے مثل بیٹوں کو اپنے بھائی پر قربان کر چکی ہو، اپنے بھتیجوں کو اپنے سامنے دفنا چکی ہو، دوشِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہسوار بے

مثال بھائی کو اپنے سامنے راہ مولا میں بے مثل طریقے سے جام شہادت نوش کرتے دیکھ چکی ہو۔اور اسکے سامنے اپنے کنبے کے نفوسِ قدسیہ کے جسموں پر گھوڑے دوڑتے دیکھ چکی ہو۔اپنے سامنے اپنے بھائی کے سر انور کو نو کے نیزہ پر بلند دیکھ چکی ہو۔اپنے سامنے خاندان نبوت کی پاک باز شہزادیوں سے انکے زیور چھینے جا چکے ہوں۔انکے دوپٹے اتارے جا چکے ہوں۔یزیدیوں کے پست ترین سلوک کو دیکھ چکی ہوں ۔ہتھکڑیاں پہنے قیدیوں کی طرح بازاروں سے گزرتے وقت یزید صفت لوگوں کی بکواسات سن چکی ہوں ۔اسکے بعد گلستانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لٹے ہوئے قافلے کی حفاظت جس جوانمردی، بلند حوصلے ،اعلیٰ قوت ارادی، علمی برتری ، بے مثال شجاعت و صبر استقلال سے کی وہ دنیا میں آپ کی ہی ذات کا خاصہ ہے ۔اور پھر اسکے بعد یزیدیوں کے درباروں میں جس جلالتِ نبوی، رعب و فصاحت و بلاغت و طرزِ تکلم حیدری سے جو لاجواب خطبے ارشاد فرمائے ۔وہ رہتی دنیا تک یادگارِ بیمثال رہیں گے۔اسی لئے امام ابن حجر عسقلانی اصابۃ میں لکھتے ہیں: کہ

جب حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے انکے درباروں میں بے مثل خطبے ارشاد کئے ۔تو ایسا لگتا تھا کہ خود مولا مرتضی شیر خدا اپنی قبر انور سے تشریف لے آئے ہیں۔

واہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا آپ کے نام پہ قربان،آپ کے کردار پہ قربان ،آپ کی جرات پہ قربان،آپ کی ہمت پہ قربان ،آپ کی شجاعت و دلیری پہ قربان ،آپ کی فصاحت و بلاغت پہ قربان غرضیکہ آپکے ایثار و قربانی پہ قربان

حضرت موسی علیہ السلام کی بہن حضرت موسی علیہ السلام کو سامنے دریا میں جاتے ہوئے دیکھتی رہیں اور ساتھ ساتھ بھاگتی رہیں ۔لوگوں کو صندوق پکڑتے ہوئے دیکھتی رہیں ۔فرعون کے دربار میں جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔مگر یہ نہ کہہ سکیں میں اسکی بہن ہوں ۔واہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا مدینے سے لے کر کربلا تک آپ نے اپنے بھائی کا

ساتھ بھی دیا۔ پھر اپنے لاڈلوں کو بھائی پر قربان کر دیا۔ اور بھائی کی قربانی دیکھنے کے بعد فرمانا۔ میں حسینؓ کی بہن ہوں ۔ جو خطرہ ہے وہ میری طرف آئے۔ جس نے بات کرنی ہے وہ مجھ سے کرے۔ پھر دمشق میں دشمنوں کے درباروں میں حسینؓ کی بہن کہہ کر، خطبوں میں موتیوں کی لڑیاں بکھیر کر، دشمنوں کو احساس کرانا کہ تم نے کیا کر دیا ہے؟ کس کے ساتھ کر دیا ہے؟ اور اب کل قیامت میں تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ جسکی بدولت دشمن اسکے بعد کوئی اور اقدام نہ کر سکا۔ اسی لئے قلندر لاہوری علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

حدیثِ عشق دو باب است کربلا و دمشق
یک حسین رقم کرد و دیگرِ زینب

دنیا میں جس طرح امام حسینؓ کا کوئی مثل نہیں اسی طرح حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا بھی کوئی مثل نہیں ہے۔ آج تک لوگوں نے رب ہونے کے دعوے کئے جھوٹے نبی ہونے کے دعوے کئے۔ مگر کوئی ایک بھی یہ دعوی نہ کر سکا ہے اور نہ کرے گا۔ کہ میں حسینؓ ہوں؟ میں زینبؓ ہوں؟

اہل بیت سے بغض رکھنے والے کی نشانیاں:

قارئین: یقیناً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کے فضائل کے بارے میں جہاں بے شمار مقدس ارشادات فرمائے۔ وہاں اہل بیت کے ساتھ بغض رکھنے، انکے ساتھ دشمنی رکھنے والے کے بارے میں ارشاداتِ عظیمہ فرمائے۔ تا کہ ان کی پہچان میں غلطی نہ لگے۔ چنانچہ امام دیلمی لکھتے ہیں:

عن علی قال :قال رسول اللہ ﷺ : من لم یعرف حق عترتی و الانصار و العرب فھو لاحدی ثلاث : اما منافق ، و اما لزنیة ،

واما امرؤ حملت بہ امہ لغیر طھر

البیہقی فی شعب الایمان، 2/ 232: رقم 45 الدیلمی فی مسند الفردوس، 3/ 626، رقم 1614 الذھبی فی میزان الاعتدال 3/ 148، رقم 5955)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اہل بیت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے۔ تو اس میں سے تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے۔ یا تو وہ منافق ہے۔ یا وہ حرامی ہے۔ یا وہ ایسا آدمی ہے۔ جس کی ماں بغیر طہر کے اس سے حاملہ ہوئی ہو۔

حضرت محبوب بن ابی الزنادؓ بیان کرتے ہیں

قالت الانصار: ان کنا لنعرف الرجل الی غیر ابیہ ببغضہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انصار رضی اللہ عنہ نے کہا: بیشک ہم کسی شخص کے حرامی ہونے کی شناخت سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ بغض سے کرتے تھے۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 287، 288)

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہے:

کنا ننور اولادنا بحب علی بن ابی طالب، فاذا رأینا احداً لا یحب علی بن ابی طالب علمنا انہ لیس منا وانہ لغیر رشدہ

ہم اپنی اولاد کو حضرت علی بن ابی طالبؓ کی محبت سے منور کرتے تھے۔ پس جب ہم کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ علی بن ابی طالبؓ سے محبت نہیں کرتا۔ تو ہم جان لیتے کہ وہ ہم میں سے نہیں اور وہ صحیح النسب نہیں۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج 42 ص 287)

اسی حقیقت کو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شیخ امام جعفر صادقؒ نے بھی بیان فرمایا ہے: چنانچہ امام ابو السعادات ابن اثیر الجزری، علامہ طاھر پٹنی رقمطراز ہیں:

وفی حدیث جعفر الصادق رضی اللہ عنہ: لا یحب اهل البیت المذعذع، قالوا: وما المذعذع؟ قال: ولد الزنا

امام جعفر صادقؓ نے فرمایا: ہم اہل بیت سے محبت نہیں کرے گا جو مذعذع ہو گا ۔لوگوں نے عرض کیا: مذعذع کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: ولد الزنا

(النھایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر الجزری ج 2ص 149 مادۃ: نکس، مجمع بحار الانوار ج2ص 239، لغات الحدیث لوحید الزمان ج2ص 18)

امام ابوالسعادات ابن اثیر الجزری رقمطراز ہیں:

وفی حدیث جعفر الصادق: لا یحبنا ذو رحم منکوسۃ، قیل: هو المابون لانقلاب شهوته الی دبره

امام جعفر صادقؓ نے فرمایا: ہم سے محبت نہیں رکھے گا۔جو اوندھا پڑا کرتا ہے۔یعنی مفعول۔یہ بھی کہا گیا ہے۔معبون اسے کہتے ہیں جسکی شہوت بدلا کر اسکے دبر میں رکھ دی گئی ہے۔

(النھایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر الجزری ج 5ص 101 مادۃ: نکس، مجمع بحار الانوار ج4ص 806، لغات الحدیث لوحید الزمان ج4ص 412)

شجرہ ملعونہ کون؟

الشجرۃ الملعونۃ کے تحت امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے۔کہ امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا سے روایت کیا ہے۔کہ انہوں نے مروان بن الحکم سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیرے باپ اور دادا کو یہ کہتے سنا ہے۔کہ تم قرآن میں الشجرۃ الملعونۃ ہو۔

اسی طرح امام نسائیؒ لکھتے ہیں: کہ جب مروان نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ کو الزام دیا تو جواباً حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا:

ولكن رسول الله لعن ابا مروان و مروان فی صلبه فمراون فضض من لعنة الله

لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی تھی۔ درآنحالیکہ مروان اس کی پشت میں تھا۔ لہذا مروان اللہ کی لعنت کا ٹکڑا ہے۔

(تفسیر النسائی ج 2 ص 290 رقم 551/ المستدرک ج 4 رقم 8530 / السنن الکبری للنسائی ج10 ص 257 رقم 11427 /تفسیر ابن کثیر گ 4 ص 172)

اور پھر امام ابو یعلی لکھتے ہیں

حضرت ابو یحی بیان کرتے ہیں کہ میں امام حسن اور امام حسین علیھم السلام کے درمیان تھا۔ اور مروان ان دونوں کے درمیان تھا اور مروان ان دونوں کو سب وشتم کر رہا تھا، اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ امام حسین علیہ السلام کو روک رہے تھے۔ کہ اچانک مروان نے بکواس کی: اہل بیت ملعون ہیں۔ اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے غضبناک ہو کر فرمایا:

اقلت : اهل بيت ملعونون ؟ فو الله لقد لعنك الله على لسان نبيه عليه السلام و انت فی صلب ابيك

کیا تو کہتا ہے کہ اہل بیت ملعون ہیں؟ اللہ کی قسم! اللہ تعالی نے تجھ پر اپنے نبی کی زبان سے لعنت فرمائی تھی۔ جبکہ تو اپنے باپ کی پشت میں تھا۔

(مسند ابو یعلی ج 6 ص 28 رقم 6731 / مجمع الزوائد ج 5 ص 240 / البدایہ والنھایہ ج 6 ص 11)

عبدالملک بن مروان کے مطابق یزید ''مفعول لوطی'' تھا:

وقال ابن جريج عن ابيه حج علينا عبدالملك بن مروان سنة خمس وسبعين بعد مقتل ابن الزبير بعامين، فخطبنا فقال فانه كان من قبلی من الخلفاء ياكلون من المال ويو كلون وانی والله لا

اداوی ادواء ھذہ الامۃ الا بالسیف ....ولا الخلیفۃ المأبون یعنی یزید بن معاویۃ (البدایۃ والنھایۃ۔ ابن کثیر۔ ج 9، ص 215)

ابن جریج نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہا کہ عبدالملک بن مروان ہمارے پاس آیا۔ سنہ 75ء میں (حضرت) ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قتل کے دو سال بعد۔ پس اس نے ہمیں خطبہ دیا۔ تو کہا کہ بے شک میرے سے پہلے خلفاء مال میں سے کھاتے اور کھلاتے بھی تھے۔ اور بے شک اللہ (عزوجل) کی قسم میں اس امت کا صرف تلوار سے علاج کروں گا۔ اور نہ ہی خلیفہ مفعول لوطی catamite یعنی یزید بن معاویہ ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی کوڑوں کی سزا (یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو)

نوفل بن ابی الفرات کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ مجلس میں ایک شخص نے یزید کا یوں ذکر کیا:

امیر المومنین یزید بن معاویہ۔

فرمایا: تو اسے امیر المومنین کہتا ہے!

حکم دیا اسے سزا دی جائے۔ چنانچہ اسے بیس کوڑے لگائے گئے

(الصواعق المحرقہ: للامام ابن حجر، 221۔ تاریخ الخلفاء۔ للسیوطی)

پانچ ناپاک

عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِكَ زَنِيۡمٍ (القلم 13)

ذلك زنيم (یعنی جو اپنے باپ کی پشت میں سے نہ ہو) کی تفسیر میں علامہ آلوسی نے مندرجہ ذیل پانچ لوگوں کا ذکر کیا۔

ویحمل ماجاء فی الروایات من انه الولید بن مغیرة المخزومی وکان دعیاً فی قریش لیس من سنخهم ادعاه ابوه بعد ثمانی عشرة من مولده او الحکم طرید رسول اللہ ﷺ او الاخنس بن شریق وکان اصله من ثقیف وعداده فی زهرة او الاسود بن عبد یغوث او ابو جهل علی بیان سبب النزول وقیل فی ذلك ان المراد زمه بما تقدم وهو کما تری فتامل فلعلك تظفر بما یریح البال ویزیح الاشکال ۔ (تفسیر روح المعانی ۔ علامہ محمود آلوسی بغدادی)

اور یہ جو روایات آئی ہیں وہ اس پر محمول ہیں کہ (وہ شخص جس نے آپ کو (معاذ اللہ) مجنون کہا تھا) وہ ولید بن مغیرہ مخزومی تھا اور وہ اپنے آپ کو قریش کی طرف منسوب کرتا تھا ۔ اور وہ واقع میں قریش میں سے نہیں تھا۔ اس کے باپ نے اسکی اٹھارہ سال کی عمر کے بعد یہ دعوی کیا تھا کہ یہ اسکا بیٹا ہے۔

یا

(اس سے مراد) حکم (بن العاص) تھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مدینہ) شہر سے نکال دیا تھا۔

یا

(اس سے مراد) اخنس بن شریق تھا۔ اسکی اصل ثقیف تھی ۔ اور اسکا شمار زہرہ میں ہوتا تھا۔

یا

(اس سے مراد) الاسود بن عبد یغوث تھا

یا

(اس سے مراد) ابو جہل تھا

حضور پرنور نبی کریم رؤف الرحیم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک واقع ہونے والے تمام فتنوں کی تفصیلات بیان فرمائیں اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کے بھیانک فتنے سے بھی امت کو آگاہ فرمایا۔ اس سلسلے میں ایک سے زائد احادیث شریفہ وارد ہیں۔ بعض روایات میں اشارۃً ذکر ہے اور بعض میں صراحۃً، کہ امت میں سب سے پہلے فساد برپا کرنے والا سنتوں کو پامال کرنے والا، دین میں رخنہ اور شگاف ڈالنے والا بنوامیہ کا ایک یزید نامی شخص ہوگا۔

تیسری صدی ہجری کے جلیل القدر محدث امام ابویعلیٰؒ (متوفی ۳۰۷ھ) نے اپنی مسند میں سند کے ساتھ حدیث شریف روایت کی ہے

عن ابی عبیدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا معاملہ عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ سب سے پہلے اس میں رخنہ ڈالنے والا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا۔ جس کو یزید کہا جائے گا۔

(مسند ابویعلی، مسند ابوعبیدہؓ) و نیز ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے اپنی کتاب البدایہ والنھایہ ج6ص256 میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اور امام ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ ص132 میں نقل فرمایا ہے۔

امام ابن حجر مکی نے اس سلسلے کی مزید ایک روایت ''الصواعق المحرقہ'' میں ذکر فرمائی ہے:

عن ابی الدردا رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی ﷺ یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید

حضرت ابوالدرداؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا۔ وہ بنوامیہ کا ایک شخص

ہوگا۔ جس کو یزید کہا جائے گا۔

(اسکو ابن کثیر نے حضرت ابوذر غفاری ؓ کی روایت سے نقل کیا)

بخاری شریف کتاب الفتن (رقم 7058) میں حدیث پاک ہے

حدثنا عمرو بن يحيى بن سعيد بن عمرو بن سعيد قال اخبرني جدي قال كنت جالسا مع ابي هريرة في مسجد النبي ﷺ بالمدينة ومعنا مروان قال ابو هريرة سمعت الصادق المصدوق ﷺ يقول: هلكة امتي على ايدي غلمة من قريش فقال مروان :لعنة الله عليهم غلمة فقال ابو هريرة لو شئت ان اقول بني فلان وبني فلان لفعلت فكنت اخرج مع جدي الى بني مروان حين ملكوا بالشام فاذا راهم غلما نا احداثا قال لنا عسى هو لاء ان يكونوا منهم قلنا انت اعلم۔

عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو بن سعید اپنے دادا عمرو بن سعید ؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں مدینہ طیبہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں حضرت ابوھریرہ ؓ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور مروان بھی ہمارے ساتھ تھا۔ حضرت ابوھریرہ ؓ نے فرمایا: میں نے حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔ مروان نے کہا: اللہ تعالی ایسے لڑکوں پر لعنت کرے۔ حضرت ابوھریرہ ؓ نے فرمایا اگر میں کہنا چاہوں کہ وہ بنی فلاں اور بنی فلاں ہیں۔ تو کہہ سکتا ہوں۔ حضرت عمرو بن یحیی کہتے ہیں میں اپنے دادا کے ساتھ بنی مروان کے پاس گیا۔ جبکہ وہ ملک شام کے حکمران تھے۔ پس انھیں کم عمر لڑکے پائے تو ہم سے فرمایا: عنقریب یہ لڑکے ان ہی میں سے ہونگے۔ ہم نے کہا آپ بہتر جانتے ہیں۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں۔

واولهم يزيد عليه ما يستحق

اور ان میں سب سے پہلا لونڈا یزید ہے۔ خدا کرے اس پر جس کا وہ مستحق ہے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری۔ ج24 ص180)

اسی طرح شارح بخاری صاحب فتح الباری حافظ احمد بن حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حضرت ابوھریرہؓ کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وفی روایة ابن ابی شيبة ان اباهريرة كان يمشى فى السوق ويقول اللهم لا در كت سنة ستين ولا امارة الصبيان وفى هذا اشارة الى ان اول الا غيلمة كان فى سنة ستين وهو كذالك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقى الى سنة اربع وستين فمات

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ بازار میں چلتے ہوئے بھی یہ دعا کرتے اے اللہ! سن ساٹھ ہجری اور لڑکوں کی حکمرانی مجھ تک نہ پہنچے۔ اس بات میں اس طرف اشارہ ہے کہ پہلا لڑکا جو حکمران بنے گا۔ وہ 60ھ میں ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یزید بن معاویہ اسی سال تخت حکومت پر مسلط ہوا۔ اور 64ھ تک رہ کر ہلاک ہوا۔

اب میں دعوت فکر دیتا ہوں کہ ذرا سب سے پہلی بات سوچئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت ابو ہریرہؓ کو تو علم ہو کہ سن 60 میں کیا ہونے والا ہے اور کون لوگ (جیسا کہ اوپر کی روایت میں ہے) کرنے والے ہیں۔ مگر جو دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سواری کرنے والا ہو، جنت کا سردار ہو۔ فرض نمازوں میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کرنے والا ہو اسکو پتہ نہ ہو؟ دوسری بات

حضرت ابو ہریرہؓ اس فتنے سے بچنے کی دعا مانگا کرتے۔ مگر شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،شہزادہ بتول علیہ السلام ،مولا علی علیہ السلام کے دُرِ نایاب حضرت امام حسین علیہ السلام نے علم ہونے کے باوجود کبھی فتنے سے بچنے کے لئے دعا نہیں مانگی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میرا مشن اس فتنے سے بے مثل طریقے سے ٹکرا کر ہمیشہ کے لئے حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا ہے۔

سید الشہداء، شاہسوار کربلا، راکب دوشِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعہء جانکاہ کی وجہ سے اہل مدینہ یزید کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور صحابی ابن صحابی حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے ہاتھ پر جب انہوں نے بیعت کر لی۔ تو یزید پلید نے ایک فوج مدینہ طیبہ پر چڑھائی کے لئے روانہ کی جس نے اہل مدینہ پر حملہ کیا اور اسکے تقدس کو پامال کیا۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ نے اہل مدینہ سے روح پرور خطاب کیا۔ اور اس میں یزید کی خلافِ اسلام عادات و اطوار کا ذکر کیا۔ جیسا کہ محدث وقت محمد بن سعدؒ (متوفی 230ھ) کی طبقاتِ کبریٰ ص 5 ص 66 میں اسکی تفصیل موجود ہے۔

اجمعوا علیء عبداللہ بن حنظلة فاسندو اامرهم اليه فبايعم على الموت وقال :يا قوم اتقوا لله وحده لا شريك له فوالله ماخرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمى بالحجارة من السماء ان رجلا ينكح الامهات والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلواة والله لولم يكن معى احد من الناس لا بليت لله فيه بلاء حسنا

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے تادم زیست مقابلہ کرنے کی بیعت لی۔ اور فرمایا:

ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبکہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو جائے۔ وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں ،بیٹیوں اور

بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے۔ شراب نوشی کرتا ہے نماز چھوڑتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر لوگوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہ ہو تب بھی میں اللہ کی خاطر اس معاملے میں شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھاؤں گا۔

قارئین:

ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا تھا۔ یہ گواہی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ کوئی عام راہ چلتا ہوا شخص نہیں ہے

اور اگر ابھی بھی دل نہیں مانتا۔ تو لیجئے۔

یزید کا (نعوذ باللہ) حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پیغام نکاح کی خواہش کرنا:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں

روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے۔ کہ کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبداللہ نے کہا: کہ (نعوذ باللہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رخصت ہو نگے۔ تو میں عائشہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا) کو چاہوں گا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض کتب میں کہا گیا ہے کہ یزید شقی نے عائشہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا) کا طمع کیا، پس اس کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی۔ اور وہ اس خواہش سے باز آ گیا۔

(مدارج النبوت شریف۔ باب پنجم۔ ج 1۔ ص 200) ابن اثیر (متوفی 630ھ) کی تاریخ کامل 51ھ کے بیان میں ہے۔

وقال الحسن بصری... سکیر خمیر، یلبس الحریر و یضرب بالطنابیر

حضرت حسن بصریؒ یزید کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وہ انتہا درجے کا نشہ باز، شراب نوشی کا عادی تھا ریشم پہنتا اور طنبورے بجاتا۔

ابن اثیر یزید کے مشاغل کے بارے میں لکھتے ہیں:

بندروں کو زرنگار ٹوپیاں اڑھاتا تھا۔ ریچھ اور بندر کے درمیان لڑائی کا کھیل کھیلتا تھا ۔جب کوئی بندر مرجاتا تو اس پر غمگین رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسکی موت کا سبب بھی یہ ہوا کہ ایک بندر یا اٹھا کر نچا رہا تھا۔ کہ اس نے اسے کاٹ کھایا۔ (تاریخ ابن کثیر :8/236)

☆اصل میں بندر کی فطرت میں خست، مکرو فریب، حیلہ سازی اور شہوت پرستی ہے۔ چونکہ یزید کی طبیعت میں بھی ایسے اوصاف پائے جاتے تھے۔ اسی لئے انسانوں پر تسلط پانے کے باوجود اس کا طبعی میلان جانوروں بالخصوص بندروں کی طرف رہا۔

ابن کثیر (متوفی 774ھ) نے البدایہ والنھایہ ج 6ص 262 میں لکھا ہے۔

وکان سبب وقعة الحرة ان وفدا من اهل المدينة قدموا علی یزید بن معاویه بدمشق... فلما رجعوا ذکروا لاهلیهم عن یزید من کان یقع منه القبائح فی شربه الخمر و ما یتبع ذالك من الفواحش التی من اکبرها ترك الصلواة عن وقتها بسبب السکر فاجتمعوا علی خلعه فخلعوه عند المنبر النبوی فلما بلغه ذالك بعث الیهم سریة یقدمها رجل یقال له مسلم بن عقبة وانما یسمیه السلف مسرف بن عقبة فلما ورد المدینة استباحها ثلاثة ایام فقتل فی غضون هذه الایام بشرا کثیرا۔

واقعہ حرہ کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل مدینہ کا وفد دمشق میں یزید کے پاس گیا۔ جب وفد واپس ہوا۔ تو اس نے اپنے گھر والوں سے یزید کی شراب نوشی اور دیگر بری عادتوں مذموم خصلتوں کا ذکر کیا۔ جن میں سب سے مذموم ترین عادت یہ ہے کہ وہ نشے کی وجہ سے نماز کو چھوڑ دیتا تھا۔ اس وجہ سے اہل مدینہ یزید کی بیعت توڑنے پر متفق ہو گئے۔ اور

منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان روضہ جنت میں لید کی اور پیشاب کیا۔

امام بیہقی (متوفی 458ھ) کی ''دلائل النبوۃ'' میں روایت ہے۔

عن مغیرۃ قال انھب مسرف بن عقبۃ المدینۃ ثلاثۃ ایام فزعم المغیرۃ انہ افتض فیھا الف عذراء

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے۔فرماتے ہیں: مسرف بن عقبہ نے مدینہ طیبہ میں تین دن تک لوٹ مار کی اور ایک ہزار مقدس و پاکباز ان بیاہی دختران اسلام کی عصمت دری کی گئی۔العیاذ باللہ!

نبی پاک صاحب لولاک نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے عظیم الشان خطبے میں ارشاد فرمایا تھا:

کل المسلم علی المسلم حرام ،دمہ ومالہ وعرضہ۔

ہر مسلمان کا خون، مال اور اسکی آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

پہلی بات یزید نے جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور مباح قرار (یعنی اپنے لشکر کو مدینہ پاک کے شہریوں پر قیامت توڑنے کی اجازت دی) دیا۔کیا اب بھی وہ مستحق لعنت نہیں؟

اور پھر حضرت امام حسین علیہ السلام جیسے مسلمان (محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کو چوسنے والے، کملی میں چھپنے والے۔جنتی جوڑے پہننے والے۔جو فرض نمازوں میں دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سواری کرنے والے۔جنتی سردار۔آیت مباہلہ میں بیٹوں کی تفسیر میں امام حسنؓ کے ساتھ جن کو لیجایا گیا، وہ امام حسینؓ۔آیت تطہیر میں جن پر چادر ڈالی گئی ان میں پانچویں۔) کو شہید کرے۔اسکو تو لعنت سے بھی آگے کی کوئی چیز پیش کرنی چاہیے؟

جبکہ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے والے کے لیے حدیث شریف میں سخت وعید آئی

ہے۔مسند احمد، مسند المدنیین میں حدیث مبارک ہے

عن السائب بن خلاد ان رسول الله ﷺ قال: من اخاف اهل المدينة ظلماً اخافه الله وعليه لعنة الله والملا ئكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا

حضرت سائب بن خلادؓ سے روایت ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اہل مدینہ کو ظلم کرتے ہوئے خوف زدہ کیا۔اللہ تعالی اسکو خوف زدہ کرے گا۔اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اللہ تعالی اس سے قیامت کے دن کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں فرمائے گا۔

لا يكيد اهل المدينة احد الا انماع كما ينماع الملح فی الماء

(1778۔کتاب فضائل المدینہ۔بخاری شریف)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر وفریب کرے گا وہ یوں گل جائے گا۔جس طرح نمک پانی میں گلتا ہے۔

قال صلی الله تعالی علیه وآله وسلم لا يريد احد المدينه بسوء الا اذابه الله فی النار ذوب الرصاص، او ذوب الملح فی الماء

(مسلم شریف۔1363)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مدینہ کے بارے میں برائی کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالی اسے آگ میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح قلعی پگھلتی ہے یا نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔کہ ایسے شخص کا انجام کیا ہوگا۔جس نے اہل مدینہ کو نہ صرف خوف زدہ و ہراساں ہی نہیں کیا بلکہ مدینہ پاک میں خونریزی اور قتل و غارت گری بھی کی۔اب اس حدیث پاک کی روشنی میں یزید پر اللہ کی لعنت، فرشتوں

کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اور پھر قیامت والے دن جب اسکا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں ہوگا تو یقیناوہ جہنمی ہے۔

یزیدی فوج نے کعبۃ اللہ کو آگ لگادی:

علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہے:

یزیدی فوج مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظّمہ آئی۔ حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا۔ اوران سے قتال کیا۔ اوران پر منجنیق کے ذریعے آتش بازی کی گئی یہ واقعہ صفر میں 46ھ میں ہوا۔ جس آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پردے اور اسکی چھت جل گئی۔ اسی آگ سے مینڈھے کے دوسینگ بھی جل گئے۔ جوحضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالی نے جنت سے بھیجا تھا۔ یہ دونوں سینگ کعبۃ اللہ کی چھت میں تھے۔ پھر اللہ تعالی نے یزید کواسی سال ربیع الاول کامہینہ گزرتے ہی ہلاک فرمادیا۔

(تاریخ الخلفاء۔امام جلال الدین سیوطی:ص902)

درج ذیل میں کچھ نسبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنکی پامالی کے طوق یزید کے گھلے میں لٹکتے ہوئے نظر آتے ہیں

رب تعالی کی نسبت سے ......} بیت اللہ اور کعبہ واجب الاحترام

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے......} مدینہ طیبہ واجب الاحترام

خون رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے......} اہل بیت اطہار واجب الاحترام

صحبت سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے......} صحابہ کرام واجب الاحترام

نبی پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج ہونے کی وجہ سے......} ازواج مطہرات واجب الاحترام۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار مہینے (ذوالقعدہ ،ذوالحجہ ،محرم اور رجب) ......}
واجب الاحترام
لیکن یزیداور اسکے ساتھیوں نے
سب سے پہلے محرم الحرام میں اہل بیت اطہارؓ کی حرمت کو پامال کیا
پھر ذوالحجہ میں مدینہ طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی حرمت پامال کی
پھر محرم الحرام میں کعبۃ اللہ، مکہ مکرمہ اور صحابہ کرام کی حرمت کو پامال کیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پیغام نکاح کا ارادہ کیا (نعوذ باللہ)

قارئین: یزید نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام کے ظاہری ڈھانچے کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ اور غور کریں کہ اس نے پہلے مکہ یا مدینہ پر چڑھائی نہیں کی۔ بلکہ اس نے سب سے پہلے جس کی حرمت کو پامال کیا۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کا ٹکڑا تھا۔ وہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کا شہسوار تھا۔ یزید نے پہلا وار ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''جگر'' پر کیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ جتنی تکلیف میرے اس وار سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہو گی۔ وہ یقیناً کسی وار سے نہیں ہو گی (جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسینؓ اور آپکے ساتھیوں کا خون جمع کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ اور جس حال میں دیکھا گیا۔ وہ آپ پڑھ چکے ہیں)۔ ایسی تمام حرمتوں کو پامال کرنے والے کو اب بھی آپ مسلمان سمجھتے ہیں؟۔ اسی لئے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزارویؒ فرمایا کرتے تھے:

کہ ابوجہل نے جتنے بھی وار کئے ہیں وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس پر کئے ہیں۔ مگر یزید نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلیجے پر وار کیے ہیں۔ اگر یزید کافر نہیں تو پھر کوئی بھی کافر نہیں؟

اب ذرا ائمہ اعلام کی تصریحات سے یہ امر واضح کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے یزید پر کتنے واضح طریقے سے لعنت کی ہے۔ اور جو یزید کے حمائتی دلائل دیتے ہیں۔ کیا وہ یہ سب نہیں جانتے تھے۔؟

امام احمد بن حنبلؒ کا فتوی: یزید پر لعنت:

امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے نے آپؒ سے یزید کے بارے میں سوال کیا تو آپؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یا بنی وهل یتولی یزید احد یومن بالله ولم لا یلعن من لعنه الله فی کتابه۔ فقلت و این لعن الله یزید فی کتابه فقال فی قوله تعالی:

فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم (سورۃ محمد، 47:22۔23) فهل یکون فساد اعظم من القتل؟

اے میرے بیٹے کیا ایسا ممکن ہے۔ کہ کوئی اللہ پر ایمان رکھنے کا دعوی کرے اور پھر یزید سے بھی دوستی رکھے۔ اور ایسے شخص پر میں (احمد بن حنبل) لعنت کیوں نہ کروں۔ جس پر قرآن میں اللہ نے خود لعنت کی ہو۔ فرزند نے عرض کیا: قرآن میں کس جگہ اس پر لعنت ہوئی ہے۔؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے اس فرمان میں [پس تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم (قتال سے گریز کر کے بچ نکلو اور) حکومت حاصل کر لو تو تم زمین میں فساد ہی برپا کرو گے اور اپنے (ان) قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے (جنکے بارے میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواصلت اور مودت کا حکم دیا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور ان (کے کانوں) کو بہرا کر دیا ہے اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ کیا قتل (امام حسین علیہ السلام) سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا تھا؟

احمد بن محمد بن علی بن حجر الهیثمی، الصواعق المحرقۃ علی اہل رفض والضلال والزندقۃ، 2:632

☆امام احمد بن حنبلؒ کے اس فتوی کو ابن تیمیہ نے منہاج السنہ النبویہ میں، مقدسی نے الآداب الشرعیہ میں، البرزنجی نے الاشاعۃ میں، علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں اور باقی علماء ومفسرین کی بڑی تعداد نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں بھی امام احمد کے اس فتوی کا ذکر ایک دوسرے حوالے سے کیا ہے:

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قاضی ابو یعلی نے اپنی کتاب ''المعتمد'' میں صالح بن احمد بن حنبل سے بیان نقل کیا ہے۔ صالح کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ ابا لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں؟ ابا نے فرمایا کہ بیٹے: جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے کیا اسکے لیے یزید بن معاویہ سے محبت رکھنے کا کوئی جواز ہوسکتا ہے۔ اس شخص پر کس طرح لعنت نہ کی جائے جس پر اللہ نے لعنت کی ہو، میں نے عرض کیا: اللہ نے اپنی کتاب میں کس جگہ یزید پر لعنت کی ہے۔ امام احمد نے فرمایا) آیت پڑھی۔

(پھر تم سے توقع یہی ہے کہ اگر تم (قتال سے گریز کر کے بچ نکلو اور) حکومت حاصل کرلو تو تم زمین میں فساد ہی برپا کردو گے اور اپنے (ان) قرابتی رشتوں کو توڑ ڈالو گے (جنکے بارے میں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواصلت اور مودت کا حکم دیا ہے) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ اور ان (کے کانوں) کو بہرا کردیا ہے اور انکی آنکھوں کو اندھا کردیا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورۃ 47 آیت 23،22)

مذہب شافعی کے مشہور امام ابت علی بن عماد الدین ابو الحسن طبری (جو الکیا الھراسی کے نام سے مشہور ہیں) کا یزید پر لعنت کا فتوی۔

شافعی مذہب کے اعلی مقام فقیہ کا تعارف اور انکے یزید کے متعلق خیالات کو حافظ

ابن کثیر نے کچھ اسطرح بیان کیا ہے۔:

ابن علی بن عمادالدین ، ابو الحسن الطبری ،و یعرف بالکیا الھراسی،احدالفقھاء الکبار ،من روس الشافعی ولدسن خمسین واربعمای واشتغل علی امام الحرمین ، وکان ھو و الغزالی اکبر التلامذہ ... وکان یکرر لعن ابلیس علی کل مرقاۃ من مراقی النرامی بنیسابور سبع مرات ،وکانت المراقی سبعین مرقاۃ،وقد وسمع الحدیث الکثیر ، و ناظر و افتی و درس ، وکان من اکابر الفضلاء و سادات الفقھاء...واستفتی فی یزید بن معاوی فذکر عنہ تلاعباً وفسقاً ،وجوز شتمہ۔

ابن علی بن عمادالدین ابوالحسن الطبری جو کہ 'الکیا الھراسی' کے نام سے مشہور ہیں۔شافعی مذھب کے بڑے فقہاء میں سے ایک تھے۔وہ 540 ہجری میں پیدا ہوئے۔انہوں نے امام الحرمین سے استفادہ حاصل کیا۔وہ اور امام غزالی انکے نامور شاگردوں میں شامل ہیں۔نیشاپور میں نرامیہ میں وہ ہر سیڑھی پر ابلیس پر سات مرتبہ لعنت کرتے تھے۔اور وہاں کل ستر سیڑھیاں تھیں۔انہوں نے کثیر تعداد میں احادیث سنیں۔انہوں نے مناظرے کیے فتوی دیئے اور تدریس کا کام کیا۔اور وہ اکابر فضلاء وسادات الفقہاء...... اور ان سے یزید بن معاویہؓ کے متعلق فتوی لیا گیا۔جس پر انہوں نے کہا:

کہ یزید دھوکہ باز و فاسق تھا اور انکے مطابق یزید پرسَب کرنا جائز ہے

(البدایہ والنہایہ ج 12، ص 213)

پھر مشہور مصنف شیخ کمال الدین محمد بن موسی دمیری (متوفی 292ھ) نے اپنی کتاب حیات الحیوان ج 2 ص 106 میں الکیا الھراسی کے یزید کے متعلق

فتوی کو اور بھی تفصیل سے نقل کیا ہے۔

جب امام الکیاالھر اسی سے دریافت کیا گیا کہ آیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ جس پر انہوں نے فرمایا:

واما قول السلف ففيه لكل واحد من ابى حنيفة ومالك و احمد قولان: تصريح و تلويح. ولنا قول واحد: التصريح دون التلويح، و كيف ليكون كذالك وهو المتصيد بالفهد و اللاعب بالنرد ومد من الخمر ؟

یزید پر لعنت کرنے سے متعلق سلف جن میں ابوحنیفہ، مالک اور احمد شامل ہیں۔ انکے دو قسم کے اقوال ہیں۔ ایک قول تو تصریح کے تعلق سے ہے (یعنی یزید کا نام لے کر لعنت کی جائے) اور دوسرا قول تلویح کے تعلق سے ہے (یعنی نام لیے بغیر لعنت کی جائے جیسے قاتل حسینؓ پر لعنت ہو) لیکن ہمارا (یعنی حضرت امام شافعیؒ کا) صرف ایک ہی قول ہے اور وہ تصریح کا ہے۔ نہ کہ تلویح کا اور کیوں نہ ہو جبکہ یزید چیتے کے شکار اور شطرنج کا کھیل کھیلتا اور ہمیشہ شراب پیا کرتا تھا۔

گویا آئمہ اربعہ میں سے کوئی بھی یزید پر لعنت نہ بھیجنے کا قائل نہیں تھا۔ فرق صرف صراحۃ اور کنایہ کا تھا۔ انکے قول کے مطابق امام شافعیؒ تصریح کے قائل ہیں۔ جب امام غزالی، امام شافعیؒ کے مقلد ہیں تو ترجیح امام شافعی کے قول کو ہی دی جائے گی۔

مذہب شافعی کے امام ابو البرکات الدمشقی (متوفی 271ھ) کی یزید پر لعنت کا فتوی:

ابو البرکات محمد بن احمد الدمشقی الشافعی نے بذات خود یزید پر لعنت کی ہے۔ وہ اپنی کتاب ''جواھر المطالب، ج2، ص272'' میں خامہ فرسا ہیں:

یزید لعنه الله   اللہ کی لعنت ہو یزید پر

قاضی ابویعلی کی کتاب یزید پر لعنت کرنے کے جواز میں:

ابن جوزی کہتے ہیں۔ کہ قاضی ابویعلی نے ایک کتاب یزید کے جواز لعنت کے بارے میں تصنیف کی ہے۔ جس میں اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ کہ حضور پاک صاحبِ لولاک نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اہل مدینہ کو خوف دلائے گا دھمکائے گا ان پر ظلم کرے گا۔ خدا تعالیٰ اسکو ڈرائے گا۔ اور اس پر جمیع ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہوگی۔

''اسکو ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ اور قندوزی نے ینابیع المودۃ میں ذکر کیا ہے''

علامہ تفتازانی (متوفی 793ھ) کا فتویٰ: کہ ہم یزید پر لعنت کرتے ہیں اور اسکو مومن نہیں سمجھتے:

علامہ تفتازانی (شرح عقائد، ص 117) پر لکھتے ہیں:

لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ وعلی اعوانہ

کہ ہم یزید کے حال کے بارے میں بلکہ اسکے ایمان کے بارے میں توقف نہیں کرتے، اس پر اور اسکے انصار و اعوان پر اللہ کی لعنت ہو۔

مزید لکھتے ہیں:

واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ ورضی بہ، والحق ان رضا یزید بقتل الحسین استبشارہ بذالك واھانۃ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناہ

اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ لعنت کرنا ان کے قاتل پر اور اس پر جس نے انکے (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے) قتل کا حکم دیا۔ یا اجازت دی یا اس پر راضی ہوا۔ اور حق یہ

ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر اسکا راضی ہونا اور اس پر اسکا خوش ہونا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کی توہین کرنا ایسی بات ہے۔جس کا معنی متواتر ہے۔

علامہ محمود آلوسی (متوفی 1279ھ) کا فتوی: کہ یزید کافر ہے اور اس پر لعنت کرنا جائز:

علامہ سید محمود آلوسی البغدادی نے (تفسیر روح المعانی، ج 26 ص 73، سورہ 47: آیت 23،22) میں لکھتے ہیں:

الذی یغلب علی ظنی ان الخبیث لم یکن مصدقا برسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ..... وانا اذھب الی جواز لعن مثله علی التعیین ولولم یتصور ان یکون له مثل من الفاسقین والراھر انه لم یتب واحتمال توبته اضعف من ایمانه ویلحق به ابن زیاد و ابن سعد وجماع فلعن اللہ عز و جل علیھم اجمعین وعلی انصارھم و اعوانھم و شیعتھم ومن مال الیھم الی یوم الدین مادمعت عین علی ابی عبداللہ الحسین

اور میں وہی کہتا ہوں جو میرے ذہن پر حاوی ہے کہ (یزید) خبیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق نہیں کی......میرے نزدیک یزید جیسے شخص پر لعنت کرنا جائز ہے۔حالانکہ انسان یزید جیسے فاسق کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔اور براہو کبھی اس نے توبہ نہیں کی۔اور اسکی توبہ کرنے کے امکانات، اسکے ایمان کے امکانات سے بھی کم ہیں۔یزید کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد اور اسکی جماعت کو بھی شامل کرنا چاہیے۔تحقیق اللہ کی لعنت ہو ان تمام لوگوں پر، ان کے دوستوں پر، انکے مددگاروں پر اور ان کی جماعت پر قیامت تک اور اس وقت تک کہ ایک آنکھ بھی ابوعبداللہ الحسین رضی اللہ عنہ کے لئے آنسو بہاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے مطابق یزید پر لعنت کرنا جائز:

مشہور شافعی عالم دین شیخ سلیمان بن محمد بن عمر البیجر می (متوفی 1221ھ) لکھتے ہیں:

ان للامام احمد قول بلعن یزید تلو یحا و تصریحا و کذا للا مام مالك و کذا لابی حنیفة ولنا قول بذالك فی مذهب امامنا الشافعی او کان یقول بذالك الستاذ البکری و من کلام بعض اتباعه فی حق یزید مالفره زاده الله خزیا و منعه و فی اسفل سجین وضعه

یزید پر تلویح وتصریح طور پر لعنت کرنے کے متعلق امام احمد کے اقوال موجود ہیں۔اور یہی صورتحال امام مالک اور ابوحنیفہ کی بھی ہے اور ہمارے امام شافعی کا مذہب بھی یہی ہے ۔اور البکر ی کا قول بھی یہی ہے۔ البکر ی کے بعض اتباع کرنے والوں نے کہا ہے۔کہ اللہ یزید کی بے عزتی میں اضافہ کرے اور اسے جہنم کے نچلے ترین درجے پر رکھے۔

(حاشیۃ البیجر می، ج12ص360)

قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی (متوفی 1225ھ) کا فتوی: کہ یزید شرابی اور کافر:

قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی اپنی کتاب تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

(حاشیۃ البیجر می، ج12ص360)

یزید اور اسکے ساتھیوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اہل بیت کی دشمنی کا جھنڈا انہوں نے بلند کیا اور حضرت حسینؓ کو انہوں نے ظلماً شہید کر دیا۔اور یزید نے دین محمدی کا ہی انکار کر دیا۔اور حضرت حسینؓ کو شہید کر چکا۔تو چند اشعار پڑھے جنکا مضمون یہ تھا۔کہ آج میرے اسلاف ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے آل محمد اور بنی

ہاشم سے انکا کیسا بدلہ لیا۔

یزید نے جو اشعار کہے تھے ان میں آخری شعر یہ تھا:

لست من خندف ان لم انتقم

من بنی احمد ما کان فعل

احمد نے (جو کچھ ہمارے بزرگوں کے ساتھ بدر میں) کیا۔ اگر اسکی اولاد سے میں نے اسکا انتقام نہ لیا۔ تو میں بنی جندب سے نہیں ہوں۔

یزید نے شراب کو بھی حلال قرار دے دیا تھا۔ شراب کی تعریف میں چند شعر کہنے کے بعد آخری شعر میں اسنے کہا تھا:

فان حرمت یوما علی دین احمد

فخذ علی دین مسیح بن مریم

اگر شراب دین احمد میں حرام ہے۔ تو ہونے دو مسیح بن مریم کے دین کے مطابق تم اسکو حلال سمجھ کر لے لو۔

یزید اور اسکے ساتھیوں اور جانشینوں کے یہ مزے ایک ہزار مہینے تک رہے اسکے بعد ان میں سے کوئی نہ بچا۔ (تفسیر مظہری، ج5 ص271: سورۃ14۔ آیت20)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا فتوی: یزید پر اللہ کی لعنت ہو

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں تحریر کرتے ہیں: کہ امام حسینؓ کے قاتل ابن زیاد، یزید، ان تینوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

قاضی شوکانی (اہل حدیث) کا فتوی: یزید پر اللہ کی لعنت:

قاضی شوکانی جو مسلک اہل حدیث میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی مشہور کتاب (''نیل الاوطار: ج7 ص291) پر لکھتے ہیں:

الخمير السكير الهاتك لحرم الشريع المطهرة يزيد بن معاوى لعنهم الله

شرابی جس نے پاک شریعت کی توہین کی یعنی یزید بن (معاویہؓ) اللہ کی لعنت ہو اس پر۔

ملا علی قاری کا فتوی: یزید پر لعنت جائز ہے:

جب ملا علی قاری سے دریافت کیا گیا۔ کہ آیا حضرت معاویہؓ پر لعنت کرنا جائز ہے: تو انہوں نے کہا: ہرگز جائز نہیں۔

فلا يجوز اصلا بخلاف يزيد و ابن زياد و امثالها

ہاں یزید اور ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر جائز ہے۔

(شرح شفا، ج2 س556)

اب جو لوگ کہتے ہیں کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں اگر اوپر کے فتاوی جات سے دل نہیں بھرا تو آیئے حضرت ام سلمہؓ کا فتوی انکو سناتے ہیں۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا فتوی:

حدثنا ابراهيم بن عبدالله نا حجاج نا عبدالحميد بن بهرام الفزاری نا شهر بن حوشب قال سمعت ام سلمه تقول: حين جاء نعی الحسين بن علی لعنت اهل العراق وقالت: قتلوه قتلهم الله غروه وذلوه لعنهم الله.........

شہر بن حوشبؒ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ سے سنا جب ان کو سیدنا حسینؓ کی شہادت کی خبر ملی، وہ عراقیوں پر لعنت بھیجتے ہوئے فرمانے لگیں: انہوں نے سیدنا حسین کو قتل کیا۔ اللہ انہیں غارت کرے۔ انہوں نے سیدنا حسینؓ کو دھوکہ دیا اور رسوا کیا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (فضائل صحابہ۔ امام احمد بن حنبل)

قاتلینِ امام عالی مقام پر پیغمبروں کی زبان سے لعنت:

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہادت گاہِ امام حسینؓ کی کچھ کنکریاں دی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ایک شیشی میں رکھوا دیا تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو اس رات میں نے ایک ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا:

ایھا القاتلون جھلاً حسینا
ابشروا بالعذاب والتذلیل
قد لعنتم علی لسان ابن داود
و موسی و حامل الا نجیل

ازراہ جہل وتعصب حسینؓ کو قتل کرنے والو! تمہیں عذاب اخروی اور ذلت دنیوی کی بشارت ہو۔

ابن داود، موسی اور حامل انجیل عیسی کی زبان سے تم ملعون قرار پائے ہو
یہ سن کر میں رو پڑی اور میں نے وہ شیشی کھولی تو کنکریاں خون بن چکی تھیں۔

(الصواعق المحرقہ۔193)

یزید کے کافرانہ عقائد ونظریات:

یزید کے کفریہ عقائد بیان کرتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں

لیت اشیاخی ببدر شھداء
جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش میرے بدر والے بزرگ جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی فزع وجزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

قد قتلنا القوم من ساداتکم

وعدلنا میل بدر فاعتدل

اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (امام حسین) کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا ہے

فاھلوا واستھلوا فرحاً

ثم قالوا یا یزید لا تشل

اس وقت خوشی کے مارے ضرور باآواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

لست من خندف ان لم انتقم

من بنی احمد ما کان فعل

میں اولاد خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولاد احمد سے ان کے کئے ہوئے کا بدلہ نہ لے لوں۔

لعبت بنو ھاشم بالملك فلا

خبر یجاہ ولا وحی نزل

بنی ھاشم نے ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ ورنہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ (تفسیر روح المعانی: علامہ آلوسی: ج29، ص72)

علامہ آلوسی اپنا فیصلہ بیان فرماتے ہیں:

ان الخبیث لم یکن مصدقا برسالۃ النبی ﷺ۔ ھذا ھو المروق من الدین وقولہ من لا یرجع الی اللہ ولا الی دینہ ولا الی کتابہ ولا الی رسولہ ولا یومن باللہ ولا بما جاء من عند اللہ

کہ یہ یزید خبیث تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا بھی قائل نہیں تھا۔ یعنی یہ تو دین

اسلام سے کھلم کھلا خارج ہونا ہے یزید کا۔ اور اسکا یہ قول کہ وہ اللہ تعالی کی طرف اور نہ ہی اسکے دین کی طرف اور نہ ہی اسکی کتاب کی طرف اور نہ ہی اسکے رسول کی طرف اور نہ ہی اللہ پر اور جو کچھ اسکی طرف سے آیا ہے رجوع نہیں کرے گا۔

(الصواعق المحرقہ: ص222، طبری:852)

یزید اور محرمات شرعیہ، زنا، ترک نماز، شراب کا ارتکاب:

حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ (غسیل ملائکہ) بیان کرتے ہیں:

فقد اخرج الواقدی من طرق ان عبداللہ بن حنظلة بن الغسیل قال :واللہ ماخرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارة من السماء ان رجلا ینکح الامھات والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلواة

واقدی نے متعدد طرق سے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ جبکہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش نہ ہو جائے۔ وہ ایسا شخص ہے جو ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح جائز قرار دیتا ہے۔ شراب نوشی کرتا ہے نماز چھوڑتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء: ص702)

یزید کا حلت شراب کے متعلق آیت قرآنی کا تمسخر:

فان حرمت یوما علی دین احمد

فخذ علی دین مسیح بن مریم

اگر شراب دین احمد میں حرام ہے۔ تو ہونے دو مسیح بن مریم کے دین کے مطابق تم

اسکو حلال سمجھ کر لے لو۔

ما قال ربك ويل للذى شربوا

بل قال ربك ويل للمصلين

خدا نے شراب خوروں کے بارے میں ویل للشاربین نہیں کہا۔البتہ نماز گزاروں کے متعلق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے۔یعنہ ہلاک ہو جائیں شرابی نہیں کہا بلکہ ہلاک ہو جائیں نمازی کہا ہے۔

(ابن اثیر: کامل، ج4،ص36،تفسیر مظہری ،ج2ص912)

اب ایسے کفریہ عقائد رکھنے والے ،اسلام کا کھلم کھلا مذاق اڑانے والے کے بارے میں بھی کوئی شخص اسے جنتی کہے گا؟اب بھی کوئی اسے رضی اللہ تعالی کہے گا؟

حدیث قسطنطنیہ کی اصل حقیقت

حضرت ام حرامؓ سے مذکورہ روایت دو لوگوں نے نقل کی ہے۔ایک حضرت انس بن مالکؓ ہیں۔

جو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم ہیں۔

حضرت ام حرامؓ کے بھانجے (انکے محرم) ہیں۔

گھر کے آدمی ہیں۔

مدینہ طیبہ کے رہنے والے ہیں:

اور حضرت انس بن مالکؓ حضرت ام حرامؓ کی جس روایت کے راوی ہیں۔اس روایت کو تمام صحاح ستہ کے مصنفین نے نقل کیا ہے۔امام بخاری نے حضرت انس بن

مالک ؓ والی روایت کو مختلف کتابوں اور متفرق ابواب میں چھ مرتبہ نقل کیا ہے ۔اور خاص بات یہ ہے ۔کہ حضرت انس بن مالک ؓ کی تمام روایات کا مضمون ایک جیسا ہے ۔حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی روایات کی تحقیق وتخریج کے حوالہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب3،حدیث 2707

2۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب8،حدیث 2717

3۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب63،حدیث 2792

4۔صحیح بخاری۔کتاب الجہاد۔باب75،حدیث 2808

5۔صحیح بخاری۔کتاب الاستیذان۔ باب 14،حدیث 6041

6۔صحیح بخاری۔کتاب التعبیر ۔باب 12،حدیث 6732

7۔صحیح مسلم۔کتاب الامارة،حدیث 4819 تا 4823

8۔نسائی شریف۔کتاب الجہاد فضل الجہاد فی البحر جلد دوم ص 23

9۔جامع ترمذی۔ابواب فضائل الجہاد۔باب ماجاء فی غزوۃ البحر۔ج اول ص 294

10۔سنن ابی داؤد۔کتاب الجہاد۔باب 11۔فضل الغزو فی البحر

11۔سنن ابن ماجہ۔کتاب الجہاد۔باب فضل غزوۃ البحر۔ج 2 ص 199

12۔سنن دارمی۔کتاب الجہاد۔باب 29۔ج 2۔حدیث 2464

13۔مسند ابی یعلی۔حدیث 2675

14۔صحیح ابن حبان۔حدیث 4608

پہلے خواب سے بیدار ہونے کے بعد حضرت ام حرام ؓ سے اس خواب کو بیان کرنے، پھر ام حرام ؓ کے سوال و جواب اور دعا کی درخواست وغیرہ کرنے اور آپ ﷺ کے دعا دینے کے بعد۔آپ ﷺ دوبارہ تکیہ پر سر مبارک رکھ کر سو

گئے، پھر دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرامؓ کے سوال کرنے اور مسکرانے کا سبب پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے کی طرح جواب دیا۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے۔ اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمائی۔ امام دارمی نے صراحت کے ساتھ یہ الفاظ نقل کئے ہیں رایت قوما من امتی یرکبون ظہر ہذا البحر کالملوک علی الاسرۃ (سنن دارمی، 2، 276) میں نے اپنی امت کے کچھ لوگوں کو اس دریا کی پشت پر تختوں پر بادشاہوں کی طرح سوار دیکھا۔

......حضرت انس بن مالکؓ کی سند سے حضرت ام حرام کی تمام روایات کا مضمون ایک جیسا ہے۔

......ان میں دونوں خوابوں کا تعلق دریائی سفر سے ہے۔

......ان روایات میں صراحت کے ساتھ ''قتال روم'' کا تذکرہ نہیں ہے

......ان روایات میں اس غزوہ کے شرکاء کے لئے جنت کی کوئی بشارت نہیں ہے۔

چنانچہ اس غزوہ کا تذکرہ خود بخاری اور حضرات شارحین نے کیا ہے۔

1۔ بخاری۔ 1، 391

2۔ بخاری۔ 2، 930

3۔ بخاری۔ 1، 392

4۔ بخاری۔ 1، 403

5۔ بخاری۔ 1، 405

علامہ عینی نے عمدۃ القاری (1، 392) میں مذکورہ غزوہ کا تذکرہ کچھ اس طرح کیا ہے۔

اخذھا معہ لما غزا قبرص فی البحر سنۃ ثمان وعشرین وکان معاویۃ اول من رکب البحر للغزاۃ فی خلافۃ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری اور علامہ عینی کے حوالاجات کا خلاصہ

مذکورہ غزوہ سب سے پہلے سیدنا عثمان غنیؓ کی خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے انجام دیا۔ جس میں حضرت ام حرام زوجہ عبادہ بن صامتؓ بھی شریک تھیں۔ جب مجاہدین کا قافلہ لوٹ کر ملک شام واپس آیا۔ تو سواری کے جانور کے گرنے کے سبب حضرت ام حرام کی گردن ٹوٹ گئی، اور اسی کے سبب انکی موت ہوئی۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سب سے پہلے ہونے والے اس دریائی سفر میں شریک تھے۔

اب حضرت ام حرامؓ کی حدیث کی دوسری سند اور اسکے دوسرے راوی عمیر بن الاسود عنسی سے مروی الفاظ کو ملاحظہ کیجئے۔

امام بخاری نے کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم میں نقل کیا ہے:

حدثنی اسحاق بن یزید الدمشقی ،حدثنا یحیی بن حمزۃ قال : حدثنی ثور بن یزید ،عن خالد بن معدان ان عمیر بن الاسود العنسی حدثه انه اتی عبادۃ بن الصامت وھو نازل فی ساحة حمص وھو فی بناء له ومعه ام حرام قال عمیر فحدثنا ام حرام انھا سمعت النبیﷺ یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول الله ! انا فیھم قال: انت فیھم ثم قال البنیﷺ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یا رسول قال: (بخاری۔1،409)

ا، علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ان الاسناد کله شامیون

اس روایت کی سند میں تمام راویان شامی ہیں۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج14، ص198)

اسی طرح علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

والاسناد کله شامیون

اس روایت کی سند میں تمام راویان شامی ہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری۔ ج6،ص102)

عینی اور عسقلانی کے اس قول کے بعد کہ ''اسکے راوی صرف شامی ہیں'' سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ روایت غریب ہے۔ بلکہ شاذ بھی ہے۔

اس روایت کا راوی عمیر بن الاسود العنسی بھی شام کا رہنے والا اور حضرت ام حرامؓ کا غیر محرم بھی ہے۔ اور اس عمیر بن الاسود کا شاگرد خالد بن معدان ہے۔ جسکے بارے میں تہذیب التہذیب ج 1 ص 22 میں ہے۔ کہ ''یرسل کثیراً'' جو زیادہ تر مرسل روایات بیان کرتا ہے۔ اسکا شاگرد ثور بن یزید ہے۔ علامہ بدرالدین عینیؒ نے اسکا تعارف ''حیوان مشہور'' کہہ کر کرایا ہے۔ یہ حمص کا رہنے والا ہے اور قدریہ فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسکا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھا۔ اسی جنگ میں وہ قتل ہوا۔ ثور کا یہ حال تھا۔ کہ جب وہ حضرت علی علیہ السلام کا ذکر کرتا۔ تو کہتا میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا، محبت نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔ اہل حمص نے قدریہ مذہب رکھنے کہ وجہ سے اسے شہر بدر کر دیا تھا۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں ہے:

یقال انه قدریا و کان جده قتل یوم صفین من معاویة و کان ثوراً اذا ذکر علیا قال : لااحب رجلاً قتل جدی نفاه اهل الحمص لکونه قدریا۔ (تہذیب التہذیب 2/36، تقریب التہذیب 1/76)

قال احمد بن حنبل کان ثور یری القدر و کان اهل الحمص نفوه اخرجوه و احرقوا داره (میزان الاعتدال 1/386)

اسی ثور بن یزید (مشہور ناصبی) کے بارے میں محمد بن سعد نے طبقات الکبری ج 7 ص 324 اور تہذیب التہذیب ج 2 ص 23 میں ہے۔

و کان جد ثور بن یزید قد شهد صفین مع معاویة رضی اللہ عنہ وقتل یومئذ

فکان ثور اذا ذکر علیا قال: لا احب رجلاً قتل جدی

ثور بن یزید کا دادا صفین کے معرکے میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے لڑا اور جنگ کے اندر قتل ہو گیا۔ لہذا جب بھی ثور کے سامنے حضرت مولا علیؓ مشکل کشا کا ذکر ہوتا۔ تو کہتا:

میں ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا اور محبت نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔

کیا اب ایسے کلغی والے خارجی کی روایت لینا علم المصطلح کی رو سے صحیح ہے؟ ہرگز نہیں۔ مگر یہاں ایک اہم نکتہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ کبھی یہی خارجی، دشمن اہل بیت اگر اہل بیت کے حق میں کوئی بات ذکر کرے گا۔ تو اسے ضرور قبول کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ "مخالف دھڑے کی شہادت" ہے۔ یعنی بات اتنی پکی اور سچی ہے۔ کہ اتنا گھٹیا دشمن ہو کر کے بھی انکار نہیں کر سکا۔

اور پھر مسلم شریف کے حدیث کی رو سے یہ ثور بن یزید دشمنان اہل بیت ہونے کے علاوہ منافق بھی ہے۔

ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک مومن کے علاوہ کوئی علیؓ سے محبت نہیں رکھتا اور منافق کے علاوہ کوئی علیؓ سے بغض نہیں رکھتا۔

اسی ثور کا شاگرد یحیی بن حمزہ ہے۔ یہ دمشق (شام) کا رہنے والا ہے اور اسکا تعلق بھی قدریہ فرقے سے ہے۔ اسکے متعلق تہذیب التہذیب ج 1 ص 200 پر ہے۔

کان یرمی بالقدر روی عن ابن معین انه کان قدریا

اس پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اور ابن معین (بہت بڑے نقاد) سے روایت ہے کہ یہ قدری تھا۔

اور یحیی بن حمزہ کا شاگرد اسحاق بن یزید دمشقی ہے۔ امام ابو زرعہ رازی نے بھی

اسکا زمانہ پایا۔ مگر کوئی روایت نہیں لی۔

قال ابی حاتم کتب ابی عنه وسمعت ابا زرعة یقول ادرکناه ولم نکتب عنه (میزان الاعتدال، تہذیب التہذیب)

ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں۔ میرے باپ نے اس (اسحاق) سے حدیث لکھی۔ اور میں نے ابو زرعہ (راوی) سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا ہے۔ مگر (بوجہ ضعیف ہونے کے) اس سے حدیث نہیں لکھی۔

ان تمام راویوں کے دمشقی، شامی، حمصی ہونے سے واضح تر ہو گیا۔ کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومت وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے اسلامی شہروں میں پھیلا دیں۔ جس سے حکومت وقت کی خوشنودی مل سکے۔ ان تمام حقائق قویہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ یہ روایت بالکل وضعی و جعلی اور نا قابل استدلال ہے۔

مطلب یہ کہ: اس پر کسی عقیدے اور عمل کی بنیاد رکھی جاسکتی ہی نہیں۔

قارئین: اب خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کس طرح قابل استدلال ہوسکتی ہے؟

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ

معتبر ہونے میں وہ روایت ہو گی جسکو روایت کرنے میں پہلے مدینے والوں نے روایت کیا ہو۔ دوسرے درجے پر انکی معتبر ہو گی۔ جو بصرے والے روایت کریں۔

یعنی شامیوں کی روایت کیا اہل مدینہ (حضرت انسؓ) کے مقابلے میں قابل قبول ہو گی؟

شامی لوگ نصب میں اس قدر مشہور اور متشدد تھے۔ کہ انہوں نے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن نسائی کے مصنف امام نسائیؒ کو خصائص علی علیہ السلام لکھنے کی پاداش میں مار مار کر قریب المرگ کر دیا۔ اور بالآخر وہ مکہ میں جا کر فوت ہو گئے۔ اور یہ شیعہ کی دشمنی میں اہل بیت اطہار کے ہی دشمن ہو گئے۔ جیسا کہ ابن کثیر نے البدایہ و

النہایہ ج ۱۱ میں لکھا ہے کہ

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من اهل الشام فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيبون ويلبسون افخر ثيابهم و يتخذون ذالك اليوم عيدا يصنعون فيه انواع الاطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم۔

روافض یعنی شیعہ جس عاشورہ کے دن غم کا اہتمام کرتے ہیں اسکے برعکس نواصبِ اہل شام اس دن (یوم عاشورہ) میں اناج پکاتے، غسل کرتے، پاک صاف ہوتے، خوشبو لگاتے، سب سے اعلی لباس پہنتے اور اس دن کو عید کا دن قرار دیتے، انواع و اقسام کے کھانے بناتے، خوشی کا اظہار کرتے، اسکا مقصد شیعوں کی دشمنی میں انکے طریقے کا الٹ کرنا ہوتا تھا۔

رواۃ حدیث کے ضروری احوال جاننے کے بعد اب ہم ذرا متن حدیث پر غور کر لیتے ہیں۔

☆ اس حدیث میں پہلا لفظ ''اول جیش'' ہے۔ یزید ہرگز 'اول جیش' میں شامل نہیں ہے۔

☆ مغفرت کی بشارت والی حدیث میں ''قسطنطنیہ'' کے الفاظ کسی کتاب میں نہیں۔

☆ اور دوسرا لفظ ''مدینہ قیصر'' کا ہے

قیصر روم پر پہلا غزوہ اور بشارت مغفور لھم

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ: 32ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے بلاد روم پر چڑھائی کی ۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ: خلیج قسطنطنیہ کی جنگ حضرت امیر معاویہؓ کی امارت میں 32 ہجری میں ہوئی اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے۔ اسی طرح مندرجہ ذیل کتابوں میں ہے کہ وہ غزوہ 32 ہجری میں ہوا۔

☆المنتظم ابن جوزی 19/5

☆ تاریخ طبری 304/4

☆العبر ۔امام ذھبی 24/1

☆ تاریخ اسلام امام ذھبی (یزید کی اس وقت عمر تقریباً چھ سال تھی)

حضرت امیر معاویہؓ نے یہ حملہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں کیا

اور بہت ہی اہم بات کہ اس حدیث میں مدینہ قیصر سے مراد ''حمص'' ہے نہ کہ قسطنطنیہ۔لہٰذا بشارت مغفرت کے امین حمص پر حملہ کرنے والے مجاہدین ہیں۔اور حمص پر حملہ 15 ہجری میں ہوا۔جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کھودتے وقت چٹان کو توڑتے ہوئے ایک بشارت قیصر و کسری کے فتح ہونے کے بارے میں دی تھی۔اسکی فتوحات کی تکمیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے تین سالوں میں ہو گئی تھی۔چنانچہ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء 116، 28 میں لکھا ہے:

واستولی المسلمون فی ثلا ثۃ اعوام علی کرسی مملکۃ کسری و علی کرسی مملکۃ قیصر و علی امی بلادھما

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کے) تین سالوں میں مسلمانوں نے قیصر و کسری کے شہروں تک اور ان کے اہم شہروں کو فتح کر لیا تھا۔

اسی طرح ابن کثیر نے لکھا ہے کہ

پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا۔اور بعد میں خالد بن ولیدؓ بھی اس میں شامل ہو گئے۔سخت سردیوں کے موسم میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کیا۔سردیوں کے اختتام تک محاصرہ جاری رہا۔بالآخر حضرت ابو عبیدہؓ نے حمص فتح کر لیا۔حضرت بلال حبشیؓ حضرت مقدادؓ اور

دیگر امراء کے ذریعے حضرت عمرؓ کے پاس فتح کی خوشخبری اور خمس روانہ کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وجوز بعضهم ان المراد بمدينة قيصر المدينة التى كان بها يوم قال النبى ﷺ تلك المقالة وهى حمص و كانت دار مملكة اذ ذاك

اور بعض علماء کے نزدیک مدینہ قیصر سے مراد وہ شہر جہاں قیصر اس دن تھا (یعنی جو اسکا دار السلطنت تھا) جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمان فرمایا: وہ حمص ہے جو انکا دار السلطنت تھا۔ (فتح الباری 12/61)

اس وقت 15 ہجری میں یزید پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ بعض نے یزید کو اول جیش کا امیر لکھا ہے۔ یہ سہواً ہوا ہے۔ کیونکہ وہ امیر یزید بن فضالہ بن عبید تھے۔ یہاں یزید بن معاویہ کا نام راوی کی غلطی ہے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے۔ کہ

عمران بن اسلم کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی ہمارے لشکر میں تھے۔

و كنا بالقسطنطنيه وعلى اهل مصر عقبه بن عامر وعلى اهل الشام رجل يزيد ابن فضالة ابن عبيد

اور ہم قسطنطنیہ میں تھے۔ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید امیر تھے۔ (تفسیر ابن کثیر 1/217)

سنن ابوداود کی یہ روایت بھی پڑھ لیجیے۔

حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وهب نا حيوة بن شريح و ابن لهيه عن يزيد بن ابى حبيب عن اسلم ابى عمران قال غزونا من المدينة يزيد القسطنطنيه وعلى الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن وليد۔

ابوعمران کا بیان ہے کہ ہم جہاد کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کی طرف

روانہ ہوئے اور سپہ سالار عبدالرحمان بن خالد بن ولید تھے

(سنن ابو داود مع احکام البانی رقم 2512۔ مستدرک حاکم 140 / 2۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن 118،119 / 2۔ احکام القرآن از جصاص 326 / 1۔ تفسیر ابن ابی حاتم رازی 330،331 / 1)

اب بشارت والی حدیث اور محدثین کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں

محدثین نے دوٹوک اور نہایت مدلل طریقے سے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ کہ یزید قطعاً اس بشارت کا مصداق نہیں ہے۔ اور مغفرت عموم سے بالکل خارج ہے۔ مگر کچھ گمراہ لوگ یزید کو جنتی ثابت کرنے کے لئے اپنے ایمان کے پرخچے اڑا رہے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وکان فی ذالك الجیش ابن عباس وابن عمر و ابن زبیر و ابو ایوب الانصاری قلت الاظهروا ان هوءلاء السادات من الصحابة کانوا مع سفیان هذا فلم یکونوا مع یزید لانه لم یکن اہلاً ان یکون هولاء السادات فی خدمته قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة کان اول من غزا البحر و منقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر قلت ای منقبة لیزید وحاله مشهور فان قلت قال ﷺ فی حق هذا الجیش مغفور لهم قلت قیل لا یلزم من دخوله فی ذالك العموم ان الا یخرج بدلیل خاص اذا لا یختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان یکوانو من اهل مغفرة حتی لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذالك لم ید خل فی ذالك العموم فدل علی انا المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة منهم۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری 12/10)

اور اس لشکر میں ابن عباس ،ابن عمر، ابن زبیر، اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنھم تھے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ:

یہ سردار صحابہ حضرت سفیان بن عوف ؓ کی قیادت میں تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں۔ کیونکہ یزید ہرگز اس قابل نہ تھا کہ سردار صحابہ اسکی سرکردگی میں ہوں۔ مہلب نے کہا اس حدیث میں حضرت معاویہ ؓ کی منقبت ہے۔ کہ انہوں نے سب سے پہلے بحری جنگ لڑی اور انکے بیٹے یزید کی منقبت ہے۔ جبکہ اسکا حال مشہور ہے۔ اگر تم کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لشکر کے لئے **مغفور لھم** فرمایا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں۔ کہ وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مغفور لھم مشروط ہے۔ کہ وہ آدمی مغفرت کا اہل ہو۔ حتی کہ اگر غازیوں میں کوئی مرتد ہو جائے۔ تو وہ اس عموم میں داخل نہیں رہتا۔ پس ثابت ہوا کہ مغفرت اسی کے لئے ہے۔ جو مغفرت کا اہل ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے بھی تقریباً ایسی ہی بات لکھی ہے (فتح الباری شرح بخاری 12/61)۔ اور علامہ قسطلانی ؒ نے بھی ایسے ہی لکھا ہے بلکہ مزید فرمایا کہ (یزید) بنوامیہ کی حمیت کی وجہ سے اس غزوہ پر گیا تھا۔ (ارشاد الساری شرح بخاری 5/125)

یزید جس لشکر میں شامل تھا۔ وہ 52 ہجری میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ (جبکہ پہلا حملہ اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا) اسکی دلیل یہ ہے کہ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری ؓ بھی شامل تھے۔ اور آپکا انتقال 52 ہجری میں ہوا۔

☆ علامہ ذھبی ؒ لکھتے ہیں:

وکان ابو ایوب مات سنته 52 هجری

حضرت ابوایوب انصاری ؓ کا انتقال 52 ہجری میں ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ 1/29)

☆ علامہ ابن حجر عسقلانی ؒ لکھتے ہیں۔

وكانت غزوة يزيد المذكورة فى سنته اثنتين فى خميس من الهجرة و فى تلك الغزوة مات ابو ايوب الا انصارى فاوحى ان يدفن عند باب القسطنطنية فتح البارى

اور یزید کا مذکورہ غزوہ 52 ہجری میں ہوا۔اسی غزوہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا انتقال ہوا۔اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے قسطنطنیہ کے دروازے کے پاس دفن کیا جائے۔

☆ابن کثیر دمشقی نے لکھا ہے

وذالك سنة ٥٢هجرى اثنتين وخمسين ومعهم ابو ايوب فمات هناك

اسی سال 52 ہجری میں اسکے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے۔اور آپ کا انتقال بھی وہیں ہوا تھا۔(البدایہ والنہایہ۔8/59)

ان تمام حوالاجات سے ثابت ہوا کہ یہ حملہ 52 ہجری میں ہوا۔اور اس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی رحلت ہوئی۔اور قسطنطنیہ پر آخری حملہ تھا۔دوسری طرف ملاحظہ کیجئے کہ یزید اس غزوہ میں بھی شوق جہاد یا جوش جہاد سے نہیں گیا۔بلکہ مجاہدین کو پہنچنے والی تکالیف پر خوشی کا اظہار کرنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ نے اسے جبراً بھیجا تھا

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

50 ہجری میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بہت بڑا لشکر حضرت سفیان بن عوفؓ کی قیادت میں بلاد روم پر حملے کے لئے بھیجا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس میں شریک ہونے کا کہا۔لیکن اسنے بڑی گرانی محسوس کی تو اسے آپ نے چھوڑ دیا۔پھر لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس لشکر کے مجاہدین سخت بھوک اور بیماری کا شکار ہوئے۔حضرت امیر معاویہؓ کو یہ اطلاع ملی کہ یزید نے اس لشکر کا حال سن کر یہ اشعار پڑھے:

مان ابالی بما لاقت جمود عهم بالفدقد البيد من الحمى ومن شوم اذا اتطات على الانماط مر تفقا بدير مران عندى ام كلثوم وهى امراته بنت عبدالله ابن عامر فخلف ليخلفن بهم فسار فى جمع كثير

مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں کہ بخار اور بدقسمتی کی وجہ سے اس کھلے صحرا میں ان لشکروں پر کیا بیتی۔ جبکہ میں نے دیر مران میں بلند ہو کر قالینوں پر تکیہ لگا لیا۔ اور میرے پہلو میں ام کلثوم موجود ہے۔ اور یہ عبداللہ بن عامر کی بیٹی تھی۔ تو حضرت امیر معاویہؓ نے قسم کھائی کہ یزید کو اس لشکر کے ساتھ بھیجیں گے۔ چنانچہ جماعت کثیرہ کے ساتھ روانہ کیا۔

(تاریخ ابن خلدون 19،20/ 3)

ابن اثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (ابن اثیر 3/658)

اب یزید کو جنتی ثابت کرنے والے دلائل کو اس جگہ پہنچا دیا ہے۔ جہاں اسکا اپنا دائمی ٹھکانہ ہے۔ اب محبان یزید کو ضرور یہ دعا کرنی چاہیے۔ کہ اے اللہ ہماری آخرت بھی یزید کے ساتھ کرنا۔ اور ہم بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ ایسے لوگوں کی دعا کو رب کائنات ضرور قبول فرمائے۔

قارئین: ایک اچھنبے کی بات کہ یزید کا اپنا بیٹا اسے جنتی نہ کہے، جو اسکی پشت سے پیدا ہوا ہے۔ بلکہ اسنے جو کچھ اسکے فضائل (اسکا خطبہ آئندہ آنے والا ہے) بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالی بچائے۔ اسکا بیٹا اسکو جنتی سمجھتا ہوتا۔ تو اسکے عیب بیان کرتا۔ بلکہ وہ تو فخر کرتا۔ مگر افسوس وہ تو ہاتھ ملتا رہ گیا۔ مگر ان لوگوں سے ضرور پوچھنا چاہیے (جو یزید کی حمایت میں ایمان کے پرخچے اڑا رہے ہیں) کہ تمہارا اسکے ساتھ کس حیثیت سے رشتہ ہے؟

قاتلِ حسینؓ

اب ذرا آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا یزید پر اسکی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

امر یزید بقتل مسلم فکتب الیه ان یطلب مسلم بن عقیل فیقتله ان وجده فجاء بمسلم الی عبید الله و امر به فاصعده الی اعلی القصر فضربت عنقه والقی جثته الی الناس وامر بهانی فسحب الی الکناسة فصلب هنا (تاریخ طبری۔ ج6، ص194۔196)

یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کرنے کے بعد اسکو حکم دیا کہ مسلم بن عقیل کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ امام مسلم کو عبدالرحمان نامی کوفی دھوکہ سے پکڑ کر لے آیا۔ اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا۔ کہ انھیں محل کی سب سے اونچی چھت پر لے جاؤ۔ اور انکا سر قلم کر دو۔ اور ان کے دھڑ کو اتنی بلندی سے گلی میں پھینک دو۔ اور ابن ابن زیاد کے حکم سے ہانی کو بھی گھسیٹ کر لے گئے۔ جہاں غلاظت کا ڈھیر تھا۔ وہاں لے جا کر انھیں سولی دے دی گئی۔

تاریخ کامل میں ہے:

بعث ابن زیاد براس مسلم و هانی الی یزید و کتب الیه یزید یشکره (ج6۔ص36)

پھر ابن زیاد نے ان دونوں شہیدان باوفا کے سروں کو کوفہ سے دمشق یزید کے پاس بھیجا۔ یزید نے ابن زیاد کو خط لکھا جس میں اس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ (اسکا مطلب یہ حکم، روایت پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ کہ جب بھی اہل بیت سے کسی کو شہید کرو تو فوراً یزید کے پاس بھیجو۔)

یزید کے حمایتی لوگ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان پاک کے ساتھ جو کچھ

ہوا اسکی ذمہ داری ابن زیاد پر عائد ہوتی ہے۔ یزید تو بہت دور دمشق میں بیٹھا ہوا تھا۔ جو کچھ ہوا اسکے حکم کے بغیر ہوا۔ جب اسکو اس بات کا پتہ چلا تو بہت آزردہ ہوا وغیرہ وغیرہ۔

کاش ایسے ہی ہوا ہوتا مگر حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ جب ابن زیاد نے شہیدان کربلا کے سروں اور خاندان نبوت کی تطہیر والی چادریں اوڑھنے والی پاک خواتین کو یزید کے دربار میں بھیجا۔ تو اسنے سب سے پہلا سلوک کیا کیا:

چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں:

او فده الی یزید بن معاویه و معه الراس فوضع راسه بین یدیه وعنده ابو برزه الاسلمی وجعل ینکت بقضیب علی فیه ویقول: یفلقن ھا ما من رجال اعزة علینا وھم کانو نواعق و اظلما وقال له ابو برزة ارفع قضیبك فوالله لربما رایت رسول الله علی فیه یلثمه (تاریخ طبری۔ ج6،ص220)

ابن زیاد نے قاتل حسین علیہ السلام کے ہاتھ آپ کے سر مبارک کو یزید کے پاس بھیجا۔ اسنے وہ سر مبارک یزید کے سامنے رکھ دیا۔ ایک صحابی ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ یزید ایک چھڑی سے آپ کے لب ہائے نازنین پر کچوکے دینے لگا۔ اور یہ شعر پڑھنے لگا:

انھوں نے ایسے آدمیوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے۔ لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے۔ ابو برزہ اسلمی بڑھاپے کے باوجود اس گستاخی کو برداشت نہ کرسکے اور فرمایا: اے یزید: اپنی چھڑی کو پرے ہٹالے۔ بخدا میں نے بکثرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس منہ مبارک کو چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسی طرح ابن اثیر نے لکھا ہے

ثم اذن للناس فدخلوا علیه والراس بین یدیه ومعه قضیب

وھو ینکت بہ شغرہ ثم قال ان ھذا وایانا کما قال الحصین بن ھمام ابی قومنا ان ینصفونا فانصفت قواضب فی ایماننا تقطر الدما یفلقن ھاما من رجال اعزۃ علینا وھم کانوا اعق واظلما

جب اسکے پاس سر مبارک رکھا گیا۔ تو اسنے لوگوں کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت عام دی۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو اسنے ایک چھڑی سے آپ (حضرت امام حسین علیہ السلام) کے دندان مبارک پر ضربیں لگانا شروع کیں اور ساتھ ہی کہنے لگا: بے شک ان کی اور ہماری حالت ایسی ہی ہے جیسے ایک شاعر نے کہا تھا: ہماری قوم نے انکار کیا کہ ہمارے ساتھ انصاف کریں۔ تو ہماری تلواروں نے انصاف کیا۔ جو دائیں ہاتھ میں تھیں اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ ان تلواروں نے ان لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا۔ جو ہمیں عزیز تھے۔ لیکن وہ بڑے نافرمان اور ظالم تھے۔

قارئین غور فرمایئے: کہ جو لعنتی عام لوگوں کے سامنے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کٹے ہوئے سر انور کو سامنے رکھ کر اپنی ناپاک چھڑی سے ان پاک ہونٹوں پر ضربیں لگاتا ہے۔ جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی۔ اور جو متکبرانہ شعر پڑھتا ہے۔ کیا یہ آزردہ ہونے کی نشانی ہے؟ کیا ایسے عمل کو کسی بھی مذہب میں دکھیا ہونے کا نام دیا جا سکتا ہے؟

اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے۔

عن عبد الرحمان بن ابی لیلی عن ابیہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا یومن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ واھلی احب الیہ من اھلہ وعترتی احب الیہ من عترتہ۔ وذاتی احب الیہ من ذاتہ رواہ الطبرانی والبیھقی۔

(الطبرانی فی معجم الکبیر 7/75 الرقم: 6416۔ البیہقی فی شعب الایمان: الرقم 1505۔ والھیثمی فی مجمع الزوائد 1/8)

حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ ؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں۔ اور میرے اہل بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں۔ اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے۔ اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے

کیا یزید امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر مبارک کو سامنے رکھ کر اپنی ناپاک چھڑی سے نبی پاک ﷺ کی بوسہ گاہ کو ضربیں محبت اہل بیت میں لگا تا رہا تھا (نعوذ باللہ)؟ یقیناً نہیں (بلکہ بغض اہل بیت کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے پر فائز تھا) تو پھر وہ نبی پاک ﷺ کے اوپر والے ارشاد مبارک کے مطابق مومن کیسے ہوسکتا ہے؟

الصواعقِ المحرقہ میں ہے کہ

وقال ابن جوزی فیما معاہ سبطه عنه لیس العجب من خذلان یزید وضربه بالقضیب ثنا یا الحسین وحمله ال رسول الله ﷺ سبا یا علی افتاب الجمال وذکر اشیاء من قبیح ما اشتهر عنه ورده الرأس الی المدینة وقد تغیرت ریحه ثم قال وما کان مقصوده الا الفضیحه واظهار الرأس فیجوز ان یفعل هذا بالخوارج والبغاة یکفنون ویصلی علیهم وید فنون ولولم یکن فی قلبه احقاد جاهلیة واضغان بدریة لاحترم الرائس لما وصل الیه و کفنه ودفنه واحسن الی ال رسول ﷺ (الصواعق المحرقہ ص 219)

ابن جوزی نے کہا جیسا کہ ان کے پوتے نے ان سے بیان کیا کہ ابن زیاد کا امام حسین ؓ کو قتل کرنا اس قدر تعجب خیز نہیں۔ تعجب خیز تو یزید کا خاندان ہے اور اسکا امام عالی

مقام سیدنا امام حسین ؓ کے دانتوں پر لکڑی مارنا اور آل رسول کو قیدی بنا کر اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے۔ ابن جوزی نے اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں مشہور ہیں۔ پھر یزید نے امام عالی مقام امام حسین ؓ کا سر انور اس وقت مدینہ منورہ میں واپس لوٹایا۔ جبکہ اس کی بو متغیر ہو چکی تھی۔ تو اس سے اسکا مقصد سوائے فضیحت اور سر انور کی توہین کے اور کیا تھا؟ حالانکہ خارجیوں اور باغیوں کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ بھی جائز ہے۔ اور اگر اسکے دل میں جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگ بدر کا انتقامی جذبہ نہ ہوتا۔ تو جب اسکے پاس امام حسین ؓ کا سر انور پہنچا تھا۔ تو وہ اسکا احترام کرتا اور اسکو کفن دے کر دفن کرتا اور آل رسول ؐ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا؟

اسی طرح امام ذہبی لکھتے ہیں:

ابو حمزہ بن یزید حضرمی بیان کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے یزید کی دایا کو دیکھا۔ جبکہ اسکی عمر سو برس کو پہنچ چکی تھی۔ اور اسکا نام ریا تھا۔ اسنے بیان کیا۔ کہ ایک شخص نے یزید کے پاس آکر کہا تھا: خوشخبری ہو اے یزید! اللہ تعالی نے آپ کو حسین ؓ سے نجات دے دی۔ یہ کہتے ہوئے اس نے امام حسین ؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے رکھ دیا ..... حضرمی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: کیا یزید نے اپنی چھڑی امام حسین ؓ کے دانتوں کو ماری تھی۔؟ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم۔ پھر حمزہ نے کہا کہ اسے گھر کے بعض افراد نے بتایا۔ کہ تین دن تک امام حسین ؓ کا سر مبارک دمشق میں لٹکا رہا۔

(سیر اعلام النبلاء۔ ج 3 س 319)

یزید نے حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کو جو خط لکھا۔ اس میں لکھتا ہے۔

بعد ازاں مجھے اطلاع ملی ہے کہ ملحد ابن زبیر نے آپ کو اپنی بیعت کی دعوت دی تھی ....

پھر حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے اپنے جواب میں لکھا: کہ

......تم نے حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان عبدالمطلب کے ان جوانوں کو قتل کیا۔ جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے انھیں ایک کھلے میدان میں اس حال میں چھوڑا کہ وہ خون میں لت پت تھے۔ انکے بدن پر جو کچھ تھا۔ چھینا جا چکا تھا۔ پیاس کی حالت میں انھیں قتل کیا گیا۔ اور بے کفن، بے دفن رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں.......... یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ایک ایسی قوم کو ان کے کفن، دفن کی توفیق دی جو ان کے خون میں شریک نہ تھی

(الکامل۔ ابن اثیر: 4/51،50)

☆ یعنی یزید گستاخ صحابہ بھی تھا۔ اسی لئے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو "ملحد" لکھ رہا ہے۔

☆ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی گواہی کے مطابق: کربلا میں جو کچھ ہوا "یزید کے حکم" سے ہوا۔

اب دیکھتے ہیں کہ کیا اسنے اس فتح پر مبارک بادیں وصول نہیں کیں۔

وجزهم (ابن زیاد) رحملهم الی یزید فلما قدموا علیه جمع من کان بخضرته من اهل شام ثم ادخلوهم فهنوبالفتح

(البدایہ والنہایہ۔ ج 8، ص 197۔ تاریخ طبری ج 6 ص 220)

ابن زیاد نے اس اجڑے، لٹے پٹے قافلے کو تیار کیا اور یزید کی طرف بھیجا۔ جب وہ دمشق پہنچے۔ تو یزید نے ملک شام کے رؤسا کو اپنے دربار میں اکٹھا کیا پھر اس بھری محفل میں اسکے سامنے خاندان نبوت کی مستورات کو لایا گیا۔ اور اسکے درباریوں نے یزید کو اس فتح پر مبارک باد پیش کی۔

☆ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے (الصواعق المحرقہ۔ 455 میں) لکھا ہے۔ کہ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا۔ اس نے آکر آپ کو قتل کر دیا۔ اور آپ کا سر یزید کو بھیج دیا۔ جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا۔

اب یزید نے یہ سارے کام محبت میں تو کئے نہیں؟ یقینا شدید ترین بغض کی وجہ

سے۔ تو آیئے پھر دیکھتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسکے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے: چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت (اسکی سند صحیح ہے) بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ اللہ النار

(مستدرک للحاکم۔ 3/150)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جو کوئی بھی ہم اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ اس کو ضرور جہنم میں داخل کرے گا

اب جو دشمنان اہل بیت زندہ رہ گئے ان کا بھی سنئے، چنانچہ مشہور ثقہ تابعی حضرت ابو رجاء عطاری فرمایا کرتے تھے:

لا تسبو علیا ولا احدا من اھل البیت فان جارا لناس من بلھجیم قال قدم علینا من الکوفۃ قال آما ترون الی ھذا الفاسق بن الفاسق قتلہ اللہ فرماہ اللہ بکو کبین فی عینیہ فذھب بصرہ۔ (تھذیب التھذیب 1/430۔ معجم الکبیر 3/122 روایت [سند صحیح]: 2830)

علی اور اھل بیت میں سے کسی کو برا بھلا نہ کہو بلھجیم کا ہمارا ایک پڑوسی ہمارے پاس کوفہ آیا اور اس نے کہا کیا تم اس فاسق کے بیٹے فاسق (نعوذ باللہ) کی طرف نہیں دیکھتے (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی دونوں آنکھوں میں دو ستارے پھینکے اور اسکی آنکھیں ضائع ہو گئیں یعنی یہ بدبخت دنیا میں ہی اندھا ہو گیا۔

ایک اور روایت (حسن صحیح) امام ترمذی بیان کرتے ہیں کہ عمارہ بن عمیر روایت کرتے ہیں۔

لما جیء براس عبیداللہ بن زیاد واصحابہ نضدت فی المسجد فی الرحبۃ فانتھیت الیھم وھم یقولون قد جاءت قد جاءت

فاذا خیة قد جاء ت تخلل الرؤس حتی دخلت فی منخری عبیداللہ بن زیاد فمکثت ھنیھة ثم خرجت فذھبت حتی تغیبت حتی تغیبت ثم قالوا قد جائت قد جاء ت ففعلت ذالك مرتین او ثلاثا (جامع الترمذی۔باب مناقب امام حسنؓ وحسینؓ۔حدیث 1715)

جب عبیداللہ بن زیاد اور اسکے ساتھیوں کے سر لاکر مسجد رحبہ میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے گئے۔تو میں ان کے پاس گیا۔کہ اچانک لوگ کہنے لگے وہ آگیا وہ آگیا۔دیکھا کہ ایک سانپ آیا وہ ان سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا۔ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا تھوڑی دیر ٹھہر کر چلا گیا۔یہاں تک کہ غائب ہو گیا۔لوگوں نے پھر کہا۔وہ آگیا وہ آگیا۔دو یا تین بار اس نے اسی طرح کیا

اسی طرح ربیع بن منذر ثوری اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:

جاء رجل یبشر الناس بقتل الحسین فرایته اعمی یقاد

(تھذیب التھذیب 1/429)

ایک آدمی لوگوں کو قتل حسینؓ کی خوشخبری دینے کے لئے آیا بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو پکڑ کر چلاتے تھے

دعوت فکر:

پہلی بات کہ اگر عام یزیدیوں کو معلوم تھا کہ امام حسینؓ کو منصوبے کے تحت شہید کر دیا گیا ہے۔اور اسی وجہ سے وہ مبارک باد دیتا پھر رہا تھا۔تو یزید جو حاکم وقت تھا۔اسکو معلوم ہی نہیں تھا؟

دوسری بات اگر چھوٹی بے ادبی کرنے والوں کا یہ انجام ہوا ہے اور پھر ابن زیاد لعین کے سر کے ساتھ جو کچھ ہوا۔تو جس نے سب کچھ کروایا اور مبارک بادیں وصول

کیں اسکا انجام تو عقل انسانی میں کسی طور نہیں آسکتا۔

کچھ روایات میں ہے کہ اسنے بہت افسوس کا اظہار کیا اور ابن زیاد کو برا بھلا کہا۔ اسکے بارے میں ابن اثیر اپنی تاریخ کامل۔ ج4 ص 87) میں لکھتے ہیں

لما وصل راس الحسین الی یزید حسنت حال ابن زیاد عندہ وزادہ ووصلہ وسدہ مافعل ثم لم یلبث الا یسیرا حتی بلغہ بعض الناس لہ ولعنھم وسلبھم فندم علی قتل حسین

جب امام حسین پاک کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا۔ تو یزید کے دل میں ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ اسکی عزت میں اضافہ ہو گیا جو کچھ اسنے کیا تھا یزید اس پر بڑا خوش ہوا لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسکو یہ اطلاعیں ملنا شروع ہو گئیں کہ لوگ اس وجہ سے اسکے خلاف بغض رکھنے لگے۔ اور اس پر لعنتیں بھیجتے ہیں اور اسے سب و شتم کرتے ہیں۔ تو پھر امام حسین علیہ السلام کے قتل پر اس کو ندامت ہوئی۔۔

مطلب یہ کہ وہ اس کام پر خوش بھی ہوا اور یہ کام کرنے والوں پر بھی بہت خوش ہوا۔ اور پھر سب سے پہلے یزید پر لعنت اور سب و شتم خود اسکی رعایا نے شروع کیا اور پھر کہنے لگا۔

فبغضنی بقتلہ الی الحسین وزرع فی قلوبھم العداوۃ فابغضنی البر والفاجر بما استعظموہ قتلی الحسین، مالی ولا بن مرجانۃ لعنۃ اللہ و غضب علیہ

ابن زیاد نے آپ کو شہید کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا ہے انکے دلوں میں میری عداوت بھر دی ہے۔ اور ہر نیک و برا شخص میرے ساتھ بغض کرنے لگا ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے امام حسین پاک کو قتل کر کے بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے۔ اور اس پر اپنا غضب نازل کرے۔ اسنے

مجھے برباد کر دیا۔

اب ایک بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ یزید شروع میں بہت خوش ہوا۔ کہ اسنے امام پاک کو قتل کر دیا۔ مگر جب لوگوں میں اپنی بدنامی اور رسوائی کا احساس ہوا۔ تو مگر مچھ کے آنسو بہانے لگا۔ نہ کہ امام عالی مقام امام حسینؓ کے قتل پر شرمندہ ہوا؟

اسلئے کہ اگر وہ ندامت میں سچا ہوتا تو

☆ ان لوگوں کو سزائیں دیتا۔ مگر سزا تو دور کی بات کسی بدبخت کو معزول تک نہیں کیا۔

☆ کیا اسنے قصاص لیا؟

اور دوسری بات کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں شخصی لعنت نہیں کرنی چاہیے۔ تو ان یزید کے حمائتی لوگوں سے سوال ہے کہ تمہارے اپنے امام یزید نے ابن زیاد پر لعنت کی ہے۔ اور مروان نے یزید اور اسکے حواریوں پر لعنت کی ہے۔ اور شامیوں نے یزید پر لعنت کی ہے۔ اب کیا کہتے ہو؟ پھر اسنے خاندان نبوت کے ساتھ قدرے اچھائی (؟) سے پیش آیا۔ جسکے بارے میں حضرت سکینہ سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں:

فكانت سكينة تقول: ما رايت رجلا كافرا بالله خيرا من يزيد بن معاويه (تاریخ طبری۔ 341)

حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیھا نے فرمایا: کہ میں نے کسی کافر کو یزید سے بڑھ کر اچھا نہیں دیکھا:

ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ

لكنه مع هذا لم يظهر منه انكار قتله والا نتصار له والا خذ بثاره: كان هو الواجب عليه فصار اهل الحق يلو مونه على تر كه للواجب مضافا الى امور اخرى

قتل (امام حسین علیہ السلام) کے معاملے میں یزید نے اپنے انکار کا اظہار نہیں کیا۔ انکی برتری کے لئے اور نہ ہی خون (امام حسین علیہ السلام) کا بدلہ لیا۔ جو کہ اس پر واجب تھا ۔پس اہل حق نے یہ دیکھ کر اسکو مورد الزام ٹھہرانے لگے۔ کہ اسنے واجبات کو ترک کیا اور بعض دیگر امور کی وجہ سے۔

(مجموع الفتاوی ابن تیمیه ج3ص 410۔ 15ر 4 المحقق : عبدالرحمن بن محمد بن قاسم الناشر: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينه النبويه، المملكة العربية السعودية عام النشر 1416 ھ/1995ء)

اسی طرح (شرح فقہ 1 کبر ص 88) پر ہے۔

من تحليل الخمر ومن تفهه بعد قتل الحسين و الصحابه انى جا زيتم بما فعما لوا باشياخ وصناديدهم فى بدر وامثال ذالك ولعله وجه قال الامام احمد بتكفيره لما ثبت عنده نقل تقريره

کہ اس نے شراب کو حلال سمجھا اور حسین اور انکے ساتھیوں کے قتل کے وقت اس نے منہ سے نکالا (بکواس کیا) کہ میں نے حسین وغیرہ سے بدلہ لیا ہے جوانہوں نے میرے بزرگوں اور رئیسوں کے ساتھ بدر میں کیا تھا۔ ایسی اور باتیں ہیں یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل کی یزید کو کافر کہنے کی کہ انکے نزدیک اسی تقریر کی نقل ثابت ہوئی ہے۔

دعوت فکر؟

قرآن میں ارشاد ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا (سورۃ الاحزاب۔ آیت 57)

بے شک جو لوگ اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور انکے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نیز اللہ تعالی رشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (التوبہ۔61(2)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں انکے لئے دردناک عذاب ہے۔

اب قاعدہ کیا ہے

فان ترتب الحکم علی الوصف یشعر بعلیته له

کہ بے شک جب حکم کسی وصف پر لگتا ہے۔ تو وہ وصف اس حکم کے لئے علت کا درجہ رکھتا ہے۔

یعنی جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کی طرف سے ایذا دینا ثابت ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالی کی طرف سے ان پر لعنت دردناک عذاب کا ملنا ثابت ہو جائے گا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا وجہ ہوگا۔ لعنت اور عذاب کے نزول کا۔

1۔ مسلم شریف میں ہے۔ کہ

قال قال رسول اللہ ﷺ: انما فاطمة بضعة منی، یوء ذینی ما آذاھا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بے شک فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اسے اذیت دے وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔

تو کیا حضرت فاطمہ سلام اللہ علیھا کو اپنے جگر کے ٹکڑے امام حسین رضی اللہ عنہ اور انکے جگر پاروں کو شہید کرنے پر اذیت نہیں پہنچی ہو گی؟، یقینا پہنچی ہو گی۔ تو جب آپ رضی اللہ عنہا کو اذیت

پہنچی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچی۔ تو اب جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی اس نے یقیناً اللہ کو اذیت دی۔ جسنے اللہ کو اذیت دی اسکا ٹھکانہ جہنم اور اس پر اللہ کی لعنت۔

2۔ بخاری شریف کتاب الوضو میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے (یسار) کو جنھوں نے شہید کیا۔ انکے بارے میں حکم دیا گیا' کہ انکو قتل کر دیا جائے۔ تو کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چرواہے کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ نسبت ہے جو حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے ؟ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت ظاھری طور پر موجود ہوتے تو نہ جانے کیا حکم فرماتے۔

2۔ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال نظر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی علی و الحسن و الحسین و فاطمة علیھم السلام فقال انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم (فضائل صحابہ۔ امام احمد بن حنبل)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی، سیدنا حسن، سیدنا حسین اور سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ علیھم السلام کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا: میں ان سے لڑتا ہوں جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور ان سے صلح کرتا ہوں جو تم سے صلح کرتے ہیں۔

اسی طرح اسی کتاب کی حدیث نمبر 1359، 1376، 1378 میں جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

اب ذرا سوچیے کی جب یزید اور اسکے حواری حضرت امام حسین علیہ السلام سے لڑ رہے تھے۔ تو اس وقت وہ حقیقتاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ تو جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرے اسکا ٹھکانہ جنت ہوگا؟۔ یقیناً نہیں بلکہ جہنم ہوگا۔ اور وہ جب تلواریں مار رہے تھے تو یقیناً وہ محبت کی وجہ سے تو نہیں مار رہے تھے۔ بلکہ کمال درجے کے بغض کی وجہ سے۔ تو اوپر والی روایات کی روشنی میں جو امام حسین علیہ السلام سے بغض رکھے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتا ہے۔ تو جو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

بغض رکھے اسکا ٹھکانہ یقینا جہنم ہے۔

3۔قرآن میں ارشاد ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا تکلیف میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مومنوں پر کمال مہربان۔(سورۃ توبہ)

اب جب بندہ مومن کو کسی قسم کی تکلیف پہنچتی ہے وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو۔تو نبی پاک ﷺ (خیال رہے قرآن نے لفظ رسول کہا ہے۔مطلب جب تک آپ رسول ہیں۔آپ کب تک رسول ہیں؟ کہا آپ قیامت تک رسول ہیں ۔کہا پھر قیامت تک آپ کو یہ تکلیف پہنچتی رہی گی۔) کو اس بندہ مومن کی وہ تکلیف گراں گزرتی ہے۔جب عام مومنوں کا یہ حال ہے تو ذرا سوچئے جب اپنے بیٹوں کے حلقوں پر چھریاں چل رہی ہونگی اس وقت نبی پاک ﷺ کو پہنچنے والی اذیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ہے کوئی زبان جو اسکو بیان کر سکے؟ تو جس نے حبیب خدا ﷺ کو تکلیف پہنچائی اسکا ٹھکانہ جہنم اور اس پر اللہ کی لعنت۔

4۔عن زید بن ابی زیاد قال خرج رسول اللہ ﷺ من بیت عائشة فمر علی بیت فاطمة فسمع حسینا یبکی فقال: الم تعلمی ان بکائه یوء ذینی

حضرت زید بن ابی زیادؓ سے روایت ہے۔نبی پاک ﷺ ام المومنین حضرت عائیشہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا) کے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ (طیبہ طاہرہ سلام اللہ علیھا) کے دولت خانہ سے گزر ہوا، حضرت امام حسینؓ کے رونے کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: بیٹی!

کیا آپ کو معلوم نہیں! ان کا رونا مجھے ایذا (تکلیف) دیتا ہے:

(نور الابصار فی مناقب البیت النبی المختار، ص 139)

ذرا سوچیئے! کہ جب شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام عالی مقام امام حسینؓ کے اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ کے گھر میں رونے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا (تکلیف) پہنچتی تھی۔ تو جب یزیدی فوجی یزید کے حکم پر حضرت امام حسینؓ کے جسم اطہر پر تلواروں، برچھیوں، نیزوں سے وار کر رہے ہونگے اور آپ کے جسم پاک پر گھوڑے دوڑائے جا رہے ہونگے عین اس وقت دونوں جہان کے میر و مختار کو ایسی ایذا (تکلیف) پہنچی کہ آپ اپنے مزار پاک سے نکل کر کربلا کے بیابانوں میں پراگندہ حال (جبکہ خاک آپ کے بوسے لے رہی تھی) امام حسینؓ اور آپکے ساتھیوں کا خون جمع کرتے ہوئے دیکھے گئے (بروایت حضرت ام سلمہؓ)۔ اب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام حسینؓ کو شہید کرنے پر جو تکلیف پہنچی وہ تو بیان سے باہر ہے۔ تو پھر یقینا یزید اور اسکے مددگاروں پر اللہ کی لعنت اور دردناک عذاب ثابت ہو گیا۔

5۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت وحشی کو فرمایا:

فهل تستطيع ان تغيب وجهك عني

تو کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے غیب رکھ سکتے ہو۔ (بخاری رقم 689)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے صراحتاً لکھا ہے

امره النبی ﷺ ان يغيب وجهه عنه

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا تھا۔ کہ وہ اپنا چہرہ آپ سے پوشیدہ رکھا کرے۔ (الاصابۃ۔ ج 6 ص 470)

اب میرا یہ سوال ہے کہ:

کیا حضرت وحشی مسلمان نہیں تھے؟

کیاان پر"الاسلام یجب ماقبلہ"(اسلام اپنے ماقبل کومٹادیتا ہے)کااطلاق نہیں ہوتا؟
اور پھران سے سیدنا امیر حمزہؓ کاقتل حالت کفر میں ہوا۔لیکن اگر اسکے باوجود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکا چہرہ دیکھنا پسند نہیں فرمارہے۔وجہ؟؟ یقینا آپ کواپنے چچا کا غم تازہ ہوجاتا تھا۔اورآپ کوتکلیف پہنچتی تھی۔توذراسوچ کر بتائیے کہ یزید ملعون کے بارے میں۔تکلیف کی شدت کا جو عالم ہوگا اسکا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔؟

6۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المدینة حرم من کذا الی کذا لا یقطع شجرھا ولا یحدث فیھا حدث من احدث فیھا حدثا فعلیہ لعنة اللہ و الملئکة والناس اجمعین ۔ (بخاری۔فضائل مدینۃ۔رقم:1768)

مدینہ منورہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے۔اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اورنہ اس میں کوئی فتنہ بپا کیا جائے۔جوکوئی اس میں فتنے کا کام ایجاد کرے گا اس پر اللہ تعالی اسکے فرشتوں اورتمام انسانوں کی لعنت ہے۔

اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے درخت کوئی کاٹے توآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوتکلیف ہوتی ہے ۔توجب یزیدیوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑوں کے گلے کاٹے ہونگے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو تکلیف پہنچی ہوگی ۔اسکا کوئی اندازہ کرسکتا ہے۔جو پیار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوامام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہے وہ اپنے شہر کے درختوں کے ساتھ ہے۔؟اور پھراب ان لوگوں کوقیامت کوسامنے رکھتے ہوئے سوچنے کی دعوت فکر دیکھتا ہوں جوروزانہ مندرجہ ذیل حوالہ جات کواپنے حاضرین اور طلباء پر علمی دھاک بٹھانے کے لئے پیش کرتے ہیں۔کہ ذرااپنی سوچوں کے زاویوں کواس طرح بھی حرکت دے کے دیکھیں۔

1۔ملاعلی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ امام یوسف نے کہا کہ نبی

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو پسند فرمایا کرتے تھے۔اس پر ایک شخص نے کہا میں کدو پسند نہیں کرتا (نعوذ باللہ)۔تو امام یوسف نے کہا مرتد ہو گئے ہو۔(یعنی اسکی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔جس باپ کے گھر پیدا ہوا ہے۔وہ اگر مر جائے تو وراثت نہیں ملے گی۔)

یار کدو کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنا بھی پسند کرتے تھے۔مگر امام حسین رضی اللہ عنہ جتنا تو پسند نہیں کرتے تھے۔کدو کو ناپسند کرنے والا تو مرتد ہو جائے اور دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسوار کے سر انور کو نیزے پر چڑھانے والا مسلمان رہ جائے؟ یہ کونسا دین ہے؟

2۔جو شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کے ٹوٹے ہوئے تسمے کی بے ادبی کرے وہ کافر ہے۔تو جسکی باڈی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہے۔شبیہ رسول، شہسوار دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔انکی گستاخی کرنے والا انکو قتل کرنے والا کیسے مسلمان ہے؟

3۔عالم کو عویلم کہنے والا کافر۔تو کیا امام حسین علیہ السلام کو عالم بھی نہیں سمجھتے ہو؟

4۔جس شخص نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی مٹی کو برا کہا اسکو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے درے لگوائے۔سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کی مٹی کی بے ادبی کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔مگر امام حسین رضی اللہ عنہ (جو خود سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں) کا گستاخ اور قاتل جنتی ہو؟ ظلم کے ساتھ بھی ظلم نہیں ہے۔

۵۔بخاری میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ایک عورت کو بلی کو بھوکا اور پیاسا رکھنے کی وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا تو جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک گھرانے کو نہ صرف بھوکا اور پیاسا رکھا بلکہ شہید بھی کیا۔اسے واصل جہنم کیونکر نہ کیا جائے گا۔؟ اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے

6۔جب حضرت عباس (رضی اللہ تعالی عنہ) کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا۔تو ان کے رونے کی آواز نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔

(الصواعق المحرقہ۔451)

☆ جب امام حسین علیہ السلام اور آپکے خاندان والوں پر قیامت گزر رہی ہوگی کربلا میں اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی اذیت پہنچی ہوگی؟ اور پھر دل ہلا دینے والی، دل کے زخموں پر ماتم کرنے والی یزید کی گستاخانہ عبارت پڑھیے۔

قال ابو مخنف ،عن الھارث بن کعب ،عن فاطمة بنت علی ،قالت : لما اجلسنا بین یدی یزید بن معاویة رق لنا ،وامر لنا بشیء ،واالطفنا ، قالت : ثمو ان رجلاً من اھل الشام احمر قام الی یزید فقال :یا امیر المومنین ، ھب لی ھذہ ۔یعنینی ، و کنت جاریة وضیة ۔فارعدت وفرقت، وظننت ان ذالك جائز لھم ، واخذت بثیاب اختی زینب ،قالت: وکانت اختی زینب اکبر منی و اعقل، وکانت تعلم ان ذالك لایکون ، فقالت : کذبت قالت واللہ ولومت! ماذالك لك و لہ ، فغضب یزید، فقال : کذبت واللہ ، ان ذالك لی ، ولو شئت ان افعلہ لفعلت ، قالت : کلا واللہ ، ماجعل اللہ ذلك لك الا ان تخرج من ملتنا .... (تاریخ طبری)

ابومخنف نے حارث بن کعب سے بحوالہ فاطمہ بنت علی روایت کی ہے۔وہ بیان کرتی ہیں ۔جب ہمیں یزید کے سامنے بٹھایا گیا۔تو اہل شام میں ایک شخص نیلگون یزید کے پاس آیا۔اور کہنے لگا اے یزید یہ لڑکی (حضرت فاطمہ بنت علی) مجھے دے دو۔تو میں اسکی بات سے گھبرا کر کانپنے لگی۔پس میں نے اپنی بہن زینب کے کپڑوں کو پکڑلیا۔اوروہ مجھ سے بڑی اور زیادہ عقلمند تھیں۔وہ جانتی تھیں۔کہ یہ امر جائز نہیں ہے۔حضرت زینب آواز حیدری میں کہنے لگیں: خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے اور کمینگی کی ہے۔یہ پاک شہزادی تیرے لئے اور تیرے امیر (یزید) کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔یزید حضرت زینب کی بات سن کر غصے سے بے قابو ہوگیا۔اور بکنے لگا:

تم جھوٹ کہتی ہو۔ بخدا یہ میرے قبضے میں ہے اگر میں اسے شامی کو دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں۔ حضرت زینبؓ نے پورے جوش سے فرمایا: ہرگز نہیں۔ بخدا تمہیں ایسا کرنے کا اللہ تعالی نے ذرا حق نہیں دیا۔ بجز اسکے کہ تم اعلانیہ ہماری ملت سے نکل جاؤ۔ اور ہمارے دین اسلام کو چھوڑ کر اور دین قبول کرنے کا اعلان کردو۔ یزید اور بھی خفا ہوا اور کہنے لگا:

میرے سامنے تم یہ کہتی ہو۔ دین سے تیرا باپ (علیؓ) اور تیرا بھائی (حسینؓ) نکل چکا ہے۔ حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے بلا تامل جواب دیا: ''اللہ کے دین سے، میرے نانا کے دین سے، میرے باپ کے دین سے اور میرے بھائی کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔''

یزید چلایا: ''اے دشمن خدا تو جھوٹی ہے''

حضرت زینب سلام اللہ علیھا بولیں: تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے۔ ظلم سے گالیاں دیتا ہے۔ اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے۔ اب ایک بات تو یہ کہ جو لوگ اسکے بعد بھی کہتے ہیں کہ یزید نے خاندان نبوت کی بہت زیادہ عزت و تکریم کی۔ انکے لئے دل سے دعا گو ہیں کہ انکا حشر بھی یزید کے ساتھ ہو۔ اور دوسری بات حضرت زینب سلام اللہ علیھا نے اس شامی اور یزید کو کہا کہ یہ (پاک شہزادی) تمہارے لئے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت امام زین العابدین نے بھی فرمایا: کہ یہ خواتین اہل بیت تمہارے لئے جائز نہیں ہیں۔ (طبقات ابن سعد ج 5 ص 212)

فقہا نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح منعقد نہیں ہوتا:

امام عیسی بن امام زید شہید ابن امام زین العابدین نے ارشاد فرمایا: کہ غیر سید مرد کے لیے سید زادی ہم کفوء نہیں ہے اور غیر سید کا نکاح سید زادی سے جائز نہیں ہے۔

(مقاتل الطالبین ص 347)

اور فقہا نے تصریح کی ہے کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھو المختار للفتوی

(درمختار بمعہ ردالمختار ص56 ج3)

وروی الحسن عن ابی حنیفة عدم جوازہ ای عدم جواز النکاح من غیر کفوء وعلیه فتوی قاضی خان

(شرح وقایہ ج 2 ص 18) والمختار فی زماننا للفتوی روایة الحسن رحمه الله تعالی فتاوی قاضی خان ص335)

کہ غیر کفوء میں نکاح بالکل منعقد نہیں ہوتا اسی پر فتوی ہے۔ اگر غیر سید نے سید زادی کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ خواہ اسکا ولی راضی ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ خواجہ خواجگان رئیس المجد دین پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اپنے مشہور فتوی میں فرماتے ہیں:

پس نکاح مذکورہ یعنی غیر سید کا سید زادی کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اور تمام متون فقہ اس قسم کے نکاح کے عدم جواز پر متفق ہیں۔ کیونکہ یہ نکاح غیر کفوء میں ہے۔ جیسے کہ در مختار میں ہے۔ پس صورت مذکورہ میں یہ صحبت زنا ہوگی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ سید زادی کو اس غیر سید سے جدا کریں۔ (فتاوی مہریہ ص133)

اس مسئلے پر مزید تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بے حد مفید ہوگا ملفوظات امیر ملت (حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوریؒ)

حسب ونسب...... مفتی غلام رسول صاحب جماعتیؒ رسالہ محب النبی مسئلہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے نہیں ہوتا...... مولانا محب النبیؒ (شاگرد رشید خواجہ خواجگان رئیس المجد دین پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی) تحقیق الحق الظریف الجید فی عدم النکاح الشریفۃ السیدۃ بغیر الشریف السید...... علامہ محمد عبدالحی چشتی ابن شیخ الجامع حضرت علامہ غلام محمد گھوٹویؒ احقاق الحق والایضاح فی شرطیۃ الکفوللنکاح...... شیخ القرآن مفتی محمد عبدالشکور ہزارویؒ ابن شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی۔

نسب رسول ۔ حضرت علامہ سید یونس شاہ صاحب کاظمی قادریؒ وغیرہ

یزید پلید حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ کی نظر میں

سیدنا ومرشدنا امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور اپنے بے مثل یاران باوفا کی لاشوں کے درمیان اوجِ ثریا سے پرے کھڑے ہو کر جس جوانمردی، عکس امامِ الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جراتِ حیدر کرارؓ کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بے مثل خطبہ دیا۔ وہ بھی قیامت تک آپ کا ہی خاصہ رہے گا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یا ایھا الناس ان رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من رای سلطانا

جائراً مستحلاً لحرام الله ۔ناکثا لعهدالله مخالفالسنة رسول الله ﷺ یعمل فی عبادالله بالاثم والعدوان فلم یغیرها علیه بفعل ولا بقول کان حقا علی الله تعالی ان یدخله مدخله الا وان هولاء قد لزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمن واظهر والفساد وعطلوا الحدود و استاتروابالفئ واحلوا حرام الله وحرموا حلاله وانا احق من غیر ۔ (تاریخ طبری۔ ج6ص229۔تاریخ کامل ج4ص48)

اے لوگو! اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھتا ہے جو اللہ تعالی کے حرام کو حلال کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی کے عہد کو توڑنے والا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا برتاؤ کرتا ہے۔ پھر وہ دیکھنے والا اپنے عمل یا قول سے اسکو بدلنے کی کوشش نہیں کرتا۔ تو قیامت کے دن اس شخص کو بھی جہنم کے اس طبقہ میں داخل کیا جائے گا ۔جہاں وہ ظالم سلطان داخل ہوگا۔ اے لوگو کان کھول کر سن لو: انہوں نے (یزید اور اسکے حواریوں) نے شیطان اور اسکی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے رحمن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے۔ فساد برپا کردیا ہے حدودِ اسلام کو معطل کردیا ہے۔ فی کا مال خود ہڑپ کرجاتے ہیں اللہ تعالی کے حلال کو حرام اور اسکے حرام کو حلال کردیا ہے۔ مجھ پہ یہ لازم ہے کہ میں ایسے ظالم حکمران کے خلاف کھڑا ہوجاؤں۔ اور اس صورت حال کو بدلاؤں۔

اب ذرا ہوش کے ناخن لیجے اور بتایئے: کہ کیا کوئی ذی شعور شخص ایسے شخص کو اپنا امام یا امیر المومنین بنا سکتا ہے۔؟ اور پھر میدان کربلا میں حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے مندرجہ ذیل فخریہ اشعار پڑھ کر کیا ہی خوب اپنا تعارف کرایا:

أنا ابن علی الحبر من آلِ هاشم کفانی بهذا مفخرا حین افخر وجدی

رسول الله اکرم من مشی ونحن سراج الله فی الناس یز هِرو

فاطمة امی سلالة احمد وعمی یدعی ذا الجناحین جعفر وفینا
کتاب اللہ انزل صادقاً وفینا الھدیٰ والوحی والخیر

(الصواعق المحرقۃ۔ص464)

میں علیؓ کا بیٹا ہوں وہ علیؓ جو آل ہاشم کے بہت بڑے عالم ہیں اور اگر میں فخر کرنا چاہوں ۔تو میرے فخر کے لئے یہی کافی ہے اور میرے جدِ پاک رسول اللہؐ ہیں جو سب سے افضل ہیں اور ہم ہی لوگوں میں اللہ کے روشن چراغ ہیں اور فاطمہ میری والدہ ہیں جو رسول اللہؐ کی اولاد ہیں اور میرے ہی چچا ہیں جن کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے۔ اور وہ جعفر ہیں اور اللہ کی سچی کتاب ہم ہی میں نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت، وحی اور خیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

واقعہ کربلا

اور سرکار دو جہاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطلاعات و کیفیات:

اب امام جنت مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کا ذکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے صراحتاً ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ ان لوگوں کو ہدایت مل سکے جو یہ سمجھتے ہیں یہ ایک تاریخی واقع تھا۔ اور یاد رہے کہ یہ کوئی تاریخ کی کتابوں کی بات نہیں ہو رہی بلکہ احادیث مبارکہ پیش کرنے لگے ہیں۔

۱۔عن ام سلمه قالت كان جبرائیلؑ عند النبی ﷺ والحسین معی فبکی فترکته فدنا من النبی ﷺ فقال جبرائیل اتحبه یا محمد فقال نعم فقال ان امتك ستقتله وان شئت ارئیتك من تربة الارض التی یقتل بها فاراه ایاه فاذا الارض یقال لها کربلا۔

(فضائل صحابہ۔امام احمد بن حنبل۔رقم 1391۔المعجم الکبیر للطبرانی: 3/ 115_114)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیدنا جبرائیل علیہ السلام تھے۔اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میرے پاس رو رہے تھے۔میں نے چھوڑ دیا۔تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے۔سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ صل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اسکو قتل کرے گی۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں۔تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی دکھا دیتا ہوں۔جہاں یہ قتل ہونگے۔پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے وہ زمین دکھائی۔جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔

۲۔ وعن سلمی قالت دخلت علی ام سلمة وهی تبکی فقلت ما یبکیك قالت رایت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تعنی فی المنام وعلی راسه ولحیته التراب فقلت مالك یا رسول الله قال شهدت قتل الحسین انفا۔ (الترمذی)

حضرت سلمی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کہ حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئی کہ وہ رو رہی تھیں۔میں نے عرض کیا آپ کو کونسی چیز رلا رہی ہے؟ فرمایا: میں نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حال میں زیارت کی کہ آپ کے سر اقدس اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار تھا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا کیا حال ہے؟ فرمایا ہم ابھی حسین کی شہادت گاہ کو حاضر ہوئے تھے-اسی طرح ایک روایت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مٹی مجھے حسین کے قتل گاہ کی دی گئی ہے۔وہ میں تمہیں دیتا ہوں۔اس مٹی سے دکھ اور مصیبت کی بو آتی ہے۔اس کو سنبھال کر شیشی میں رکھ لو۔

وقال یا ام سلمة اذا تحولت هذه التربة دما فا علمی ان ابنی قد قتل۔ (المعجم الکبیر 108 رقم 2818/الخصائص الکبری۔للسیوطی۔ج2۔ص362)

اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا یہ بیٹا حسین کربلا میں شہید ہو گیا ہے۔

☆اس وجہ سے کربلا کی مٹی سیدہ ام سلمہؓ کو دی گئی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ واقعہ کربلا کے وقت صرف میری یہ زوجہ محترمہ حیات ہونگی۔

☆اسکی کیا وجہ ہے۔ کہ صرف وہی مٹی خون میں تبدیل ہوتی ہے۔ جو کربلا سے گئی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا ''تعلق'' بھی کوئی چیز ہے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ جب چلا تھا۔ تو آپ کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ (سورۃ یوسف: آیت 94)

آج اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا نہ کہو۔ تو میں کہوں گا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ خوشبو باقی خاندان والوں کو کیوں نہیں آئی تھی۔ پتہ چلا communication (اطلاع) کے لئے نسبت اور تعلق ایک ضروری چیز ہے۔ اسی بات کو میاں محمد بخش صاحبؒ نے نہایت ہی سنہرے الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے:

پیلا منڑ کا نیڑے کھڑیے لکھ اس نوں اُٹھ ملدے
لعلاں نال نہ چمڑن اُٹھ کے راز نیارے دل دے

اب جو مٹی نبی کے ہاتھ سے لگے تو مدینہ طیبہ میں ہو کر وہ اپنا ''رنگ بدل کر''، ''دردوالم'' کی خبر عراق کی دے رہی ہو۔ کہ وہاں کیا حادثہ پیش آ گیا ہے۔ تو جس کے ہاتھ لگے ہوں اسکی طرف سے غیب کی دی جانے والی خبریں کیوں تعجب خیز لگتی ہیں؟ اسکا غیب دان ہونا تعجب خیز کیوں لگتا ہے؟

اسی طرح حضرت انس بن حارثؓ روایت کرتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ان ابنی هذا یعنی الحسین یقتل بارض یقال لها کربلاء فمن شهد ذالك منکم فلینصره۔ (الخصائص الکبریٰ۔ از امام جلال الدین سیوطی۔ ج2۔ ص364)

میرا یہ بیٹا (حسین علیہ السلام) کربلا نامی جگہ میں قتل کیا جائے گا۔ تم میں سے جو کوئی اس

وقت موجود ہو۔ وہ ان کی مدد کرے چنانچہ حضرت انس بن حارث ؓ میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور وہاں شہید کئے گئے۔

۳۔ عن عبداللہ بن عباس قال رایت النبی ﷺ فیما یری النائم بنصف النہار قائل اشث اغبر بیدہ قارورۃ فیھا دم فقال بابی انت و امی یارسول اللہ ﷺ: ما ھذا قال: دم الحسین واصحابہ فلم ازل التقتہ منذ الیوم فاحصینا ذلک الیوم فوجدوہ قتل فی ذلک الیوم ۔ (فضائل صحابہ۔ امام احمد بن حنبل۔ 1381، 1389، 1396۔ المستدرک للحاکم: 3، 157)

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا: کہ دن کے وقت (جبکہ خاک آپکے بالوں کے بوسے لے رہی تھی۔) میں ایک بوتل اٹھائے ہوئے تھے۔ اس میں خون تھا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ کیا ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین اور انکے ساتھیوں کا خون ہے۔ تو میں ہمیشہ اس وقت سے آج تک اس دن کی تلاش میں رہا۔ راوی ء حدیث کہتے ہیں۔ کہ پھر ہم نے بھی (ابن عباس ؓ کے بتائے ہوئے) اس دن کو آج تک یاد رکھا۔ یہاں تک کہ ہم کو معلوم ہو گیا کہ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کو اسی دن شہید کیا گیا تھا۔

اب اوپر مذکورہ تینوں روایات سے مندرجہ ذیل باتوں کا پتہ چلا

a۔ حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمی کے بارے میں پہلے سے اطلات بہم پہنچائی جا چکی تھیں۔ کہ یہ واقع شہادت رونما ہوگا۔ (ناں کہ جو لوگ کہتے ہیں محض ایک حادثہ تھا؟)۔ اور پھر حضرت ابو بکر صدیق ؓ اس دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت مولا علی مشکل کشا علیہ السلام شہید ہوئے۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اطہر سے نکل کر تشریف نہیں لائے۔ مگر امام

حسین علیہ السلام اور آپکے اہل بیت کی شہادتیں ایسی تھیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اطہر سے نکل کر کربلا کے بیابان صحرا میں انکے خون کو اکھٹا کرتے ہوئے پائے گئے۔ یعنی آپ کو پہنچنے والی تکلیف کی شدت اتنی تھی کہ آپ وہاں آرام نہ کر فرما سکے۔

b۔ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا

c۔ جس جگہ شہید کیا جائے گا۔ اس جگہ کا تعین کر کے بتا دیا گیا۔ کہ وہ جگہ کربلا ہے

d۔ کربلا کی مٹی لاکر پیش کی گئی

e۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبیب خدا کو بکھرے ہوئے گرد آلود بالوں سے اپنی قبر شریف سے آکر شہزادہ رسولؐ و شہزادہ بتول سلام اللہ علیھا اور آپکے جانثاران پاک کے خون پاک کو اکھٹا کر کے بوتل میں بند کرنا۔ کیا اس طرح کا منظر اس طرح کی مثال کبھی پہلے بھی دیکھنے اور سننے میں آئی ہے؟ اصل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ خون بھی میرا ہے لہذا اُٹھاؤں گا بھی میں ہی۔ اور کل میدان حشر میں رب تعالی کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کا جب کیس رب کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو میں یہ خون بطور evidence کے پیش کروں گا۔ کیونکہ شرعی ضابطہ ہے: کہ جن مظالم کا اس دنیا میں فیصلہ نہیں ہوا یا غلط ہوا ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالی ان مظالم کا فیصلہ خود فرمائے گا۔ اب قیامت والے دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات اللہ تعالی کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کا مقدمہ خود دائر فرمائیں گے۔ اور باپ ہونے کے ناطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اسکے مدعی ہونگے۔

کیا اس کے بعد بھی کوئی ذی شعور یزید کو اپنا راہنما بنائے گا؟ اسکو رحمۃ اللہ کہے گا؟ اسکی حمایت میں تقریریں کرے گا؟ کتابیں لکھے گا۔؟

f۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کو بھی امام پاک کی شہادت عظمی سے باخبر رکھا۔

g۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ وہ شخص یزید ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔

(امام ابن حجر مکی نے اس سلسلے کی مزید ایک روایت ''الصواعق المحرقہ'' میں ذکر فرمائی ہے:

عن ابی الدردا رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیة یقال له یزید

حضرت ابوالدرداؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: سب سے پہلے جو میری سنت کو بدلے گا۔ وہ بنوامیہ کا ایک شخص ہوگا۔ جس کو یزید کہا جائے گا۔

(اسکوابن کثیر نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت سے نقل کیا)

۴۔اب اگلی روایت بھی بیان کرتا ہوں اور اس پر اپنے مرشد پاک قبلہ حضور مفکر اسلام ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب کا نہایت علمی وتدقیقی تبصرہ بھی پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ ارشادفرماتے ہیں۔ کہ

حضرت امام حاکم (متوفی 405ھ) اور امام بیہقی (متوفی 458ھ)۔ یہ دونوں استادشاگردہیں۔ اور نیشاپور کے علاقے کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت ام الفضل بنت الحارث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی چچی۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی والدہ ماجدہ ،حضرت عباسؓ کی اہلیہ محترمہ۔

عن ام الفضل بنت الحارث قالت دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما بالحسین فوضعته فی حجره ثم حانت من التفاتة فاذعینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تهریقان من الدموع فقال اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی هذا واتانی بتربة من تربة حمراء

(خصائص کبری۔ از امام جلال الدین سیوطی۔ دلائل النبوۃ۔ از امام بیہقی، مستدرک للحاکم)

انہوں نے روایت کی ہے کہ (دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما بالحسین) کہ ایک دن امام جنت مقام امام حسین علیہ السلام کو لے کے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور (فوضعتہ فی حجرہ) میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔

کتنی خوش نصیب خاتون ہے کہ جزو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اپنے گھر میں چلتی ہے۔اور اسکو لے کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں چھوڑتی ہے۔ایک مرتبہ اپنی گود میں لے کر لطف لینا۔ایک مرتبہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں چھوڑ کر لطف لینا۔بڑے خوش بخت اور انتہائی سعادت مند انسان کی علامت ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ جوں ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں امام حسین علیہ السلام کو چھوڑا۔تو کیا دیکھتی ہوں کہ ثم حانت من التفاتۃ (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی) فاذ عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھریقان من الدموع (نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے)۔

اور کسی کی آنکھیں ہوتیں،میری اور آپ کی آنکھیں ہوتیں اسکی قیمت اور ہے۔لیکن یہ وہ آنکھیں ہیں۔جو ایک مرتبہ آسمان کی طرف آٹھ جائیں۔تو قبلے کا رخ بدل کے رکھ دیں۔اور گرمئ قیامت میں جب انکا ایک آنسو ٹپک جائے۔تو ایک ایسی ہلچل مچ جائے کہ دنیا دیکھ کر حیران ہو جائے۔کہ ایک آنسو ٹپکنے پر وہ انسانوں کی بخشش کا پرمٹ (اجازت نامہ) مل جائے۔اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں سجدے میں سر رکھ کر روؤں گا تو رب فرمائے گا۔(اشفع تشفع) تم میرے سامنے شفاعت کرو میں تمہاری شفاعت کو قبول فرماؤں گا۔اعلحضرت نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

یہ وہی آنکھیں ہیں۔ جو آج حسینؓ کے لئے رو رہی ہیں۔

حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو میں حیراں ہوئی۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آنسوؤں کا جواب دینا چاہا۔ فرمایا:

فقال اتانی جبریل فاخبرنی ان امتی ستقتل ابنی ھذا (جبرائیل امین نے مجھے آکر کے یہ اطلاع بہم پہنچائی ہے۔ کہ میرے اس بیٹے کو کربلا کے میدان میں شہید کیا جائے گا) واتانی بتربۃ من تربۃ حمراء (اور جبرائیل امین نے اس سرزمین کی مٹی لا کے میری بارگاہ میں پیش کی ہے۔)

قیامت کی عدالت انصاف کے نقشہ موقع واردات کی تفصیلات جو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے؛

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝٤ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝٥ (الزلزلہ۔5۔4)

قیامت کی گرمی میں نقشہ موقع واردات خود بول کر کہے گا۔ کہ اس آدمی نے یہ یہ کام مجھ پر اس تفصیل سے کیا ہے۔ مگر یہ ایک اصول ہے۔

کہ جوں جوں کسی جرم کی شدت بڑھتی جائے توں توں اسکی سزا کی شدت بڑھتی جاتی ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ میں کھیلنے والے کے خلاف جو کئے جانے والے اقدامات ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں انکی سنگینیت انتہا کو پہنچتی ہے۔ اس لئے پروردگار عالم نے نقشہ موقع واردات کے سلسلے میں اصل زمین کے بولنے کو کافی نہ جانا۔ بلکہ پروردگار عالم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس سرزمین کی مٹی کو پیش کیا۔ کہ اے پیارے یہ اپنے پاس رکھ لو۔ تو اب یہ سمجھنے کے لئے کہ واقعہ شہادت انتہائی سنگین تھا۔ جسکی پہلے ہی اطلاعات بہم پہنچائی گئیں۔ اور حضرت جبرائیل امین جو آسمانوں کا چیف منسٹر ہے خاص طور پر یہ اطلاع لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا۔ اس میں اب کسی کی یہ

حاجت رہ جاتی ہے کہ کوئی واعظ اپنی طرف سے کوئی واقعات گھڑ کر اس داستان کو خوبصورت بنائے۔

سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں کھیلنے والے کی شہادت گاہ کی مٹی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہونا اور ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ عنہا کو گواہ بنانا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کو اس معاملے کی ذمہ داری سپرد کرنا۔ یہ اس معاملے کی اہمیت کی بڑی شہادت ہے۔

امام پاک کی شہادت اور علم حضرت مولا مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم

امام ابونعیم نے یحی حضرمی سے روایت کی ہے کہ سفر صفین میں حضرت مولا علی مشکل کشا علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جب ہم نینوی کے قریب پہنچے۔ (جہاں سیدنا یونس علیہ السلام کا مزار پاک ہے)۔ تو آپ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔ بعد ازاں آپ اس مقام پر آئے۔ جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزار پاک کربلا معلّٰی میں ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ روئے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس مقام پر کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

فقال ھھنا مناخ رکابھم وموضع رحالھم ومھراق دمائھم فئة من آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقتلون بھذہ العرصة تبکی علیھم السماء والارض۔ (مستدرک۔ امام حاکم)

یہاں شہیدوں کی سواریاں باندھی جائیں گی۔ اور یہاں پر خیمے نصب ہونگے۔ اور یہاں پر خون بہائے جائیں گے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے ہی خون یہاں پر ہونگے۔ اور ان پر زمین و آسمان روئیں گے۔

(اسی روایت کو حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اصبغ بن نباتہ نے بھی بیان کیا ہے)

نیز امام حاکم نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق اس میں کوئی شق نہیں رہا ۔اور اہل بیت بالاتفاق جانتے تھے۔ کہ امام حسین کربلا میں شہید ہونگے۔

قارئین: اب ان روایات سے ہٹ کر میں ایک اور زاویہ فکر سے آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ کہ جب نبی پاک صاحب لولاک نور خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کی خبریں دیں۔ تو اسکو تو تمام لوگ آج تک تسلیم کرتے ہیں اور انکی مظلومی کے واقعات بھی بہت اچھے طریقے سے بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا (اور یقینا کرنا بھی نہیں چاہیے)۔ مگر جونہی راکب دوشِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی بات شروع ہی کرو تو طرح طرح کی اعتراضات کی کتابیں کھول لی جاتی ہیں۔ یار جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں شہادت کی خبریں سچی ہیں اسی طرح سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے شاہسوار کی شہادت کے بارے میں بھی خبریں ایسی سچی اور پکی ہیں۔ کہ انکے بچپن ہی میں انکی شہادت کی خبریں دے دی گئی تھیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام شہادت کو اپنی دعا سے ٹالنے کی قوت رکھتے تھے

اس بات کا جواب دینے سے پہلے دو مثالیں پیش کرتا ہوں۔ تا کہ ان ذہنوں اور قلوب کو سمجھنے میں آسانی ہو جو محض اہل بیت کا نام ہی آنے پر قیامت آنے سے پہلے قیامت برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسکے لئے عرض ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندگان خاص کا ذکر فرمایا۔ کہ اگر وہ کسی معاملے میں رب تعالی کی بارگاہ میں قسم کھالیں تو اللہ تعالی کی ذات انکی قسم کو ضرور پورا فرماتے ہیں۔ اور ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایک پہلوان صحابی براء بن مالک ؓ (حضرت انس بن مالک ؓ کے سگے بھائی ہیں) کا ذکر خیر بھی فرمایا: چنانچہ

وعن انس قال قال رسول الله ﷺ کم من اشعث اغبر ذی طمرین مدفوع بالابواب لو اقسم علی الله لا بره منهم البرآء بن مالك

(رواہ الترمذی والبیھقی فی دلائل النبوۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بہت الجھے ہوئے اور غبار آلود بالوں والے، پرانے کپڑوں والے جن کی پرواہ نہیں کی جاتی ایسے ہیں کہ اگر قسم کھا کر اللہ کی بارگاہ میں کچھ عرض کریں۔تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے گا۔ان میں سے براء بن مالک ہیں۔اسی طرح ایک اور روایت شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں نقل کی ہے۔ملاحظہ فرمائیں

عن عروۃ بن زبیر ان سعید بن زید بن عمرو بن نفیل خاصمته اروی بنت اوس الی مروان بن الحکم وادعت انه اخذ شیئا من ارضھا فقال سعید :انا کنت اخذ من ارضھا شیأ بعد الذی سمعت من رسول الله ﷺ قال ما ذا سمعت من رسول الله ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من اخذ شبرا من الارض ظلماً طوقه الله الی سبع ارضین فقال له مروان لا اسئلك بینة بعد ھذا فقال سعید : اللھم ان کانت کاذبة فاعم بصرھا واقتلھا فی ارضھا قال فما ماتت حتی ذھب بصرھا وبینھا ھی تمشی فی ارضھا اذوقعت فی حضرۃ فماتت متفق علیه وفی روایة لمسلم عن محمد بن زید بن عبدالله بن عمر بمعناہ وانه راھا عمیاء تلتمس الجدر تقول اصابتنی دعوۃ سعید وانھا مرت علی بئر فی الدار التی خاصمته فیھا فوقعت فیھا فکانت قبرھا

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ سعید ابن زید ابن عمرو بن نفیل

(حضرت عمر فاروقؓ کی ہمشیرہ فاطمہ کے شوہر ہیں) سے اروی بنت اوس نے مروان بن حکم کی کچہری میں مقدمہ کیا اور دعوی کیا کہ انہوں نے اسکی زمین کا ایک حصہ لے لیا ہے ۔تو سعید نے کہا کہ کیا میں اسکی زمین کا کچھ حصہ لے سکتا ہوں ۔اسکے بعد کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن چکا ہوں ۔مروان نے کہا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی کی بالشت زمین ظلماً لے لے تو سات زمین تک کی زمین اسکے گلے میں بطور طوق ڈال دی جائے گی ۔ان سے مروان نے کہا کہ اسکے بعد میں تم سے کوئی دلیل نہیں مانگتا ۔تو سعید نے کہا: اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہو تو اسکی آنکھیں اندھی کر دے اور اسے اسکی زمین میں مار دے ۔راوی نے کہا کہ وہ نہ مری حتی کہ اسکی آنکھیں جاتی رہیں اور جب وہ اپنی زمین میں چل رہی تھی ۔کہ وہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی ۔(مسلم و بخاری)

اور مسلم کی روایت میں محمد ابن زید ابن عبداللہ ابن عمرو سے اسکے معنی مروی ہیں کہ انہوں نے اسے اندھا دیکھا ۔جو دیواریں ٹٹولتی تھی ۔اور کہتی تھی کہ مجھے سعید کی بد دعا لگ گئی ۔اور وہ اس کنوئیں پر گزری ۔جو اس گھر میں تھا جسکے بارے میں اس نے سعید سے جھگڑا کیا تھا ۔تو وہ اس میں گر گئی تھی ۔اور وہی اس کی قبر بن گئی ۔

ذرا سوچئے کہ جس بارگاہ کے غلامان خاص کی یہ کیفیت ہو کہ انکی قسم کو رب تعالی پورا فرماتا ہے ۔اور انکی دعاؤں سے لوگ اندھے ہو جاتے ہوں ۔تو پھر راکب دوش مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے نکلی ہوئی باتوں کا کیا کہنا ۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک کو چوسنے والے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا کیا کہنا ۔اگر امام پاک کی زبان سے رب کی بارگاہ میں کچھ عرض کر دیا جاتا تو وہ کیونکر نہ پورا کیا جاتا ۔اگر آپ نہر فرات کے پانی کو حکم فرما دیتے تو پانی کی مجال تھی جو وہ پھر فرات میں ٹھہرا رہتا ۔یزیدیوں کی کیا مجال تھی کہ وہ وہاں سے سلامت بچ کر نکل جاتے ۔اب سوال اٹھتا ہے کہ پھر امام پاک نے اپنی شہادت کو ٹالنے کی، مشکلات کو دور کرنے کی دعا کیوں

نہیں مانگی۔ اسکا جواب میاں محمد بخشؒ نے دیا ہے۔

ہوندی قوت زور نہ لایا بیٹھے من رضائیں
دنیا اتوں پیاسے چلے دین دنی دے سائیں

☆اسی طرح آپ کے والدین ماجدین نے آپکی شہادت کے ٹالنے کی دعا کیوں نہیں مانگی؟ اور سب سے بڑھ کر جن کی نگاہوں کے اشارے سے قبلے بدل گئے۔ امام پاک کے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپکی شہادت کے ٹالنے کی دعا کیوں نہیں مانگی؟ کہااس میں راز یہ ہے کہ گھر والے بچوں کے امتحانات کوٹالنے کی دعانہیں مانگا کرتے۔ بلکہ وہ امتحانات میں اپنے بچوں کے اعلی گریڈ میں پاس ہونے کی دعامانگا کرتے ہیں۔

کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر غیر معمولی واقعات کارونما ہونا کوئی اچنبھے کی بات ہے؟

حضرت شاہ عبدالحق محدث دھلویؒ نے اشعۃ اللمعات ،ج ۷:ص ۳۴۵ میں نقل کیا ہے۔

وعن جابر قال سمعت النبی ﷺ یقول اھتزا العرش لموت سعد بن معاذ وفی روایۃ اھتزعرش الرحمن بموت سعد بن معاذ (متفق علیہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ سعد بن معاذ کی وفات کے سبب عرش حرکت میں آگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ کی وفات کے سبب رحمن کا عرش حرکت میں آگیا۔

اور ایک روایت میں انکے جنازے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وعن انس قال لما حملت جنازۃ سعد بن معاذ قال المنافقون ما اخف جنازتہ وذالک لحکمہ فی بنی قریظۃ فبلغ ذالک النبی ﷺ

فقال ان الملئکة کانت تحمله ۔(رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو منافقین نے کہا: کہ ان کا جنازہ کتنا ہلکا ہے؟ اور یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے بنوقریظہ کے بارے میں حکم کیا تھا۔ یہ بات سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچی۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک فرشتے انھیں اٹھائے ہوئے تھے۔

☆ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن پر اپنی جان سرکار دو جہاں کی موجودگی میں قربان کرنے پر فرشتے انکے جنازوں کو اٹھاتے ہیں اور رب تعالی کا عرش حرکت میں آجاتا ہے۔ تو اس امام عالی مقام دوش مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہسوار کی شہادت پاک پر ہونے والے واقعات کا کیا کہنا جس نے تن تنہا اپنے گھر والوں کو اپنے سامنے قربان ہوتے دیکھا اور اپنے شیر خواروں کو دفن کرنے کے بعد اس بہادری (کہ خود بہادری بھی امام عالی مقام کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئی ہوگی کہ بہادری تو مجھے کہتے تھے۔ مگر یہ جو آپ نے کر دیکھایا ہے یہ کیا ہے) اور دیدہ دلیری سے لڑے کہ عالمین میں اس کی مثال ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابونعیم اور امام بیھقی نے بصرہ ازویہ سے روایت کی ہے۔ کہ جس روز شہزادہ بتول ، شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوئے۔

مطر السماء دما فاصبحنا وحبابنا وجرارنا وکل شئی لنا ملاء دما۔ آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے پڑے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج : 2،ص 354) اور امام زہری سے روایت ہے کہ جس روز شہزادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوئے۔ لم یقلب حجر من احجار بیت المقدس الا وجد تحته دم عبیط۔ تو بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا۔ اسکے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔ اور ام حبان سے روایت ہے کہ جس روز امام پاک شہید ہوئے۔ اظلمت علینا ثلاثا۔ تین دن تک اندھیرا ہو گیا اور

مکمل اندھیرا ہوا۔ایسا لگا کہ قیامت آجائے اور جس شخص نے بھی منہ پر زعفران ملا اسکا منہ جل گیا۔ابونعیم نے سفیان سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ جس روز امام پاک علیہ السلام شہید ہوئے اس دن میں نے دیکھا کہ رس (کسم) عادر مادا ولقد رایت اللحم کان فیہ النار ۔راکھ ہوگیا۔اور گوشت گویا آگ ہوگیا۔بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کی ہے کہ یزید کے لشکریوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اسکو پکایا تو وہ کڑوا ہوگیا۔جیسے اندرائن اور وہ اسے نہ کھا سکے ۔فنحروھا وطبخوحا فعادت مثل العلم ۔

بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کیا ہے۔کہ میں نے اپنی دادی سے سنا کہ وہ کہتی ہیں کہ شہادت امام پاک علیہ السلام کے زمانے میں میں جوان تھی تو میں نے دیکھا کہ فکانت السماء ایاماتبکی لہ۔ چندروز آسمان رویا۔یعنی آسمان سے خون برسا۔بعض نے لکھا ہے کہ سات روز آسمان سے خون برسا۔اور اسکے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہوگئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا۔اسکی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہیں گئی ۔دن دھاڑے تارے نمودار ہوگئے۔سورج کو گہن لگ گیا۔تین دن تک اندھیرا چھایا رہا۔خون کی بارش ہوئی۔وحبط علی قبر الحسین بن علی لما اصیب سبعون الف ملک یبکون علیہ الی یوم القیمۃ۔ جب امام پاک علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔تو اللہ تعالی نے ستر ہزار فرشتے نازل فرمائے۔جو قیامت تک سیدنا امام عالی مقام کی قبر انور پر روتے رہیں گے۔

حضور کے معجزے کا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دینا:

ربیع الابرار میں ہند بنت حارث سے مروی ہے۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خالہ ام معبد عاتکہؓ کے خیمے میں جلوہ افروز ہوئے ۔وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا اور کلی عوسجہ نامی خاردار جھاڑی پر پھینکی۔جب صبح اسے دیکھا گیا۔تو وہ ایک پھل دار درخت

بن چکا تھا۔زعفرانی پھل اور عنبر جیسی خوشبو ماحول کو مہکا رہی تھی۔اس درخت کے پھل کو جو کوئی بیمار کھاتا۔صحت پاتا۔پیاسا سیراب ہو جاتا۔بکری یا اونٹنی وغیرہ کھائے تو اسکا دودھ بڑھ جاتا۔چنانچہ ہم لوگوں نے اس درخت کا نام "مبارک" رکھ دیا۔ایک دن صبح کو دیکھا گیا۔تو اسکے پتے جھڑ چکے ہیں۔اور پھل چھوٹے ہو گئے ہیں۔ہم پریشان ہو گئے۔یہاں تک کہ خبر آئی۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دار بقاء کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔تیس سال بعد وہ درخت نیچے سے اوپر تک خاردار بن گیا۔اسکا حسن اور شادابی جاتی رہی۔پھر خبر آئی کہ حضرت علی مرتضےؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔اسکے بعد اسے کبھی پھل نہ لگے۔جس سے ہم برابر مستفید ہوتے آرہے تھے۔یہاں تک کہ ایک صبح کو اس کی جڑ سے خون جوش زن ہوا۔اور اسکے پتے گر گئے۔ہم اسی طرح پریشان ہوئے۔کہ خبر آئی۔حضرت امام حسین علیہ السلام معہ اپنے رفقاء شہید کر دیئے گئے ہیں۔

(نزہت المجالس۔للامام عبدالرحمن بن عبدالسلام صفوریؒ۔ج2ص543)

امام حسینؓ کے قاتلوں اور گستاخوں سے خدائی انتقام:

امام حاکم نے کئی سندوں سے ابو نعیم سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جبریل نے بتلایا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: میں نے یحیٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار قتل کئے اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں بھی دو مرتبہ ستر ہزار قتل کروں گا۔

(حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، ذھبی نے تصحیح میں موافقت کی ہے۔اور کہا ہے۔کہ یہ روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔(الصواعق المحرقۃ:200)

(الصواعق المحرقۃ:199۔۔تفسیر درمنثور۔سورۃ مریم)

☆یعنی اللہ تعالی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے خون کو پیغمبر کے خون کی حرمت عطا فرمائی۔اس لئے کہ اپنے عہد میں آپ ہی امام الانبیاء نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے وارث، بیٹے

اور شبیہ تھے، اس روایت سے امام حسین علیہ السلام کی عظمت شان بھی خوب واضح ہوتی ہے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں: جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک ہوئے۔ وہ سب دنیا میں ہی خدائی انتقام کی لپیٹ میں آئے۔ ان میں سے کچھ قتل ہوئے، کچھ بینائی سے محروم ہوئے، کچھ کے چہرے سیاہ ہو گئے اور کچھ تھوڑی ہی مدت میں اقتدار سے ہاتھ دھو بیٹھے ابن کثیر کہتے ہیں: قاتلین حسینؓ سے خدائی انتقام کے بارے میں جو روایات وارد ہوئی ہیں۔ وہ اکثر صحیح ہیں۔ جو جو لوگ اس قتل ناحق میں شریک رہے۔ ان میں سے شاید ہی کوئی دنیاوی زندگی میں آفت اور مصیبت سے بچا ہو۔ ان میں سے ہر شخص دنیا میں ہی کسی خوفناک مرض میں ضرور مبتلا ہوا۔ اور اکثر تو پاگل ہو گئے۔

(الصوعق المحرقہ:195)

گستاخِ اہل بیت کی پیاس نہیں بجھتی

امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین دن پہلے آپؓ اور آپ کے اصحاب پر پانی بند کرنے کا حکم جاری ہوا

عبداللہ بن ابی ازدی آیا اور بڑی سرمستی سے امام حسینؓ سے کہا:

حسینؓ! دیکھتے ہو پانی ہے گویا اسط آسمانی ہے۔ واللہ! اس سے ایک قطرہ بھی نہیں چکھے گا۔ حتی کہ پیاسا مرے گا۔ اس پر امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! اسے پیاسا مار اور اسے کبھی نہ بخشا حمید بن مسلم کا بیان ہے۔ کہ اس واقعے کے بعد وہ بیمار پڑھ گیا۔ میں عیادت کے لئے گیا۔ قسم ہے اس اللہ کی جسکے سوا کوئی الہ نہیں، میں نے اسے دیکھا کہ پانی پیئے جاتا تھا، پیئے جاتا تھا، پیئے جاتا تھا، پھر قے کر دیتا تھا۔ پھر پینے لگتا تھا۔ پیٹ بھر جاتا تھا، لیکن پیاس نہیں بجھتی تھی۔ یہی اسکا حال رہا۔ یہاں تک

کہ اسکی جان نکل گئی۔ (تاریخ طبری:5/412)

☆ ستم بالائے ستم ہے۔ کہ جس نبی پاک رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اسی کی امت نے اسی کی اولاد پر قتل سے پہلے پانی بند کر دیا!

دشمن اہل بیت کی شکل خنزیر جیسی ہوگئی:

منصور کا بیان ہے کہ میں نے شام میں ایک شخص دیکھا۔ جسکی شکل خنزیر جیسی تھی۔ میں نے پوچھا تو اس نے بتایا۔ کہ میں روزانہ ہزار مرتبہ علیؓ پر لعنت بھجتا تھا۔ اور ہر جمعہ کو ان پر اور انکی اولاد پر کئی ہزار پرتبہ لعنت دھراتا تھا۔ میں نے خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا...... پھر طویل خواب ذکر کیا...... اسکے ذیل میں بتایا۔ کہ امام حسنؓ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عرش پناہ میں میری شکائت کی۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر لعنت کی اور میرے چہرے پر تھوک دیا۔ تھوک گرتے ہی میری شکل خنزیر جیسی ہوگئی اور لوگوں کے لئے نشان عبرت بن گئی ہے۔

(الصواعق المحرقہ:196)

☆ یعنی جس منہ اور زبان سے تو علیؓ اور اولاد علیؓ پر بھونکتا تھا۔ اب نہ وہ منہ انسانوں والا رہے گا۔ اور نہ زبان۔ اور لعنت کا طوق پہلے گلے میں ڈالا پھر شکل بھی اس گھٹیا جانور کی طرح ہوگئی۔ جو جانوروں میں بیغیرت ترین جانور ہے۔

دشمن اہل بیت کوڑھی ہوگیا:

شہادت کے بعد 'بحر بن کعب' نے امام حسین علیہ السلام کا لباس اتار لیا اور جسم مبارک برہنہ کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ...... پھر دیکھنے والوں نے دیکھا۔ کہ بحر بن کعب کے دونوں ہاتھوں سے موسم سرما میں گندا پانی

رستا رہتا تھا۔اور موسم گرما میں دونوں ہاتھ یوں سوکھ جاتے تھے۔ گویا لکڑیاں ہیں۔

(تاریخ طبری:5/451)

☆اب بھی کسی کو شک رہ گیا ہے کہ ان یزیدیوں کے دل بغضِ اہل بیت سے کس طرح لبریز تھے۔اب بھی کوئی اسے محض حادثہ قرار دے گا؟

امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمی پر آنسوؤں کے نذرانے پیش کرنا:

ایک حقیقت کو بہت اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ کہ رونے اور پیٹنے میں بہت فرق ہے۔بعض لوگ سمجھتے ہیں اور بعض ڈراتے ہیں کہ رونے سے ثواب یا صبر جاتا رہتا ہے۔یہ سرا سر غلط ہے۔اور پیٹنا واقعی جائز نہیں۔

امام پاک علیہ السلام کے غم میں نکلے ہوئے آنسو تو سرمایہ حیات ہیں،روز قیامت گوہر نایاب ہیں۔عاشق کے لئے تو ضروری ہے کہ جب جب آپ کے غم کا خیال آئے اسکی آنکھیں چھلک چھلک جائیں۔اور کسی کے لئے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو زندگی میں ایک دفعہ۔کیوں؟ اس لئے کہ جب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو تو کہہ سکے کہ زندگی میں اور تو کچھ نہیں بن پایا مگر آپ کے نواسے کے غم میں ضرور شریک ہوا تھا۔

قرآن پاک میں ہے

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا (ہنسو کم اور روؤ زیادہ)

آیئے اب ذرا جائزہ لیتے ہیں کہ اپنے کسی محبوب کے غم میں رونا پہلے بھی پایا گیا ہے۔تو اسکے لئے عرض ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال پر روئے۔اور امام پاک علیہ السلام کے غم میں آپکے بچپنے میں روئے۔(جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام پاک کے شہید ہونے کی خبر دی گئی) اور

پھر جس دن امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے اس دن کا احوال بھی اوپر گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزری۔ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے وصال والے سال کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غم کا سال قرار دیا۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔ میرے رونے اور غم کی شکائت اللہ تعالی سے ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار تھا۔ کثرت نوحہ وگریہ سے آپ کا لقب ”نوح“ مشہور ہو گیا۔ حضرت داود علیہ السلام کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ اسی طرح شہزادہ رسول جگر گوشہ بتول حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے جانثاران باوفا کے ذکر پاک میں رونا بھی باعث برکت اور عنایت باری تعالی ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی سے پوچھا گیا۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایام محرم الحرام میں شہادت نامہ کا پڑھنا مجمع عام میں اور حالاتِ سید الشہداء بیان کرنا جائیز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب: فی الحقیقت واقعہ جناب سید الشہداء امام حسین علیہ السلام اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین وآسمان، حور وملک وجن وانس، جمادات، نباتات وحیوانات روئیں تو بھی تھوڑا ہے۔ مگر خیال کرنا ہے کہ پیٹنا انکے ساتھ عداوت ہے۔ شاہ عبدالعزیز ہر سال محفل شہادتِ امام حسین علیہ السلام منعقد کرتے اور شہادت کا بیان ختم فرما کر سلام پڑھتے۔

(فتاوی عزیزیہ)

جنوں کا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر رونا:

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے۔ کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آج تک کبھی جنوں کو نوحہ

کرتے یا روتے ہوئے سنا نہ دیکھا۔ مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسینؓ شہید ہو گیا۔ میں نے لونڈی کو باہر بھیجا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؓ شہید کر دیئے گئے۔ جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے ہیں:

الا یا عین فابتھلی بجھد

ومن یبکی علی الشھداء بعدی

رو سکے تو جتنا رو لے اے چشم کون روئے گا پھر شہیدوں کو۔

علی رھط تقودھم المنایا

الی متجبر فی ملك عھدی

پاس ظالم کے کھینچ کرلائی موت ان بیکسوں غریبوں کو (صواعق محرقہ)

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں

قالت سمعت الجن یبکین علی حسین قال وقالت ان سلمة سمعت الجن تنوح علی الحسین رضی اللہ عنه

(فضائل الصحابۃ۔ امام احمد بن حنبل۔ حدیث 1373)

سیدہ ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں۔ کہ میں نے جنوں کو سنا کہ وہ سیدنا امام حسینؓ پر رو رہے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی یاد میں رونا:

عن طاوس قال: ما رایت رجلا اشد تعظیما لمحارم اللہ منه ولو اشاء ان ابکی اذا ذکرته لبکیت۔ (فضائل الصحابۃ۔ امام احمد۔ حدیث 1838۔1839)

امام طاؤس (جنہوں نے 50۔70 صحابہ کی مجلس کی ہے) نے فرمایا: اللہ کی قسم: میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بڑھ کر اللہ تعالی کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اگر میں انکی یاد میں رونا چاہوں تو رو لوں۔

☆ اگر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی یاد میں رونا جائز ہے۔ تو امام حسینؓ کی یاد

میں رونا کیسے ناجائز ہو گیا؟

قافلہ مدینہ پہنچنے پر دختر حضرت عقیلؓ بن ابی طالب کا شاندار تجزیہ:

جب یہ قافلہ (یعنی قافلہ اہل بیت) مدینہ پہنچا تو بنو عبد المطلب کی ایک خاتون یعنی دختر حضرت عقیل بن ابی طالبؓ ان کے سامنے آئی۔ وہ روتی تھی اور یہ شعر پڑھتی تھی:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم
ماذا فعلتم وانتم آخر الأ مم !
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی
منھم اساری وقتلی ضر جوابدم
ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم
ان تخلفونی بسوءِ فی ذوی رحمی !

تم کیا جواب دو گے۔ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھ لیا
کہ تم نے آخری امت ہو کر میری وفات کے بعد میرے گھرانے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
انِ میں سے کچھ قیدی ہیں۔ اور کچھ خون میں لتھڑے ہوئے مقتول ہیں۔
میں جو زندگی بھر تمہیں نصیحت کرتا رہا تو اسکی یہ جزا نہ تھی
کہ تم میرے گھر والوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی کرو

(طبری:5:389_390)

مندرجہ ذیل جنوں کا نوحہ سیرت کی کتابوں میں ہے:

اتر جو امۃ قتلت حسینا
شفاعۃ جدہ یوم الحساب

جن لوگوں نے امام حسینؓ کو قتل کیا۔ کیا وہ روز حساب انکے جد امجد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں۔

قرآن کا بے مثل وانمول قاری اور اصحاب کہف:

ابن عساکر نے نہال بن عمرو سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک سیدنا امام حسین علیہ السلام کو لوگ نیزے پر لئے جا رہے تھے۔ اس وقت میں دمشق میں تھا۔ کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا:

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا

کیا تم نے گمان کر لیا ہے۔

اصحاب الکھف والرقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے

(یہ استفہامِ انکاری ہے۔ استفہامِ انکاری کا کلام مثبت ہو تو مفہوم منفی ہوتا ہے۔ قرآن کی اس آیت کی تفسیر اسکی نقاب کشائی میں امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر کا انتظار کر رہی ہے۔) اس وقت سر مبارک سے آواز آئی:

اعجب من اصحب الکھف قتلی وحملی

اصحاب کھف کے واقعہ کے مقابلے میں میرا قتل اور میرے سر کو نیزے پر چڑھا دینا عجیب تر ہے۔ (البیہقی۔ خصائص الکبری۔ نور الابصار۔ فیض القدیر: المناوی)

اب آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کوئی ایک حوالہ موجود ہے۔ کہ بندے کا سر نیزے پر چڑھا ہوا ہو اور وہ وہاں باتیں کرے؟۔ اب ہم موازنہ کرتے ہیں۔ کہ امام حسین علیہ السلام کا واقعہ اصحاب کہف کے مقابلے میں زیادہ تعجب خیز کیوں ہے۔ اب یہاں دیکھنا ہے۔ کہ مابالاشتراک کیا ہے اور مابالامتیاز کیا ہے۔ کہا مابالاشتراک یہ ہے کہ ان کے ساتھ بھی محض رضائے الٰہی کے لئے عداوت کا ہونا۔ اور میرے ساتھ بھی رضائے الٰہی کے لئے عداوت کا ہونا۔ ان کے پیچھے دقیانوس اور اسکی آرمی کا پیچھے پڑنا۔ اور میرے مقابلے میں بھی یزید اور اسکی فوجوں کا پیچھے پڑنا۔ لیکن مابالامتیاز کیا ہے۔ کہا زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اصحاب کھف دشمنوں

سے بھاگ گئے تھے۔اور میں علی کا بیٹا ہوں دشمن کے دروازے پر آ گیا ہوں۔انکے مقابلے میں چھوٹے سے ملک کا حکمران آیا اور میرے مقابلے میں روئے زمین کا سب سے بڑا حکمران آیا۔جسکے بارے میں کہا گیا ہے۔کہ اکبر السلاطین اہل لارض اور پھر آپؓ کے کٹے ہوئے سر سے بولنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ امام حسین علیہ السلام زبان حال سے بتانا چاہتے ہیں۔کہ اے دنیا کے انسانوں میرا بولنا تمہیں عجیب کیوں لگتا ہے۔کیونکہ میں وہی ہوں جسکی باڈی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون دوڑ رہا ہے۔میں وہی ہوں جو دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت نماز میں سوار ہوا کرتا تھا۔میں وہی ہوں جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان نبوت کے مزے لوٹے نہیں بلکہ مجھے لٹائے گئے ہیں۔میری باڈی سے میرے سر کو الگ کر دیا گیا اگر میری زبان کو بھی میرے سر سے الگ کر دیا جاتا تو بھی میں نے کلام کرنا تھا۔تو بھی میں نے قرآن کی تفسیر کرنی تھی۔

ایسا نشہ ہے چڑیا نانے دے دین دا
لتھی نہیں سر کٹا کے وی مستی حسین دی

اور پھر میرے کٹے ہوئے سر کا بولنا تمہیں تعجب خیز کیوں لگتا ہے۔کیونکہ جبریل علیہ السلام جن کی تلیوں کے بوسے لیتے تھے۔میں انکے کندھوں پر بیٹھنے والا ہوں اور پھر یہ بات مسلمات میں سے ہے۔کہ مرنے کے بعد سب کو علم ہو جاتا ہے۔کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے۔لیکن ہر کوئی دنیا کے لوگوں کی باتوں کا جواب نہیں دے سکتا۔مگر امام حسین علیہ السلام زبان حال سے بتانا چاہتے ہیں۔کہ اے دنیا والو! میری قربانی کا سب سے پہلا انعام رب تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے برزخی زندگی میں ہونے کے باوجود مجھے ایسا تصرف عطا کیا ہے۔کہ نہ صرف میرے آس پاس کیا ہو رہا ہے اسکا علم ہے۔بلکہ میں اس دنیا میں ہونے کے بعد بھی جب چاہوں جہاں چاہوں ،کسی کی بات کا جواب بھی دے سکتا ہوں۔اگر امام حسین علیہ السلام برزخی زندگی میں ہونے کے باوجود اس دنیا میں تصرف فرما سکتے ہیں۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں نہیں فرما سکتے؟

☆اور بہت بڑا سبق ہے ہم لوگوں کے لئے کہ وہ امام حسین علیہ السلام جن سے محبت کا ہم دعوی

کرتے ہیں۔انہوں نے اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دیتے وقت عین ان لمحوں میں بھی ایک نماز قضا نہیں ہونے دی۔(بلکہ یزیدی خود آپؓ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے)۔قرآن سے لگاؤ تو بتانے کی ضرورت ہی نہیں، کیونکہ جو نوک نیزہ پر ہو کر قرآن پڑھتا رہا۔اس سے بڑھکر لگاؤ قرآن سے کیا ہوگا۔کیا آج ہمیں اپنی نمازوں اور قرآن سے لگاؤ کی فکر نہیں کرنی چاہیے؟

کیا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ یزید پلید کی بیعت کر سکتے تھے؟

اس کو سمجھنے کے لئے آپ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک صحابی کا ایک خاص واقعہ سناتے ہیں۔چنانچہ محدثین لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔اس وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پچھنے (جسم اقدس سے خون نکلوا رہے تھے) لگوا رہے تھے۔جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ: اس خون کو ایسی جگہ چھپا دو۔کہ کوئی شخص دیکھ نہ سکے۔لیکن انہوں نے پی لیا۔جب واپس حاضر ہوئے۔تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم نے کہاں چھپایا؟ عرض کیا: میں نے ایسے مقام پر چھپا دیا جو لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لعلک شربته'' شاید تم نے اسے پی لیا؟ عرض کی 'ہاں' فرمایا:

ویل للناس منك وویل لك من الناس

تم سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔اور لوگوں سے تم کو تکلیف ہوگی۔

(المستدرک ج 3،الرقم: 6400/ السنن الکبری للبیہقی: ج 7 الرقم: 13407/ سیر اعلام النبلاء ج 3 ص 366/ مجمع الزوائد ج 8 الرقم: 14010)

محدثین کرام کی تصریحات کے مطابق اس خون مقدس کی بدولت حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے جسم مبارک میں دو برکتیں پیدا ہو گئیں

1۔ ایک یہ کہ ان کے اندر غیر معمولی قوت آ گئی اور قلب و دماغ میں جرات پیدا ہو گئی۔

2۔ دوسرا انکے جسم سے مشک کی طرح خشبو آنے لگی۔ اور وہ خوشبو بعد از وفات ان کی قبر سے بھی آتی تھی۔

پھر ذرا غور فرمائیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم سے لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ اور لوگوں سے تم کو تکلیف ہوگی" کیا مطلب نکلا۔ مطلب یہ کہ جب ابن زبیرؓ کے جسم میں خون نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلا گیا۔ تو انکے اندر طاقت کے ساتھ جرأت بھی پیدا ہوگئی۔ جو انھیں کبھی بھی باطل کے سامنے جھکنے نہیں دے گی۔ اور اگر باطل زبردستی جھکانے پر مجبور کرے گا۔ تو پھر وہ ڈٹ کر اسکا مقابلہ کریں گے، جس سے باطل کو تکلیف ہوگی۔ (پھر واقعی انکے ساتھ ایسا ہی ہوا)۔

قارئین: ذرا اندازہ کیجئے کہ جنکے جسم کے اندر خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقط ایک پیالہ چلا گیا۔ وہ اس قدر باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے ہوگئے کہ باطل ان کو جھکا نہ سکا۔ تو پھر شہزادہ رسول امام حسینؓ کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کہ جنکا خمیر بنا ہی خون رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ جنکی تربیت امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جگر پارۂ رسول حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اور نفس رسول حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمائی ہو۔ وہ کیسے باطل کے سامنے جھک سکتے تھے؟ وہ کیسے یزید پلید، ظالم وجابر، بے دین، لعنتی آدمی کی بیعت کرسکتے تھے۔

اور پھر مباہلہ کے وقت حق کی ترجمان پانچ شخصیتوں میں جو پانچویں تھے۔ وہ امام حسین علیہ السلام تھے۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپنے میں ہی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے جا کر یہ ثابت فرما دیا۔ کہ یہ شہزادے حق کی کسوٹی ہیں۔ جہاں ان کو کھڑا دیکھو، ان کی پیروی کرو۔ لہذا جو بچپن میں باطل کے سامنے ڈٹا رہا۔ وہ بڑا ہو کر باطل کے سامنے کیسے جھک سکتا تھا؟۔ وہ یزید جیسے لعنتی شخص کی بیعت کیسے کرسکتا تھا؟

وہ کیا وجہ تھی کہ امام حسینؓ نے کسی کا مشورہ نہیں مانا:

علی بن الحسین بن علی سلام اللہ علیھم سے روایت ہے۔ کہ جب روکنے والوں نے روکا تو حضرت امام حسینؓ نے سب باتوں کے جواب میں ایک بات فرمائی:

انی رایت رسول اللہ ﷺ فی المنام وقد امرنی فیھا بامر وانا ماض
لہ، علی کان اولی

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید کے ساتھ اس میں مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اب بہر حال میں یہ کام کروں گا۔ مجھے نقصان ہو یا فائدہ۔

لوگوں نے پوچھا وہ خواب کیا ہے؟

فرمایا:

ماحدثت بھا احداً وما انا محدث بھا حتی القی ربی عزوجل

ابھی تک کسی کو نہیں بتلایا۔ اور نہ ہی بتلاؤں گا۔ یہاں تک کہ اپنے رب ذوالجلال سے جا ملوں گا۔ (طبری۔5:388 / البدایہ والنہایہ۔8:168)

قیامت والے دن یزید کونسی آیت پیش کرے گا:

حضرت علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں اپنے ہم عصر سید عمر الھیتیؒ کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں:

غداۃ صحائف الاعمال تتلی — یزید یاتی آیۃ بایۃ

وقد صمت جمیع الخلق قل — وقام رسول رب العرش یتلو

جس روز اعمال نامے پڑھے جائیں گے۔ تمام مخلوق ساکت وصامت ہوگی۔ اور رب العرش کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہونگے

اور آیت قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى (الشوری 23) تلاوت فرمائیں گے۔ تو یزید کونسی آیت پیش کرے گا؟

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی قربانی اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی قربانی:

یعنی اسلامی سال کی ابتدا قربانی سے شروع ہو کر سال کہ انتہا بھی قربانی پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ قربانی بھی 10 کو ہوئی اور وہ قربانی بھی 10 کو ہوئی۔

وہ صبر کی ابتدا یہ صبر کی انتہا۔ وہ بھی نبی کا نورِ نظر یہ بھی نبی کا نورِ نظر وہ خواب کی تکمیل یہ وعدے کی تکمیل۔ اِن کا سب کچھ بچا لیا گیا۔ اُن کا سب کچھ لٹا دیا گیا۔ وہ ذبح کے لئے تیار یہ بھی ذبح کے لئے تیار۔ قلندری لاہوری کی زبان سے یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا:

الله الله بائے بسم الله پدر　　معنی ذبح عظیم آمد پسر

اور فرماتے ہیں:

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسماعیل

یہاں ایک بات جو میری حقیر سمجھ میں آئی۔ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا کیوں لیا گیا؟ اسلئے کہ رب نے بتانا چاہا کہ اے پیارے ابراہیم علیہ السلام: تیرے لاڈلے کو اس لئے بچا لیا گیا۔ کہ میرے یار کا نور اسکی پیشانی میں ہے۔ میرے یار نے اسکی نسل سے ہونا ہے۔ مگر او پیارے ابراہیم تیرے جذبہ شہادت کو ہم یوں پورا فرمائیں گے۔ کہ تیری ہی اولاد سے ایک بیٹا (جبکہ اے ابرہیم نہ تم ہونگے نہ اسکا کندھوں پر بٹھانے والا، چادروں میں چھپانے والا نانا ہوگا ۔نہ اسکی انگلی پکڑ کر چلانے والا بابا ہو گا۔ نہ اسکو لوریاں دینے والی والدہ ماجدہ ہونگیں۔ اور نہ ہی اسکے کندھے سے کندھا ملا کر چلنے والا بھائی ہوگا) تنِ تنہا، مع اپنے اہل وعیال کے، بھوکا پیاسا میری بارگاہ میں ایسا قربان ہوگا۔ کہ جسکی نظیر بنی نوع انسانیت میں کبھی نہیں ملے گی۔

اسی لئے ولیوں کے وزیر اعظم (کہ جن کے ہاتھ پر نوے لاکھ غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا) خواجہ خواجگان پیر سید معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کشتی نوح اور کربلا:

حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کی جو مشابہت کشتی نوح علیہ السلام سے تسلیم کی گئی ہے۔ اس میں ایک بڑی خوبصورت شباہت کی تکمیل ہوتی ہے۔ کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام پوری دنیا میں ایک ہی کشتی میں اپنے چند ساتھیوں کو لے کر سوار ہوئے تھے۔ اور انکی تعداد ایک روایت کے مطابق ۷۲ بنتی ہے۔ امام پاک امام حسین علیہ السلام جب یزیدی طاقتوں کے مقابلے میں علم حق بلند کرتے ہوئے نکلے تو ان کے ساتھ بھی وہ نفوس قدسیہ جو اللہ تعالی کی راہ میں قربان ہونے کے لئے حاضر بارگاہ ہوئے اور کربلا شریف میں کام آئے۔ ان کی تعداد بھی ۷۲ بنتی ہے۔ تو تعداد کے اعتبار سے اور حالات کے اعتبار سے بھی یہ وجہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہل بیت کو پر کشتی نوح فرمایا تھا۔ اور انکی محبت انتہائی ناگزیر قرار دیا تھا۔

مثل اهل بيتي مثل سفينة نوح من ركبها نجا و من تخلف عنها غرق ۔ هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه (المستدرک۔ للحاکم ج2، ص373)

میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے۔ جو اس میں سوار ہوا وہ نجات یافتہ ہو گیا۔ اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ غرق ہو گیا یہ

حدیث صحیح ہے اور مسلم کی شرط پر ہے۔

شہادتِ امام عالی مقام شہادتِ رسولؐ:

اس سلسلے میں شاہ عبد العزیز محدث دھلوی رقمطراز ہیں:

سو حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا۔ کہ جملہ دیگر کمالات کے ساتھ یہ کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی وفات اور ایام خلافت نبوت جو کہ مغلوبیت و مظلومیت کے منافی ہے، گزرنے کے بعد اپنے اہل بیت میں سے چند افراد کے توسط سے میسر آئے۔ بلکہ

ان کے توسط سے جو رشتے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہایت قریب ہوں۔ اولاد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت عزیز ہوں۔ اور بیٹوں کے حکم میں داخل ہوں۔ یہاں تک کے انکا حال اور کمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال اور کمال سے متصل ہو جائے۔

پھر لکھتے ہیں:

اور جیسا کہ شہادت کی دو اقسام ہیں۔ شہادت سری و جہری تو ان دونوں اقسام کو شہزادوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ پس سبط اکبر (امام حسن علیہ السلام) کو قسم اول کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ اور جو امر مخفی تھا۔ کبھی بذریعہ وحی اس کا ذکر نہ کیا۔ اور جب شہادت واقع ہوئی۔ تو بھی شبہ ہی رہا۔ یہاں تک کہ یہ ان کی اپنی بیوی کے ہاتھوں واقع ہوا۔ حالانکہ بیوی کا تعلق محبت کا تعلق ہے۔ نہ کہ عداوت کا۔ اس سبب کی وجہ یہی تھی۔ کہ اس شہادت کی بنا پوشیدہ رہے۔ اسی وجہ سے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسکی خبر نہ دی۔ اور نہ ہی امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسکا کچھ تذکرہ کیا۔

اور چھوٹے صاحبزادے (امام حسین علیہ السلام) کو دوسری قسم کی شہادت کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ جس کی بنا شہرت واعلان پر ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کا بیان وحی میں زبان جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتوں کے ذریعے ہوا۔ پھر شہادت کے مقام کا اس کے نام اور پتہ کے ساتھ تعین ہوا۔ نیز اسکا ذکر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان پر آیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ صفین کی طرف سفر فرما رہے تھے۔

(سر الشہادتین)

پھر جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (13:3)

اے محبوب فرما دیجئے۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میری اتباع (پیروی) کرو۔

اب جب ہم اس بات کے پابند ہیں کہ ہر کام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی

کریں۔تو سوال اٹھتا ہے کہ شہادت تو آپ کو بظاہر ملی نہیں (اور یہ ہوسکتا ہی نہیں تھا ۔کہ آپ ظاہراً شہید کردئے جاتے۔کیونکہ قرآن کا وعدہ ہے: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اللہ لوگوں سے آپ کی (خود) حفاظت فرمائے گا))۔تو پھر شہادت کے معاملے میں پیروی کیسے کریں۔اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درجہ شہادت پر فایز کرنا تھا۔تو وہ امام حسین علیہ السلام کے ذریعے سے ہوئی۔اسکی اصل یہ فرمان عظیم ہے: ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں''

حضرت امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک پر آخری الفاظ:

صبراً علی قضائك یارب لا اله سواك

تیرے فیصلہ پر میں صابر اور راضی ہوں۔اے میرے رب! تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں۔

آں امام عاشقاں پورِ بتول
سر و آزادے زبستان رسولؐ

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام غیر مسلموں کی نظر میں

I have spent more than 20 years in prison ,then on one night i decided to surrender by signing all the terms and conditions of goverment.But suddenly I thought about Imam Hussain and Karbala and imam Hussain(ra) gave me strength stand for right of freedom and liberation. (نیلسن منڈیلا)

میں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ جیل میں گزارا۔ایک رات میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے تمام تر شرائط مان کر حکومت کے آگے جھک جانا چاہیے۔لیکن اچانک مجھے امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کربلا کا خیال آیا۔ اور اس چیز نے مجھے آزادی کی خاطر لڑنے کا حوصلہ دیا۔ (تھامس کارلائل)

The best lesson which we get from the tragedy of karbala is that Hussain (RA)

and his companions were rigid believers in God.They Illustrated that the

numerical superiority does not count when it comes to the truth.

واقعہ کربلا سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ماننے والے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھنے ولاے تھے۔ اور انہوں نے اس بات کو بھی ثابت کیا۔ کہ عددی برتری کبھی بھی حق وصداقت کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتی۔ (مہاتما گاندھی)

My faith is that the progress of Islam does not depend on the use of sword by its

believers,but the result of the supreme sacrifice of Hussain(ra), the Great saint.

''میرا ایمان ہے۔ کہ اسلام کی اشاعت اس کے ماننے والوں کی تلوار سے نہیں بلکہ امام حسین (علیہ السلام) کی دی جانے والی قربانی کا نتیجہ ہے'' عظیم راہنما۔ (چارلس ڈکنز)

If Hussain had fought to quench his wordly desires...then I do not understand why his sister,wife and childeren accompanied him.It stands to reason therefore

that he sacrificed purely for Islam.

اگر امام حسین علیہ السلام اپنی خواہشات (مثلاً تخت وتاج اور حکومت جیسا کہ بعض لوگ کا لایعنی خیال ہے) کی خاطر لڑے تھے۔ تو پھر مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔ کہ ان کے

ساتھ ان کی بہنیں، ان کی بیویاں اور انکے چھوٹے بچے کیوں تھے؟ ان کا موجود ہونا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کہ انکی قربانی خالصتاً اسلام کی خاطر ہے۔ (ایڈورڈ گبسن)

In a distant age and climate ,the tragic scene of the death of Hosein will awaken
the sympathy of the coldest reader.

کربلا ایک ایسی داستان ہے۔ کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے المناک مناظر پڑھ کر ایک سنگدل انسان بھی موم بن جاتا ہے۔ (انتھونی بارا)

No battle in the modern and past history of mankind has earned more sympthy and admiration as well as provided more lessons than the martyrdom of Husayn in the battle of Karbala.

دنیا کی جدید اور قدیم تاریخ میں کوئی ایسی جنگ نہیں ملتی جس نے کربلا میں امام حسین (علیہ السلام) کی شہادت کی طرح ہمدردی اور تعریف کے ساتھ ساتھ انسانیت کو اخلاقی سبق بھی عطا کیا ہو۔ (ڈاکٹر شیلڈریک)

Denied even water for the childern ,they remained parched under the burning
sun and scorching sands, yet not one faltered for a moment .Husain marched with his little company .not to glory ,not to power of wealth ,but to a supreme sacrifice,and every member bravely faced the greatest odds without flinching.

یہاں تک کہ جب پانی بھی بند کر دیا گیا۔ امام حسین (علیہ السلام) اپنے ساتھیوں سمیت تپتے سورج اور جلتی ریت پر خود جلتے رہے لیکن ایک لمحے کے لیے بھی قدم نہ لڑکھڑائے ۔اپنی کمسن اولاد کے ساتھ ان کی یہ لڑائی کسی دولت یا خبط عظمت کے لئے نہیں

تھی۔ بلکہ ایک سب سے بڑی قربانی ہے۔جس میں ان کے ہر ساتھی نے جھکنے کی بجائے انمول مثالیں قائم کیں۔ (پنڈت جواہر لال نہرو)

Imam Hussain(ra) sacrifice is for all groups and communities,an example of the path of righteousness.

امام حسین (علیہ السلام) کی قربانی تمام گروہ انسانیت اور معاشروں کے لئے سیدھے راستے پر چلنے کے باب میں ایک شاندار مثال ہے۔(ڈاکٹر رادھا کرشنا)

Though Imam Hussain (ra) gave his life years ago, but his indestructible soul rules the hearts of people even today.

اگرچہ امام حسین (علیہ السلام) نے اپنی جان کئی سال پہلے اللہ کے سپرد کی ان کی فقید المثال روح آج تک لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہی ہے۔(ڈاکٹر راجندر پرشاد)

The scarifice of Imam Hussain(ra) is not limited to one country, or nation,but it

is the hereditary state of the brotherhood of all mankind.

امام حسین (علیہ السلام) کی قربانی کسی ایک ملک یا قوم تک محدود نہیں بلکہ تمام انسانیت اور بھائی چارے کی مشترکہ وراثت ہے۔

اسی لئے قلندر لاہوری علامہ محمد اقبالؒ فرماتے ہیں:

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است
پس بنائے لا الہ گردیدہ است